نسبتِ اولیاء

ملفوظات و مواعظِ مُرشِد

سید سخی چن پیر بادشاہ سرکار

بسم الله الرحمن الرحيم

لا إله إلا الله محمد رسول الله

وتوكل على الله وكفى بالله وكيلا

نسبتِ اولیاء

ملفوظات ومواعظِ مُرشِد

افادات از

سید سخی چن پیر بادشاہ

جمع وترتیب

ابرار احمد شاہی، ملک ہمیش گل

جمیع الحقوق محفوظہ

نام کتاب: نسبت اولیاء۔ ملفوظات و مواعظ مرشد

افادات از: سید سخی چن پیر بادشاہ سرکار
0333-5123611

جمع و ترتیب: ابرار احمد شاہی، ملک ہمیش گل

پیشکش: سید عازب لعل گیلانی
0312-5094224

تعداد: ۲۰۰۰

ایڈیشن: اول، اپریل ۲۰۱۸ء

ناشر: دربار غوثیہ، غوث آباد شریف، راولپنڈی۔

/ghousiadarbarshareef/
www.ghousabad.com/

فہرست کتاب

فہرست کتاب ۵

پیش لفظ ۱۱

ملفوظات و مواعظ سید سخی چن پیر بادشاہ ۱۳

ملفوظ – ۱ علم کی اہمیت ۱۳

ملفوظ – ۲ فیض کے باوجود گمراہی ۱۶

ملفوظ – ۳ کیا نبی، صدیق، شہید، ولی اور عام لوگ برابر ہیں؟ ۲۲

ملفوظ – ۴ لا دین لمن لا عہد لہ ۲۶

ملفوظ – ۵ خلافت کی ترتیب ۳۱

واقعہ کربلا سے متعلق ایک مشاہدہ ۳۳

ملفوظ – ۶ عقیدہ درست کریں ۳۷

غلامی کی فضیلت ۳۷

اہل ذکر کون ہیں ۴۳

ملفوظ – ۷ مقامِ عشق ۴۶

ملفوظ – ۸ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ۴۷

ملفوظ – ۹ قلب کی صفائی ۵۵

ملفوظ – ۱۰ بہشتی دروازے کے بارے میں ۶۰

ملفوظ–۱۱غوث پاک کی کرامت ۶۲
ملفوظ–۱۲ولی کی صحبت ۶۵
ملفوظ–۱۳مرید کی مثال ۷۴
ملفوظ–۱۴لنگر میں برکت ۷۶
ملفوظ–۱۵مرشد کے ابتدائی ایام ۸۱
ملفوظ–۱۶کلمہ طیبہ کاورد ۸۴
ملفوظ–۱۷مرید کی دوصفات ۸۹
ایک بزرگ کاواقعہ ۹۲
مسلم اور مومن کافرق ۹۷
لا الہ الا اللہ ۱۰۰
سعودی مرید کاواقعہ ۱۰۰
جنات کے سردار سے ٹاکرا ۱۰۱
مرشد کی اطاعت میں رہنا ۱۰۳
حضرت خواجہ معروف کرخی کاواقعہ ۱۰۴
ملفوظ–۱۸توجہ کی اقسام ۱۰۵
توجہ اصلاح ۱۰۵
توجہ القا ۱۰۶
توجہ اتحاد ۱۰۶
وعظ ونصیحت ۱۰۷
وعظ–۱کلمے کی فضیلت ۱۰۷

فنا فی الشیخ ۱۰۷

کلمے کی فضیلت ۱۰۸

قرآن کی فضیلت ۱۱۰

کلمہ اسلام کا رکن اعظم ۱۱۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا ۱۱۳

ایک غیر مسلم بادشاہ کا واقعہ ۱۱۴

نرینہ اولاد کا واقعہ ۱۱۶

کینسر سے شفایابی ۱۱۸

وعظ-۲ ذکر الٰہی ۱۲۲

ابو ہمزہ خراسانی کا واقعہ ۱۲۴

حضرت جنید بغدادی کا واقعہ ۱۲۵

اللہ کے عاشق ۱۲۷

ایک واقعہ ۱۲۸

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا واقعہ ۱۲۹

سائیں کریم بخش کا واقعہ ۱۳۰

حضرت جنید بغدادی کا واقعہ ۱۳۱

شایان شان تحفہ ۱۳۳

وعظ-۳ ذکر کے طریقے ۱۳۳

بنی اسرائیل کی ایک عورت کا واقعہ ۱۳۵

وعظ-۴ اہل ذکر کا بیان ۱۳۷

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم پر عذاب ۱۳۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ۱۳۸
مریدین کے لیے ہدایات ۱۴۱
وعظ–۵ شکر کی حقیقت ۱۴۲
ماہ ذوالحج کی مناسبت سے شکر ۱۴۴
شکر کیسے ادا ہو؟ ۱۴۷
ہارون رشید کا واقعہ ۱۴۸
قوم سبأ کا واقعہ ۱۵۰
غوث پاک کے والد کا واقعہ ۱۵۱
حضرت ابراہیم کے بیٹوں کا تذکرہ ۱۵۳
حضرت اسماعیل کی بیویاں ۱۵۴
وعظ–۶ عقیقہ سید عشارب لعل گیلانی ۱۵۷
وعظ–۷ تلاوتِ قرآن کی فضیلت ۱۶۲
وعظ–۸ نماز کی حکمتیں ۱۶۵
پانچ حواس ۱۶۶
پانچ غسل ۱۶۶
پانچ مشکل گھڑیاں ۱۶۷
وعظ–۹ نمازوں کے اوقات ۱۷۰
فجر کی نماز ۱۷۰
ظہر کی نماز ۱۷۰

عصر کی نماز ۱۷۱
مغرب کی نماز ۱۷۱
عشا کی نماز ۱۷۲
وعظ–۱۰ نماز کے سات فرائض ۱۷۳
وعظ–۱۱ کعبے کی طرف منہ کرنا اور حکم ماننا ۱۷۴
زمین کی تخلیق خانہ کعبہ سے ہوئی ۱۷۵
خانہ کعبہ کی تعمیر ۱۷۶
کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم کیوں ہے؟ ۱۷۶
حکم کی اہمیت ۱۷۹
نظام الدین اولیا کا واقعہ ۱۸۰
حضرت ابراہیم کا واقعہ ۱۸۳
حکم کی مثالیں ۱۸۴
فقیر کا واقعہ ۱۸۴
وعظ–۱۲ امرشد کی اہمیت ۱۸۷
ایک فقیر کا واقعہ ۱۸۸
فقیری کا شوقین ۱۹۰
حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ ۱۹۲
وعظ–۱۳ نماز کا بیان ۱۹۲
نماز میں ہاتھ باندھنے اور نگاہ نیچی رکھنے کی حکمت ۱۹۳
نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی حکمت ۱۹۴

وسیلہ کیا ہے ۱۹۵

مرشد کا وسیلہ ۱۹۶

وعظ – ۱۴ قیام، رکوع اور سجدہ ۱۹۷

نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے کی حکمت ۱۹۷

وعظ – ۱۵ نیت کا بیان ۱۹۹

ہدایات شیخ سخی چن پیر بادشاہ سرکار قادری رزاقی گیلانی ۲۰۲

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ ۲۰۴

الورد القادری ۲۰۷

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم درود ہوں نبی پاک ﷺ پر، اُن کی آل اور اصحاب پر۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ہم اپنے مرشد پاک سید رفاقت حسین شاہ المعروف سید سخی چن پیر بادشاہ کے ملفوظات اور مواعظ کو کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔ یہ کتاب ان ملفوظات پر مبنی ہے جو ہم نے آپ سے براہ راست سنے۔ ان ملفوظات کی سند آپ سے متّصل ہے، آپ نے بارہا انہیں پڑھنے کے بعد شائع کرنے کی اجازت دی۔ اس سے قبل بھی دربار شریف سے ملفوظات کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں، یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ ملفوظات کتابی علم سے نقل شدہ نہیں بلکہ ان میں ہمارے مرشد پاک کی زندگی عکس اور اُن کے داخلی تجربات کا رنگ نمایاں ہے۔ بہت سے ملفوظات میں دادا مرشد سید لعل حسین شاہ سرکار کے حالات و کرامات کا بھی بیان ہے، جو سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہر واقعہ ایک حقیقت اور ہر کرامات صاحب کرامت کے شرف اور استقامت پر دلیل ہے۔ چونکہ ملفوظات میں زیادہ تر وہی بات بیان کی جاتی ہے جو سائلین کی استعداد یا مجلس کے ماحول کے مطابق ہو، لہذا انہیں اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

کتاب کا دوسرا حصہ ان مواعظ و بیانات پر مشتمل ہے جو آپ ہر جمعہ بعد از نماز بیان کرتے ہیں۔ یہ مواعظ نہایت عامی اور شستہ موضوعات پر ہیں کیونکہ ان میں آپ کا مخاطب وہی طبقہ تھا جو دین کی زیادہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتا۔ لہذا آپ نے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق ہی سادہ بات کی ہے۔ ان مواعظ میں ذکر و شکر کی اہمیت، کلمہ شریف کی فضیلت اور نماز کے ارکان اور شرائط پر بات کی گئی ہے۔ اس عامی بیان کا فائدہ یہ ہے کہ ہر طرح کے لوگ نہ صرف اسے پڑھ سکتے ہیں بلکہ حسب حال فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ میں ہمیش گل قادری گزشتہ بیس پچیس سال سے مرشد سے منسلک ہوں۔ اور مرشد کی شفقت اور عنایت کا وہ ابتدائی لمحہ مجھے آج بھی یاد ہے جب آپ نے پہلے ہی روز اپنے قریب بٹھا کر نعت شریف پڑھنے کو کہا، اور ایک عرصہ میں دربار شریف میں نعت خوانی پر معمور رہا۔ میں نے اِس دوران یہاں سے بہت فیض پایا، اللہ تعالی کی عطا اور مرشد پاک کی نگاہ سے بے شمار حجابات اٹھے اور لاتعداد عُقدے وا ہوئے۔ آپ نہایت سادہ اور نرم دل انسان ہیں۔ میں نے بہت کم ہی آپ کو کسی پر غصہ ہوتے دیکھا۔ آپ مریدین پر نہایت شفیق ہیں، ہر ایک کی بات دھیان سے سنتے ہیں اور سب کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ یہاں دور دراز سے لوگ اپنے مسائل لے کر آتے ہیں اور اللہ کی عطا سے سب کو ملتا ہے۔ اس دربار میں لنگر پر خصوص توجہ ہے، آنے والے ہر زائر کو لنگر پیش کیا جاتا ہے، اور دور سے آنے والوں کے لیے قیام کا بھی بندوبست ہے۔

اس عرصے میں میں نے یہاں بے شمار دنیا آتے دیکھی، اور آپ کا سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اب آپ کے فرزند عازب لعل گیلانی بھی سلسلے کی خدمت میں پیش پیش ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ انہیں اس پر استقامت عطا فرمائے۔ ویسے تو حقیقت میں استقامت ہی اصل کرامت ہے لیکن میں نے یہاں بے شمار خرق عادت باتیں بھی دیکھی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے مرشد پاک کا سایہ ہم پر تادیر قائم و دائم رکھے اور ہمیں آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیش گُل قادری ایڈوکیٹ

ملفوظات و مواعظ

سید سخی چن پیر بادشاہ سرکار

ملفوظ—۱

علم کی اہمیت

دینی اور دنیاوی علم سے ہی انسان اور مسلمان کی پہچان ہے، علم زندگی گزارنے کا طریقہ اور سلیقہ ہے لہذا اِس کا حصول بہت ضروری ہے۔ جب کوئی بندہ خلوصِ نیت سے تعلیم دینے کے لیے مکتب، ادارہ یا مدرسہ بناتا ہے تو اللہ تعالی اِس مکتب اور ادارے کی مدد اس طرح سے کرتا ہے کہ بندے کو پھر کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔

اللہ تعالی نے جب انبیا علیہم السلام کو بھیجا تو اُس وقت کے مطابق علم نازل کیا، جبرائیل امین کو حکم دیا کہ ان کو یہ پیغام دو؛ جو کہ علم تھا۔ حضرت موسی علیہ السلام کو کوہ طور پر براہ راست ہم کلام ہو کر تعلیم دی، صحیفے آئے: تورات، زبور، انجیل، قرآن کریم، یہ علم کی صحیفے ہیں۔ فرمایا: میری یہ مخلوق اشرف مخلوق ہے اور اِس کی فضیلت اور شان علم ہے۔ یہ انسان علم کے ذریعے دیگر مخلوقات سے افضل اور برتر ہے، کہ یہ اسی علم سے ترقی کرتا ہے، اور اللہ کے اسما اور اس کی پہچان مخلوقات کو کرواتا ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو اپنی پہچان کے لیے، دوسرے انسانوں کی رہنمائی کے لیے اور اپنے ذکر کے حصول کے لیے تخلیق کیا۔ اللہ تعالی نے انسان کو اپنا راز، اپنی حقیقت اور اپنی معرفت دے کر تخلیق کیا۔ اللہ پاک نے حجاب اور پردہ رکھ کر انسان کے وجود کے اندر اپنا عرش بنایا۔ اب اِس عرش تک پہنچنے کے لیے، میرے دیدار میری زیارت کے لیے یہ علم سے آگے بڑھے گا، اور جب یہ علم سے آگے بڑھے گا تو اللہ تعالی اِسے عشق عطا فرمائیں گے۔ پھر عشق اور معرفت حاصل کرے گا تو رب کا مشاہدہ ہو گا۔ اسی لیے علم کا بڑا مقام اور مرتبہ ہے۔

پھر ابرار احمد شاہی اور ہمیش گل صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ لوگوں کو علم پھیلاتے دیکھا ہے تو میں خوش ہوا ہوں کہ آپ علم پھیلا رہے ہیں، ساتھ ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کا درس بھی جاری رکھیں۔ اس پُر فتن دور میں لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔ اگر آج اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت رکھنے والے کچھ لوگ ہیں تو وہ صرف روحانی سلسلوں اور اللہ کے دوستوں کی صحبت میں ہی ہیں، ورنہ اِس پُر فتن دور میں گمراہی ہی گمراہی ہے۔ یہ دور ایک گیند کی مانند ہے کہ اِس میں اتنے سوراخ ہو چکے ہیں کہ ہر اندر آنے والی شعاع کسی گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اب صرف علم اور اللہ کے دوستوں–یعنی بزرگوں–کی مجلس ہی ہے جو مخلوقِ خدا کو خدا کے راستے اور اُس کی معرفت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اِس لیے اگر ساری زندگی عبادت کی جائے تو بھی یقین نہیں کہ بخشش ہو گی، لیکن اگر کسی ایک انسان کو سیدھے راستے پر لگا دو گے تو ہو سکتا ہے اُس کے ذریعے ہزار ہا بندے سیدھے راستے پر آ جائیں اور وہ تمہاری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

دیکھو پیر مدثر شاہ صاحب ایک اکیلے انسان ہیں، ہمارے پاس آئے، غوث پاک کا عشق پیدا ہوا، آج یورپ میں بھی پیر سید مدثر حسین سرکار کا نام لیا جا رہا ہے۔ اِس دنیا میں کوئی کمی نہیں، کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں کم تر ہوں، ہر انسان کو اللہ نے معرفت بخشی ہے، اِس لیے ہمت کرو، کوشش کرو۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ آسان کام نہیں، یہ ڈیوٹی مانگتا ہے، خدا کی یاد کے لیے بھی مشقت اٹھانا پڑتی ہے؛ کہ مسجد میں پانچ مرتبہ حاضری دینی ہوتی ہے، اِسی طرح خدا کے قرب کے لیے بھی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہے، ذاتِ خداوندی درست خیالات اور مجاہدات چاہتی ہے۔ خیال درست کر لو، عقیدہ صحیح کر لو، ایمان ٹھیک کر لو، اگر خیال درست ہے، نیت صحیح ہے زمین سے اٹھو گے آسمان کی سیر کرو گے۔ اگر نیت میں فتور آ گیا، خیال صحیح نہیں تو آسمان سے زمین پر آ گرو گے۔

خیال ایک ایسی چیز ہے کہ اِس پر کوئی خرچہ نہیں، جیسے نیت یا ارادہ، سو اگر سچے خیال، سچے عشق، سچے عقیدے سے اِس جگہ آئے ہو تو خالی نہیں جاؤ گے۔ لوگ دور دراز سے اپنے کام کاج چھوڑ کر آتے ہیں، اسی لیے آتے ہیں کہ خدا کی معرفت، اُس کی محبت حاصل ہو اور دینی دنیاوی مشکلات آسان ہوں۔ اگر خیال درست نہیں تو یہاں آکر بھی بندہ خالی چلا جاتا ہے۔ اِسی لیے اپنے عقیدے، اپنی نیت اپنے خیال کو درست رکھو۔

خدا گواہ ہے حقیقت بیان کر رہا ہوں: جس جگہ تم لوگ آئے ہو وہ غوث پاک کا دربار ہے۔ صحیح راستے پر آ گئے ہو، یہاں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت اور معرفت خداوندی کا درس دیا جاتا ہے۔ ہمیں دنیا کی طلب نہیں، ہمارے مرشد سید لعل حسین شاہ صاحب گیلانی فرمایا کرتے تھے: "دنیا تو میں نے اللہ تعالی سے بھی نہیں مانگی" دنیا ہم اللہ سے بھی نہیں مانگتے لیکن اللہ اتنا بے نیاز ہے کہ دنیا کی اتنی نعمتیں دربارِ عالی مقام میں خود بھیج دیتا ہے کہ کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔ اِس لیے ہمت کرو، آگے بڑھو، مرشد اور سلسلے کی خدمت کرو، خدا اور خدا کے رسول کے دین کی محبت پیدا کرو اور لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔

یہ ایک ذریعہ ہے، ایک امام مسجد کو چاہیے دین کا حق ادا کرے، مخلوق خدا کا اس سے واسطہ رہتا ہے، اِس کا کام ہے کہ اُن کی درست رہنمائی کرے، صحیح راستہ کوئی نہیں بتاتا۔ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ اور بیان کروں لیکن لوگ کھڑے ہیں، اور میری آنکھیں بھی درد کر رہی ہیں، میں خود بھی دو دن سے سفر میں ہوں۔ ایک وعظ آپ لوگوں کے آنے سے پہلے کر چکا ہوں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیا بہتر از صد سالہ اطاعتِ بے ریا

بے ریا عبادت سے کسی ولی کامل کی بارگاہ میں ایک ساعت بیٹھ جانا بہتر ہے۔ مجھ پر مرشد نے یہ مہربانی کی کہ میں پردہ نشین ہو کر نہیں بیٹھا، بلکہ گلی گلی، کوچہ کوچہ آپ کے علاقوں میں پھرا ہوں، میں نے ہر جگہ جا کر مرشد کا پیغام دیا ہے۔ اِس واسطے تنہا بیٹھنے سے

بہتر ہے کسی دوسرے کو بھی اِسی کام میں لگادو تمہیں زیادہ ثواب ملے گا۔ قبرستان سے گزرو، ایک دفعہ الحمد شریف تین دفعہ کُل شریف، اول آخر درود شریف پڑھو اور سارے قبرستان والوں کو ثواب بھیجو تو سب کو ثواب ملے گا، جتنا پڑھو گے ملے گا۔ اگر ادھر ہزار مسلمان مدفون ہیں تو ہزار کو ایک ایک دفعہ ثواب ملے گا، اور تمہیں ہزار کی طرف سے جوابی ہزار دفعہ ثواب ملے گا۔ ثواب بھیجنے والا ایک دفعہ پڑھ رہا ہے، ہزار کو ایک ایک دفعہ پہنچ رہا ہے اور ہزار کی طرف سے جوابی ثواب پڑھنے والے کو ہزار دفعہ مل رہا ہے۔ اِسی لیے یک زمانہ صحبت با اولیا، اگر خود زیارت کرو گے تمہیں اتنا ہی ثواب ملے گا لیکن اگر پچاس بندے لے کر آؤ گے تو پچاس بندوں کا ثواب بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو استقامت عطا فرمائے، بڑا اچھا موقع ہے بہت خوشی ہوئی۔

ملفوظ–۲

فیض کے باوجود گمراہی

ہم سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ آپ کا ایک مرید تھا، اُسے بڑا فیض ہوا، بڑے عروج پر گیا، لیکن اِس کے چھ مہینے یا سال بعد وہ عروج نہ رہا، اِس کی کیا وجہ ہے؟

ہم نے کہا: جو ادھر آتا ہے اُسے فیض تو ہو جاتا ہے، ہم بھر دیتے ہیں لیکن سنبھالنا ہر بندے کے بس کی بات نہیں۔ ہم اِس مسند پر بیٹھے ہیں، ہمیں پتا ہے دنیا کے ساتھ ہمارے کیا معاملات ہیں اور اللہ کے ساتھ کیا معاملات ہیں۔ ایک تندور کو گرم کیا جائے تو بڑی محنت سے گرم ہوتا ہے، جب گرم ہو جائے تو لگاتار روٹی لگتی ہے اور اپنی ضرورت کے مطابق ہر کوئی روٹی لگا لیتا ہے۔ بعض اوقات کسی غیر کو روٹی کی ضرورت پڑے اور تندور گرم ہو تو دو چار تنکوں سے اِس کا کام بھی چل جاتا ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر تندور گرم ہو تو جس کسی نے فیض اٹھانا ہے اٹھا لے، مرشد چاہتا ہے کہ میری غلامی، تابعداری، فرمانبرداری اور اللہ کی یاد میں اِس بندے کا وقت گزرے۔ جو لوگ مرشد سے تعلق کمزور

کرتے ہیں، یا اُن میں تکبر پیدا ہو جائے؛ کہ پتا نہیں ہم کیا بن گئے ہیں، تو بس وہ فیض ضائع ہو جاتا ہے، وہ منہ کے بل جا گرتے ہیں۔

اب داتا علی ہجویری لاہور آئے، مرشد نے انہیں حکم دیا: لاہور جاؤ۔ کوئی فوج تو نہیں بھیجی، کوئی خزانہ تو ساتھ نہیں دیا۔ اور داتا صاحب نے آکر یہ تو نہیں کہا: اتنی دنیا میری معتقد ہے، یہ میری محنت ہے، بلکہ یہ مرشد کی عطا ہے۔ اگر داتا صاحب بھی کہتے کہ یہ میری محنت ہے تو سلسلہ ختم ہو جاتا۔ آج کل بعض کم ظرف اور کم علم لوگوں کو بھی فیض ہو جاتا ہے اور جب دو چار بندے اُن کے پیچھے ہو لیتے ہیں تو وہ مرشد کی پرواہی نہیں کرتے، کہتے ہیں: یہ ہماری محنت ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا ہے:

؎ جس کاری گر گھڑا بنایا اوہ قیمت لیسی پوری

جیسے کسی ولی اللہ کی دعا سے فیض ہو جاتا ہے، کسی کا بچہ ہو جاتا ہے، کسی کی مراد پوری ہوتی ہے، کسی کو شفا ہوتی ہے یا کسی کو اللہ کا راستہ مل جاتا ہے تو "قیمت لیسی پوری سے" میاں صاحب کی مراد یہ ہے کہ وہ مرشد چاہتا ہے کہ اب یہ ساری عمر میری غلامی کرے۔ چالیس سال مرشد کی غلامی کرو، ایک بے ادبی کرو سارا عمل ضائع۔ ماں باپ کی ساری عمر خدمت کرو ایک گالی نکلی، ساری محنت ضائع۔

ہم واقعے سے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: اِس دور میں کسی جگہ ایک سپاہی رہتا تھا اور اُس کے اوپر والے مکان میں ایک درویش کا مسکن تھا۔ دن رات درویش کے پاس لوگ آتے؛ وہ دم درود کرتا، لیکن اِس سپاہی کو یہ عمل ایک آنکھ نہ بھاتا اور وہ اِس درویش سے بغض رکھتا تھا۔ جنگ لگی اور وہ سپاہی کچھ عرصہ گھر سے باہر رہا، اِس دوران چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا اور درویش کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ چھٹی آیا اور ایک دن کپڑے دھونے بیٹھا تو خیال آیا جو پہنے ہیں یہ بھی دھو لیتا ہوں۔ اس دور میں باہر کھلی جگہ پر کپڑے دھوئے جاتے تھے، جب اسے گھر سے کوئی کپڑا نہ ملا تو سوچا درویش کا تو انتقال ہو گیا ہے اوپر جا کر دیکھتا ہوں شاید کوئی کپڑا مل

جائے تو وہ پہن کر کپڑے دھولیتا ہوں۔ جب وہ اوپر گیا تو ادھر درویش کا کُرتہ لٹک رہا تھا، اُس نے وہی پہن لیا۔ جب اُس نے درویش کا کرتہ پہنا تو اُس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی اُس نے کمرہ کھولا تو فیض جاری ہو گیا، دن رات نئی کیفیت، لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ اس کیفیت میں وہ دن رات حُب الٰہی میں محو رہتا، دنیا آئے اور فائدہ اٹھائے، یہ سب کرتے کی بدولت تھا۔ چھ ماہ بعد ایک روز جب بیدار ہوا تو سارے حجابات پھر سے حائل تھے۔ پہلے جب وہ کرتہ پہنتا تھا تو ایک میل سے اُسے بندے کے آنے کا کشف ہو جاتا تھا اور سارے کام کشفی چلتے تھے۔ لیکن اب یہ فیض، کشف سب ختم ہو چکا تھا۔ وہ بڑا پریشان ہوا، بڑی کوشش کی لیکن مسئلہ حل نہ ہوا۔

وہ شاہ عبد الرحیم صاحب کے پاس گیا اور ان کو ساری داستان سنائی۔ کہ اوپر درویش رہتا ہے میں اُسے برا بھلا کہتا رہا، پھر ان کی وفات ہو گئی چھ مہینے کمرہ بند رہا۔ ایک دن میں نے کھولا اور ان کا کرتہ پہنا تو دل کی دنیا ہی بدل گئی، قلب روشن ہو گیا، لیکن اچانک چھ مہینے بعد سب کچھ ختم ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: تیرا قلب صرف اس کُرتے کی برکت سے روشن ہوا کیونکہ اس درویش کے دن رات یاد الٰہی میں بسر ہوتے تھے۔ تو نے تو کوئی عبادت ریاضت محنت نہیں کی، تجھے تو صرف روشنی مل گئی، اگر تو عبادت و ریاضت کرتا تو یہ فیض ختم نہ ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا اور تو درجات میں ترقی کرتا۔ چھ مہینے تک اِس کُرتے کا اثر رہا اور جب ختم ہوا تو اَب تو ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ بزرگ زندہ ہوتے تو تجھے یہ فیض دے سکتے تھے، لیکن یہ بھی ممکن نہیں، تو جا نماز روزہ کر، اللہ اللہ کر۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کوئی بھی آتا ہے ہم اُسے کوئی پرنہ، رومال، جبہ عطا کر دیتے ہیں۔ اُس سے اِس کا فیض بھی جاری ہو جاتا ہے، لیکن جس وقت تک وہ اپنے مرشد کی بتائی باتوں پر صحیح عمل نہیں کرتے، نماز روزے ذکر اذکار سے کوتاہی برتتے ہیں، یا اُن کے اندر تکبر غرور پیدا ہو جائے؛ کہ سب کچھ ہم ہی ہیں، تو چھ مہینے سال بعد وہ سلسلہ فیض ختم ہو جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کی محبت کے لیے ہر دم اللہ کی یاد

میں رہنا چاہیے۔

جو دم غافل سو دم کافر

جن لوگوں کا ہر لمحہ یادِ الٰہی میں گزرتا ہے انہی کے سلسلے چلتے ہیں۔ ان صاحب نے بھی ٹھیک کہا کہ یہاں کچھ ایسے لوگ بھی دیکھے گئے جو کچھ عرصہ بعد صفر ہو گئے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کا سلسلہ نظام چلتا ہے تو اُن کے اندر تکبر پیدا ہو جاتا ہے، جو کہ ایک روحانی بیماری ہے۔ اصل فقر اِن روحانی بیماریوں سے بہت دور ہے۔ یا پھر ان میں عبادت، ریاضت، مرشد کی فرمانبرداری، خدا کی فرمانبرداری میں فرق پیدا ہو جاتا ہے، سو وہ فیض ضائع ہو جاتا ہے۔

لہٰذا جس فقیر سے فیض حاصل ہو اُس کی غلامی میں زندگی گزارنی چاہیے۔ ولی اللہ جس مقام پر بھی پہنچ جائے وہ اپنے مرشد کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اب داتا صاحب لاہور آئے اور وہ کس قدر بلند مقام کے حامل ولی اللہ ہیں، لیکن جب مرشد نے کہا کہ لاہور چلے جاؤ تو انہیں یہ نہیں پتا تھا کہ لاہور جانے کا مقصد کیا ہے۔ جب پہنچے تو پتا چلا کہ میرا پیر بھائی اب اِس دنیا میں نہیں رہا اور مرشد نے اُس کی جگہ مجھے تبلیغِ اسلام کے لیے بھیجا ہے۔ مرید درجات، تصرف، اور مقامات میں جس قدر بھی بلند ہو جائے وہ اپنے مرشد کے پاؤں کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر داتا صاحب لاہور آ کر یہ کہتے کہ اَب مجھے مرشد کی ضرورت نہیں، سب کچھ میں ہی ہوں، تو آج داتا صاحب کو کسی نے یاد کرنا تھا؟ اہلِ علم، اہلِ ظرف، درویش لوگ تو یہی کہتے ہیں: جب مرشد سے ہی منکر ہو گئے تو ایسی کرامت، ایسی فقیری کو ہم نے کیا کرنا ہے۔

میاں صاحب نے فرمایا: ”جس کاری گر گھڑا بنایا اوہ قیمت لیسی پوری“ یعنی جس نے اس مقام پر پہنچایا اُس کی غلامی میں بندہ ساری زندگی گزارے۔ آپ لوگ دیکھتے ہیں اِدھر کتنی دنیا آتی ہے، کتنا رش ہوتا ہے، لیکن میرا تصور ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ یہ سب مرشد کی عطا ہے، غوث پاک کی عطا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہم نے ہمیشہ مرشد کی عطا کا ہی

ذکر کیا، مرشد کی عطا میں ہی سب کچھ ہے، عطا نہ ہو تو کچھ نہیں ہوتا۔ اِس واسطے اپنی اصلیت، اپنے اصل مقصد اور اپنی منزل کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے، وہی نصب العین ہونا چاہیے۔ خدا کا قرب جنہیں حاصل ہوا غلامیٔ مرشد سے ہوا، مرشد کی غلامی کے بغیر کچھ حاصل نہیں۔ پرواز میں وہ بندہ کتنا ہی بلند ہو جائے، ذرا سی مرشد سے کوتاہی برتی تو اُس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کوئی چھت پر اندھیرے میں سیڑھی کے بغیر جانے کی کوشش کرے، ایک قدم رکھا تو منہ کے بل گرا، اِسی طرح روحانی طور پر اس کا سلسلہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اِس دور میں وہ لوگ بہت بڑی غلطی کرتے ہیں جو اپنے مرشد سے مقابلہ بازی کرتے ہیں، مرشد کی نافرمانی کرتے ہیں، مرشد کی حکم عدولی کرتے ہیں یا مرشد سے تکرار کرتے ہیں یا مرشد کا در چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک بندہ ہمارے پاس آیا، کہتا ہے: بیس سال سے آرہا ہوں چار سال سے بیعت ہوں لیکن فیض نہیں ہوا۔ میں نے کہا: تجھے ہم نے اپنی کسی مجلس، کسی محفل میں نہیں دیکھا، اپنی کسی ڈیوٹی میں نہیں دیکھا۔ یہ فیض تو محفل، مجلس، ڈیوٹی اور غلامی کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اُس نے پھر اپنا کوئی مدعا بیان کیا اور بولا: مرشد کو خبر ہی نہیں کہ مرید کس حال میں ہے؟ اگر گھر میں مرغی رکھو تو بھی گھر والوں کو خبر ہوتی ہے اور اُس کے دانہ پانی کا انتظام کرتے ہیں۔ میں نے کہا: بدتمیز! جو مرغی گھر رکھی جاتی ہے وہ گھر والوں کے کام کی مرغی ہوتی ہے، یہ انڈے دیتی ہے، اِس کا گوشت استعمال میں آتا ہے۔ اگر بیچو تو ہزار روپیہ قیمت ہے۔ وہ مرغی تو ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے۔ تو بیکار انسان کس کام کا ہے؟

میں نے پھر مثال دی: اگر ایک باغیچہ ہے اور اس میں پودے لگے ہیں، جس میں کچھ پھل دار اور کچھ ایسے درخت ہیں کہ جن کی لکڑی کام آتی ہے، ہمارے دیہات میں ایک ''اَک'' نامی پودہ ہوتا ہے، جس کی نہ لکڑی کام کی ہے اور نہ پتے؛ اگر اِس کے پتے جانور کھائیں تو وہ بیمار ہو جاتے ہیں، اگر اس کی لکڑی جلاؤ اور دھواں اندر چلا جائے تو ٹی بی کا مرض لگ جاتا ہے، وہ پھیپڑوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ سو جو بندہ بے کار اور فضول ہو، کوئی کام نہ

کرے، کمائی نہ کرے،ماں باپ کی خدمت نہ کرے وہ ماں باپ کے لیے بھی بے کار ہے۔

جہاں تک خبر یا فیض کی بات ہے تو ہماری ڈیوٹی اس دربار شریف میں یہی ہے کہ جو بندہ ادھر آئے اُس سے ملاقات کرتے ہیں، اُس کی سنتے ہیں اور آگے اللہ کی بارگاہ میں دعا کر دیتے ہیں۔ پھر آنے والے کے لیے روٹی کا انتظام، بستر کا انتظام، مسجد کا انتظام ہے، ذکر اذکار، روحانی بیماریاں ہر طرح سے اُسے دیکھتے ہیں۔ پیری مریدی یہی ہوتی ہے۔ جو چار چار سال کسی مقصد کی پروانہ کرے، ملاقات ہی نہ رکھے، اور پھر کہے کہ پیر کو خبر نہیں۔ پیر کو سب خبر ہوتی ہے مرید کو خبر نہیں۔ اب مجھ سے بولنے بھی نہیں ہو رہا، بڑی مشکل سے بول رہا ہوں، نزلہ زکام ہے۔ لوگ کہتے ہیں:

یا مجھ میں خطا ہے یا پیر ہی لا پرواہے

پیر کو سب پرواہوتی ہے۔ اُسے یہ پتا ہی نہیں مرغی اتنے کام کی چیز ہے ۲۰ انڈے رکھو تو بچے نکل آتے ہیں۔ انہیں پالو تو تب بھی خزانہ؛ چاہے کھاؤ، چاہے فروخت کرو۔ یہ بے کار انسان جو مرشد کی تابعداری بھی نہیں کرتا اور پھر شکوہ کرتا ہے۔ اگر شکوہ ہی کرنا ہے تو سب سے پہلے اللہ کے سامنے شکوہ کر جس نے پیدا کیا، جس کے حضور دن رات نمازیں پڑھتا ہے، اگر وہ نہیں دیتا تو مرشد کدھر سے دے؟ اگر اللہ تعالیٰ نہیں نوازتا اور ماں باپ کی دعائیں تمہارے کام نہیں آتیں تو مرشد کدھر سے دے؟ ہر حال میں مرشد کی تابعداری ضروری ہے۔ جو لوگ محنت نہیں کرتے، جو ملا اُس کی حفاظت نہیں کرتے تو چھ مہینے سال بعد عطائے مرشد بھی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ یہ دنیا اور نفس کے پجاری ہوتے ہیں، پھر کہتے ہیں: ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ حاصل کدھر سے ہو، تمہارے اندر خلوص ہی نہیں، عشق ہی نہیں، عقیدت ہی نہیں۔

اچھا اب وقت کم ہے نماز کی تیاری کرنی ہے۔

ملفوظ–۳

کیا نبی، صدیق، شہید، ولی اور عام لوگ برابر ہیں؟

مرشد کریم اپنے دونوں صاحبزادوں کے ہمراہ سن ۲۰۱۵ کو حج پر تشریف لے گئے، وہاں آپ کا قیام ۴۰ روز تھا۔ واپسی پر جب ہم آپ سے ملنے حاضر ہوئے تو بھری محفل میں آپ نے فرمایا:

ولی کو انعام ہے: لاخوف علیہم، صدیق کو سچائی کا اور نبی کو نبوت کا انعام ہے، اِس میں بندے کی محنت کام نہیں آتی، بندہ عاجز ہے، ہر وقت خود کو عاجز سمجھے۔ جس نے غلامی کی زندگی بسر کی وہ کامیاب ہوا۔ میں بندہ عاجز مسکین آپ کے سامنے ہوں۔ میں کون ہوں؟ مرشد کا غلام ہوں، بس۔ اُدھر اِدھر ہر وقت مرشد کا دھیان رہتا ہے۔ اب میں کتنی دیر سے اِدھر بیٹھا ہوں، آنکھیں بند تھیں، لوگ ہاتھ پیر دبا رہے تھے لیکن ہمارا دھیان مرشد کی طرف تھا، ہمیں تو پتا ہی نہیں چلا۔ دنیا میں بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں لیکن جن کا دھیان مرشد کی طرف ہو تو قبر میں بھی دھیان مرشد کی طرف ہی ہو گا۔ مرشد کے بغیر کوئی کہانی نہیں۔ آج کل لوگ دنیا کے مال کو اہمیت دیتے ہیں لیکن اِس دنیا میں تو ہم لوگ اپنی نجات اور بخشش کے لیے آئے ہیں۔

نگاہِ مرشد سے ہی بیڑا پار ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی نہیں جانتا تھا، عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو کون جانتا تھا؟ جب حضرت عمر پر خلافت کی ذمہ داری آئی تو رو پڑے۔ فرمانے لگے: والد صاحب کہتے تھے: تجھے اونٹ بھی چرانے نہیں آتے اور آج دنیا کی حکومت، خلافت میرے سر ہے۔ وہ کون تھے؟ غلام تھے، اور آج دنیا ان کا نام لیتی ہے۔

صبح اِدھر بیٹھے تھے کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ حکومت کو حج کا بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے، اتنی دنیا جاتی ہے۔ کیوں جاتی ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبے کو بھی عزت اور شرف بخشا، دورانِ نماز اللہ تعالی نے فرمایا: منہ اِدھر کر لو۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے آپؐ کی سچی غلامی کی، دینِ اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک

پہنچایا۔ یہ سب غلامی کی وجہ سے ہے، جن لوگوں نے سچے دل سے غلامی اختیار کی وہ کامیاب ہوئے۔ سو ہر حال ہر دم مرشد کی یاد میں رہو۔

دنیا میں غفلت پیدا کرنے والی لاتعداد چیزیں ہیں، بس یاد رکھو کہ زندگی ایک دفعہ ہی ہے، یہاں دوبارہ کسی نے نہیں آنا۔ اگر یہ زندگی جھوٹ، فریب تکبر، انا اور مکر میں گزار دی تو واپس نہیں ملنے والی۔ یہ ایک دفعہ کی زندگی ہے مرشد کی غلامی میں گزار دو فائدے میں رہو گے۔ مرشد یہ نہیں کہتا کہ کچھ نہ کھاؤ، بلکہ کھاؤ پیؤ، اللہ رسول کو یاد کرو، اور غلامی کا جو طوق گلے میں پڑ گیا ہے اُسے مت اتارو، ورنہ بچت مشکل ہے۔ جو غلامی سے نکل گیا اس کے لیے تباہی ہے؛ اگلے جہان تباہی ہے۔ اللہ تعالی نے صاف فرمایا: ''انعام یافتہ لوگ۔'' جن کے پاس بہت دولت ہے وہ کہتے ہیں: سب بندے برابر ہیں۔ دنیا میں افسر کی مثال دیکھو، کسی جج کی عدالت میں جا کر اُس کے برابر نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر اُس سے پوچھو تو جج کیسے بنا؟ وہ کہے گا: میں نے ڈگری حاصل کی، امتحان دیا، پاس ہوا۔ اگر دنیا کی چار جماعتیں پڑھنے والا اپنے برابر کسی کو نہیں بٹھاتا تو وہ نبی جن کو ڈگری خدا تعالی دے دے، ہم ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیا ہو سکتے ہیں؟ نبوت مل جانا بہت بڑی ڈگری ہے۔

اب دولت مندوں کی مثال دیکھو، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ جس کے پاس دنیا کی دولت ہے کیا وہ شہنشاہِ بغداد کے برابر ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا پھر آپ لوگ کیوں دنیا داروں کی باتیں کرتے ہیں؟ اگر برابر نہیں ہیں تو پھر اللہ والوں کی باتیں کرو ناں! کیا دولت مند تمہیں دولت دیں گے؟ یا اگر دولت مند کے پاس جاؤ گے تو کیا وہ تمہیں کچھ دے گا؟ دنیا والوں کے پیچھے کیوں جاتے ہو؟ اللہ والوں کے پیچھے جاؤ گے تو اللہ کی محبت کا درس ملے گا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ملے گا اور یہی بیڑا پار کرے گا۔

پھر نبیوں کے سردار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت بڑا درجہ ہے۔ کوئی اِس درجے کی شان بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھی اللہ نے فرمایا کہ تم سب نبی پاک پر ایمان لاؤ، لہذا وہ سب ایمان لائے۔ اگر اس دنیا میں کوئی نبی پاک □ پر ایمان

نہیں رکھتا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اب دیکھو سردار تو بعد میں آرہے ہیں لیکن عالم ارواح میں اللہ تعالی نے سب انبیا کی ارواح کو جمع کیا کہ یہ محبوبِ ربُ العالمین ہیں جب یہ دنیا میں آئیں تو آپ سب نے اِن پر ایمان لانا ہے اُن کی مدد کرنی ہے۔ سب انبیا نے آمین کہا۔

میں سوچتا رہا نبی پاک ﷺ تو بعد میں آئے، پہلے آنے والے غلاموں نے کیا مدد کرنی ہے؟ میرے خیال میں یہ بات آئی کہ تم پہلے آؤ گے اور تمہیں نبوت کا شرف ملے گا لیکن تم سب ان کی غلامی میں رہنا، غلامی سے باہر نہیں نکلنا؛ یہ مدد ہے۔ اس لیے پہلے نبی آپؐ کی غلامی میں رہے اور بشارتیں دیتے رہے کہ رسول پاک ﷺ بعد میں آئیں گے۔

موسی علیہ السلام بار بار تذکرہ کرتے رہے، یا ربِ جلیل! مجھے حضور اکرم ﷺ کا امتی بنادے۔ پہلے کہا: میری امت کو حضور ﷺ کی امت جیسا بنادے۔ اللہ نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا: مجھے امتی ہی بنا دے۔ جب موسی علیہ السلام کا آخری وقت آیا اور عزرائیل علیہ السلام آئے اور روح قبض کرنے لگے۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ فرمایا روح قبض کرنے آیا ہوں، آپ نے ایک تھپڑ لگایا۔ کئی لوگ کہتے ہیں آنکھ نکل گئی اور وہ اللہ پاک کے پاس واپس چلے گئے۔ اللہ پاک سے عرض کی یا رب العالمین! میں موسی علیہ السلام کی روح نکالنے گیا تھا تو انہوں نے مجھے تھپڑ لگایا اور میری آنکھ بھی نکل گئی۔ اللہ تعالی نے کہا: جاؤ اور موسی علیہ السلام سے کہو! اے پیغمبر! اگر موت کا ڈر ہے تو گائے پر ہاتھ رکھو، آپ کے ہاتھ میں جتنے بال آئیں گے میں اتنے سال عمر بڑھا دیتا ہوں۔ حضرت موسی نے پوچھا اس کے بعد کیا ہو گا۔ فرمایا: اُس کے بعد پھر موت آنی ہے۔

آپ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا: یہ موت کا ڈر نہیں بلکہ تجھے ادب سکھایا ہے، جب نبی کی بارگاہ میں آؤ، سلام کرو، اجازت لو: اے اللہ کے نبی! موت کا وقت قریب ہے ہم آپ کی روح لینے آئے ہیں، اجازت ہے؟ میں نے تجھے اس لیے ادب سکھایا کہ اے عزرائیل! تو میرے پاس آکر کہتا ہے روح نکالنے آیا ہوں، تو کل رسول پاک ﷺ کی

بارگاہ میں بھی اِسی طرح جائے گا؟ جب ان کی بارگاہ میں جانا تو پہلے سلام عرض کرنا، یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کا حکم ہے، اگر آپؐ کی اجازت ہو تو روح قبض کرنی ہے۔ یہ ادب سکھایا۔

کیا نبی اور ولی برابر ہو سکتے ہیں؟ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نبوت کا درجہ اللہ کی طرف سے بہت بڑا اعزاز ہے، پھر صدیق ہیں، صدیق کون ہیں؟ نبیوں کے سچے غلام، جنہوں نے ہر حال میں سچائی کا دامن تھامے رکھا۔ اِس امت میں یہ لقب حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔

پہلے دور میں جو لوگ نبیوں پر ایمان لاتے تھے اللہ تعالی انہیں بخش دیتا تھا، لیکن جو لوگ ایمان نہ لائے اور نبیوں پر اعتراض کرتے رہے تو کیا اُن کی بخشش ہوئی؟ نوح علیہ السلام کے وقت بھی وہی لوگ تباہ و برباد ہوئے، کشتی میں تو غلام بیٹھے۔ موسی علیہ السلام کے وقت بھی غلام پار چلے گئے اور منکرین غرق ہوئے۔ جنہوں نے غلامی کا دامن چھوڑا کیا ان کی مغفرت ہوئی؟ نہیں ہوئی۔

صدیق اللہ تعالی کی طرف سے ایک اعزاز ہے، کیا صدیق اور عام لوگ برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر شہید جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے کہ وہ موت کے بعد بھی زندہ ہے، شہید اور عام بندہ کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟ اِسی طرح اللہ کے ولی اور دوست جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: "لا خوف علیھم" انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا۔ کیا اللہ کے دوست اور عام لوگ برابر ہیں؟ یہ تو کہتے ہیں کہ سب برابر ہیں۔ دنیا کے بادشاہوں اور امیروں کو دیکھو جن کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ ان کے باتھ روم سونے کے بنے ہیں۔ کیا دنیا کے مال دار ایک شہید یا ولی کی برابری کر سکتے ہیں؟ نہیں کر سکتے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ لیکن کئی اولیا اللہ کا فیضان ان کے دنیا سے جانے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ داتا صاحب کے دربار پر دن رات سبیل لگی ہے، لنگر جاری ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپ سب کو سچی غلامی عطا فرمائے، آمین۔

ملفوظ–۴

لا دین لمن لا عہد لہ

مرشِد نے فرمایا: دنیا میں آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ ظاہری طور پر لوگ بڑے متّقی پرہیز گار ہوتے ہیں، ظاہری نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں، نفلی عبادات کی بھی کثرت ہوتی ہے، لیکن اگر کسی جگہ ان کی آزمائش آجائے تو اِس طرح ڈگمگا جاتے ہیں کہ اپنا دین مذہب، قول اقرار ہر چیز بھول جاتے ہیں اور دوسرے بندے کو گناہ گار، خطا کار ٹھہراتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کی عبادتیں، ریاضتیں اور علم نہ دیکھو، بلکہ دیکھو کہ یہ اپنے وعدے کا بھی پورا ہے؟ لا دین لمن لا عہد لہ، جو وعدہ پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ یہ مسلمانوں کے لیے ارشاد ہے، امتیوں کے لیے ارشاد ہے، کہ اول تو وعدہ نہ کرو اور اگر وعدہ کرو تو اسے نبھانے کی پوری کوشش کرو۔ اگر کوئی بوجھ نہ اٹھا سکو تو معذرت کرو، الٹا دوسرے پر بہتان نہ لگاؤ کہ پہلے خود وعدہ خلافی کرے اور دوسرے پر بہتان لگائے کہ اس بندے نے قول اور اقرار پورا نہیں کیا۔

ہم دنیا پر بڑے حیران ہوتے ہیں، ہم نے بڑے بڑے ایسے لوگ اس دنیا میں دیکھے ہیں کہ ظاہری طور پر یہی لگتا ہے کہ یہ خدا کے بہت برگزیدہ ہیں، دنیا کا مال بھی ان کے پاس ہوتا ہے، سب کچھ ہوتے ہوئے اگر اللہ کی راہ میں کچھ خرچنا پڑ جائے یا کسی مستحق کی مدد امداد کرنا پڑ جائے تو ان کے لیے ایسے ہوتا ہے جیسا کہ بہت بڑی پریشانی بن گئی ہو۔ کسی شخص کا تقوی اور پرہیز گاری تو اس کے اپنے لیے ہے لیکن جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اسے بڑا اعزاز حاصل ہوتا ہے اور یہی مخلوقِ خدا کی خدمت ہے۔ ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپؐ کے ساتھ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مانگ لو آج کیا مانگنا چاہتی ہو؟ حضرت عائشہ بولیں مجھے مہلت دیں میں اپنے والد صاحب سے مشورہ کر کے بتاؤں گی۔ مائی صاحبہ نے اپنے ابا جان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: مجھے اپنے رازوں میں سے کوئی راز

عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مخلوق خدا کا دل راضی رکھو۔ مائی صاحبہ نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مخلوق خدا کا دل راضی رکھو، یہ بہت اجر کا کام ہے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر زار و قطار رونے لگے۔ پوچھا: کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کو مخلوق خدا کا دل راضی رکھنا بہت پسند ہے، میں اِس لیے رو رہا ہوں کہ اگر ہم اللہ کے کسی بندے کو ناراض کریں یا اسے تکلیف پہنچائیں تو اس کا عذاب کتنا عظیم ہو گا۔ میں اس عذاب کو سوچ کر خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ یعنی اگر ہم کسی کا دل دکھائیں گے تو اس کا بہت بڑا عذاب ہو گا۔

بہت سارے لوگ اپنی بات چیت، گفتار، اٹھنا بیٹھنا، ان باتوں پر تو دھیان ہی نہیں دیتے کہ ہم ناحق کسی کا دل دکھا رہے ہیں۔ خاندانی معاملات میں، کاروباری معاملات میں، یا بات چیت میں کسی کا دل دکھاتے ہیں یا کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں، مثلاً کسی سے کسی دوسرے کے متعلق گفتگو کرتے ہیں یا کسی کے بچے، بھائی یا دوست کو گمراہ کرنا، یا کسی کو کسی کی دشمنی پر ابھارنا یا کسی کی غیبت کرنا، جب اسے پتا لگتا ہے تو اس کا کتنا دل دکھتا ہے۔

ہم مکہ مکرمہ میں موجود تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا، ہم نے حسب توفیق اس کا جواب دے دیا۔ ہمارے ساتھی کہنے لگے: یہ بندہ غلط عقائد کا مالک ہے، اس کے عقائد درست نہیں۔ اس وقت ہم نے عرض کی یہ عقائد کی بات نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ: اگر کسی ہندو سکھ عیسائی، غیر مسلم کے ساتھ سڑک پر کوئی حادثہ ہو جائے تو کیا آپ لوگ اس کی مدد کرو گے یا نہیں؟ اگر مدد نہیں کرو گے تو انسانی ہمدردی کے تحت مجرم ٹھہرو گے۔ اگر کوئی بندہ آگ میں جل رہا ہے یا اُس کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے تو اسے ہسپتال لے جانا اس کی مرہم پٹی کرنا دوسرے انسان پر فرض نہیں؟۔ نبی پاک ﷺ نے یہاں عقائد کا ذکر نہیں فرمایا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں نے بھی دنیا کا اتار چڑھاؤ دیکھا ہے،

بڑے بڑے اہل علم لوگوں سے واسطہ پڑا ہے، جو ظاہری طور پر اہلِ تصوف معلوم ہوتے ہیں یا جن کی ظاہری گفتگو سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ خدا کے بہت برگزیدہ بندوں میں سے ہیں، لیکن جب ان سے واسطہ پڑا تو ایسا محسوس ہوا کہ ان جیسا وعدہ خلاف کوئی ہے ہی نہیں۔ کسی انسان کی پہچان اس کے ساتھ سفر میں ہوتی ہے، سفر کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ بندہ کن اخلاق کا مالک ہے۔ ویسے عام ملاقات یا بات چیت سے اتنا پتا نہیں لگتا، لیکن سفر میں ہی اصل پتا لگتا ہے کہ یہ بندہ کیسا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے تو آپ کے پاس کوئی بندہ آیا، کسی نے کہا کہ یہ بہت اچھا شخص ہے۔ آپ نے اس بات پر غصہ کیا، پوچھا: کیا تو نے اِس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ اگر تو نے سفر بھی نہیں کیا تو کس طرح تو کہہ سکتا ہے کہ یہ اچھا شخص ہے؟ سو دوران سفر ہی لوگوں کا پتا چلتا ہے۔

اِس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی بد اخلاقی اور روحانی کمزوریوں کو دور کیا جائے۔ بندے میں کیا روحانی کمزوریاں ہیں؟ جب بندہ کسی ولی اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اسے پیار محبت اور اچھے اخلاق کا درس ملتا ہے، تکبر، غرور، جھوٹ فریب اور اس قسم کی اخلاقی برائیوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس بھی اسی چیز کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ وقت کے حاکم تھے، لیکن آپ نے بادشاہت ٹھکرا کر اللہ کی رضا میں زندگی گزاری، تزکیہ نفس اختیار کیا۔ اب بندے کو جن چیزوں پر عبور اور اختیار ہے وہ ان کا بادشاہ ہے، مثلاً تکبر کا بادشاہ، غرور کا بادشاہ، جھوٹ کا بادشاہ، یہ سب بادشاہتیں انسان کو میسر ہیں، سو وہ جو جو بادشاہت چھوڑتا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالی کے نزدیک ہوتا جائے گا۔ آج ہر شخص کو جھوٹ پر دسترس ہے، بولنا چاہے تو بول سکتا ہے، اگر نہیں بولے گا، توبہ کرے گا کہ میں نے جھوٹ چھوڑ دیا تو سمجھو اس نے جھوٹ کی بادشاہی چھوڑ دی۔ تکبر، بد اخلاقی، غرور، فریب، بندے کے اندر جو جو اخلاقی برائیاں ہیں اِن سب پر اُس کو اختیار ہے، جو جو اختیارات چھوڑتا جائے گا تو اس کے حق میں یہی بادشاہتیں تھیں جو اس نے چھوڑ دیں۔ ابراہیم بن ادہم تو ملک کے بادشاہ تھے، انہوں نے ملک اور نفس دونوں بادشاہتوں کو

چھوڑ کر خدا کی محبت حاصل کی۔ اب ہر بندہ تو ملک کا بادشاہ نہیں ہوتا، لیکن ہر بندے کو اپنی ذات پر اختیار ہے، اِسے اچھا اور بُرا راستہ دکھایا گیا کہ اچھا راستہ اختیار کرو گے تو اِس کا یہ طریقہ کار ہے؛ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا، یا اولیا اللہ نے اختیار کیا۔ اگر بُرے راستے پر چلو گے تو برا راستہ دکھانے والے اس راہ پر چلانے والے شیطانی لوگ بھی مل جاتے ہیں۔ بندہ جو جو برائی ترک کرتا جاتا ہے سمجھو اِس برائی پر اس کی حکومت ختم ہوتی جاتی ہے۔ جوں جوں وہ توبہ کرتا ہے اسے اللہ تعالی کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

دنیا میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ظاہری طور پر اچھائی کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے لیکن جب اُن کی صحبت رکھو، سفر کرو، ان کے پاس اٹھو بیٹھو تو اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ حق اور سچ کی پہچان کے لیے واحد حل مرشدِ کامل کی بارگاہ میں جانا اور صحبت حاصل کرنا ہے، جو لوگ اپنی تمام عمر مرشد کی فرمانبرداری میں گزارتے ہیں وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اب بندہ ساری عمر ماں باپ کی خدمت کرے لیکن ایک مرتبہ ماں باپ کو گالی دے دے تو وہ ساری خدمت ضائع ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ یا کسی موقع پر ماں باپ سے لڑائی جھگڑا ہو اور انہیں برا بھلا کہہ دے تو ساری عمر کی کمائی خطرے میں پڑ جاتی ہے، لیکن یہ علیحدہ بات ہے اگر ماں باپ معاف کر دیں۔ اسی طرح پیر و مرشد کی ذات ہے کہ اگر بندہ تمام عمر ان کی فرمانبرداری میں گزارے تو تبھی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

مرشد کی نگاہ اور دعا ہوتی ہے کہ بندہ جدھر جاتا ہے اُس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں پر احسان ہوا، مرشد نے کرم نوازی کی، اُن کو روانہ کیا اور اللہ تعالی کی نعمتیں اِس میں شامل ہوئیں تو انہوں نے ساری عمر مرشد کی غلامی کی۔ اگر کوئی بڑی سے بڑی ہستی بھی مرشد کی غلامی سے انکار کرے تو سب کچھ چلا جاتا ہے۔

حضرت شیخ صنان[1] رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ تھے، انہوں نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی غوثیت کو ماننے سے انکار کیا تو اُس دور میں مردودِ طریقت ہوئے، بعد میں معافی

---

[1] ان کا نام سین سے شیخ سنان بھی لکھا گیا ہے۔

تلافی ہوئی تو اپنے اصل مقام پر پہنچے۔ جو مرشد کا انکار کرتا ہے تو وہ مردودِ طریقت اور شیطان کے دوستوں میں شامل ہو جاتا ہے، چاہے اُسے کتنا ہی مال و دولت اور رزق مل رہا ہو۔ مال و دولت تو یہودیوں، نصرانیوں کو بھی ملتا ہے، تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ جس کے پاس دنیا کی دولت زیادہ ہے وہ خدا کے زیادہ قریب ہے؟ نہیں۔ خدا کے نزدیک وہی ہے جس نے مرشد کی سچی غلامی اور فرمانبرداری اختیار کی۔ اگر دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھو گے تو یہی نظر آئے گا کہ ہر ولی نے کسی نا کسی مرشدِ کامل کی غلامی میں رہ کر مقام ولایت حاصل کیا۔ ہر ولی نے کسی نا کسی مرشد کامل کی غلامی میں رہ کر زندگی بسر کی ہے تبھی وہ خدا کے قرب میں پہنچے۔ بے شک اللہ تعالی اپنے بندوں کو دوستی کا شرف عطا فرماتا ہے لیکن کوئی بندہ چاہے وہ صحابی ہو، تابعی ہو، اولیا میں سے ہو، صالحین میں سے یا صدیقین میں سے، سوائے انبیا کے کوئی ایسا نہیں جسے دنیا میں کسی کی غلامی کا شرف نہ حاصل ہوا ہو۔ پھر جب اسے غلام بنا کر مہر لگائی گئی تو وہ خلفائے راشدین جیسے منصب پر سرفراز ہوئے، وہ بھی غلام ہی تھے۔

اِسی طرح ہر نبی کے دور میں دیکھ لو، موسی علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام، یوشع بن نون دیکھ لو۔ عیسی علیہ السلام کے ساتھ اصحاب کہف کا واقعہ ہے، وہ بھی غلام تھے۔ نوح علیہ السلام کی کشتی میں جو سوار ہوئے وہ بھی غلام تھے، سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں آصف بن برخیا بھی غلام تھے۔ دنیا میں کوئی شخص اس وقت تک خدا کی قربت حاصل نہیں کر سکا جب تک کہ اُس نے کسی بزرگ کی غلامی میں رہ کر اپنی زندگی بسر نہ کی ہو۔ اور یہ سب تبھی حاصل ہوتا ہے جب بندہ کسی بزرگ ولی کامل کی بارگاہ میں آنا جانا رکھے، صحبت اختیار کرے۔ "الصحبة مؤثرة" صحبت کا بہت اثر ہے۔ میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں:

ے صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں

یہاں آپ نے فرض نمازوں کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ فرض ضروری ہیں لیکن یہ نوافل سے افضل ہے، اس وقت تک کوئی چیز عملی طور پر حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ

اسے عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اگر خدا کی سچی محبت حاصل کرنی ہے تو کسی اللہ کی محبت والے سے رابطہ ضروری ہے اور وہ پھر خدا کی محبت تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ سب کو رب کی پہچان کی توفیق عطا فرمائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں داتا صاحب کی کتاب کشف المحجوب پڑھو تو بے مرشد کو مرشد مل جاتا ہے۔ میں نے آزمانے کے لیے یہ کتاب دو دفعہ پڑھی، اور مجھے سمجھ آیا کہ مرشد ملے نہ ملے اِس سے مرشد کی پہچان ہو جاتی ہے۔ داتا صاحب کے دور میں بھی بعض لوگ تصوف کا ظاہری لبادہ اوڑھے بیٹھے تھے۔ اس لیے داتا صاحب کی کتاب پڑھنے سے پتا لگا کہ جسے صحیح صوفی نہ مل رہا ہو وہ یہ پڑھے تو اسے صحیح صوفی کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ پتا چلا کہ اللہ والوں کی پہچان سب سے مشکل ہے، ہر بندہ نہیں پہچان سکتا۔

میں نے حرم شریف اور مدینہ شریف میں کئی بندے دیکھے کہ گفتگو اور مسئلے مسائل میں بڑا عبور ہوتا ہے لیکن ان کے عمل سے پتا چلتا ہے کہ یہ کسی صوفی کی صحبت سے دور ہیں۔ صحبت کی مثال رنگائی جیسی ہے، یہ کسی رنگ ساز کا کام ہی ہوتا ہے۔ بندے کو اُس وقت تک رنگ نہیں چڑھتا جب تک کہ اس پر کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ اللہ کے دوست ہر ولی پر اللہ کے کسی نہ کسی ولی کی نگاہ ہوتی ہے، تبھی وہ مقام ولایت پر پہنچتا ہے۔ اچھا جی اب اللہ کے سپرد۔

ملفوظ–۵

خلافت کی ترتیب

مرشد نے فرمایا: خلافت کی ترتیب صحابہ کے انتخاب پر مبنی ہے، یہ نبی پاک ﷺ کی طرف سے وصیت کی گئی ترتیب نہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ خلافت ۳۰ سال ہے۔ وہ عرصہ امام حسن علیہ السلام کے چھ ماہ شامل کرنے پر مکمل ہوتا ہے۔ لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ ترتیب باطنی طور پر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بنائی گئی ہے،

کیونکہ نبی پاک ﷺ نے کسی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان چار خلفا میں سے دو آپؐ کے سسر ہیں اور دو داماد ہیں۔ اگر حضورؐ کسی کا انتخاب کرتے تو امت کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا کہ آپؐ کا اپنا بیٹا نہیں تھا لہذا سسر کے سپرد کر گئے، جس طرح آج کل اگر کسی کا بیٹا نہ ہو تو وہ اپنے چچا، ماموں، بھتیجے کے سپرد گدی کر جاتے ہیں۔

لہذا یہ ترتیب اللہ کی بنائی ہوئی ہے، بیشک سسر کا مقام بہت بڑا ہے، پہلے دو سسر آئے اور پھر دو داماد آئے، اور آخر میں نواسے امام حسن آئے اور یوں ۳۰ سال پورے ہوئے۔ پھر میں اِس خلافت سے اس وجہ سے بھی بہت متاثر ہوا کہ اِن سب کو برابر کا حق مل گیا۔ اگر حضرت علی پہلے خلیفہ بن جاتے تو باقی تینوں کا نمبر نہ آتا۔ اِس لیے عمر کے حساب سے چاروں خلیفہ بنے کہ سب کو خلافت نصیب ہوئی۔ چاہے کوئی شہید ہوا، یا طبعی موت نصیب ہوئی لیکن مومن کا عقیدہ یہی ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے، چاہے کوئی آسمانی بجلی سے مرے یا کسی حادثے کا شکار ہو۔ اس طرح نبی پاک ﷺ نے اپنا کوئی جانشین مقرر نہیں کیا۔ اگر آپؐ کوئی جانشین مقرر کر جاتے تو قیامت تک یہ بات کہی جاتی کہ تمہارے نبی نے بھی تو اپنے سسر کو منتخب کیا تھا اگر ہم نے کر دیا تو کیا ہو گیا، جیسا کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید کو مقرر کیا۔

عمومی طور پر بنو امیہ کے جتنے خلفا ہوئے وہ اہل بیت سے نفرت کا اظہار ہی کرتے رہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اِس سے بَری ہیں۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی تو خود اہل بیت میں شامل ہیں۔

خیر خلفا راشدین ہوں یا صحابہ کرام، اِن کے آپس کے معاملات میں چھیڑ چھاڑ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اصل چیز اصلاحِ نفس ہے، قلب و روح اور نفس کی اصلاح ہی زندگی کا اصل مقصد اور مفہوم ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

تو گھڑی سنبھال تینوں چور نال کی   تو اپنی نباہ تینوں ہور نال کی

ان باتوں میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں، جبکہ بندے کو ارکانِ وضو، نماز، غسل، اور فرائض کا ہی علم نہ ہو، اُن پر عمل ہی نہ ہو۔

واقعہ کربلا ایسا موضوع ہے کہ صوفیا نے اس پر بات نہیں کی، شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری فتوحات مکیہ میں اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مرشد نے فرمایا: یہ ایسا موضوع ہے، میرے خیال میں حضرت غوث پاک نے بھی اس پر زیادہ بات نہیں کی، خاموشی اختیار کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر بیان کی فرائض میں کوئی خاص ضرورت نہیں کہ اس کے بیان سے فرائض کی درستگی ہو۔ لیکن یزید کا یہ عمل اور فعل اچھا نہیں گردانا اور اُس سے برأت کا اظہار کیا۔ چونکہ یہ سب طریقت کے سرداروں میں سے تھے تو انہوں نے سوچا کہ اب چونکہ اس سے یہ غلطی ہو گئی ہے اور اس کا ذکر کرنا بھی غیبت کے زمرے میں آتا ہے۔ اسی واسطے ان لوگوں نے خاموشی اختیار کی اور اپنے آباؤ اجداد پر ڈھائے گئے مظالم پر صبر کا دامن تھامے رکھا، اور یہی صبر ان کے درجات میں بلندی کا باعث بنا۔

دیکھیں ہم تو چودہ سو سال بعد کے لوگ ہیں، اگر کوئی پڑھا لکھا بندہ ہو، چاہے دنیا دار ہو یا درویش، اگر ان کے دادا پڑ دادا یا والدین کے ساتھ خاندان والوں کی طرف سے کوئی زیادتی ہو جائے تو حتی الامکان ہماری اور آپ کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اِس بات کو عوام تک نہ پہنچایا جائے، پردے میں رکھا جائے، تاکہ عوام کے دل میں کسی قسم کا بغض اور مخالفت یا ہماری حمایت کے جذبات جنم نہ لیں۔ اگر دیکھا جائے تو ہم اور آپ بھی مصلحت کے تحت خاموش رہتے ہیں، سو اللہ اور اُس کے رسول کے برگزیدہ لوگ اگر اِس بارے میں خاموشی اختیار کر لیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔

واقعہ کربلا سے متعلق ایک مشاہدہ

آج بیٹھے ہوئے اسی واقعہ سے متعلق حضور سید لعل حسین شاہ صاحب کی کرامت یاد

آ گئی۔ اس کرامت کا عینی شاہد ایک بندہ آج بھی موجود ہے: مولوی نیاز صاحب لاہور والے۔ اب ان کی عمر اَسی برس سے متجاوز ہے، اُس مجلس کے باقی لوگوں کا علم نہیں، تقریبا سبھی وفات پا گئے۔ سرکار ایک واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آپ کا ایک پڑھا لکھا مرید نیک محمد واقعہ کربلا کے بارے میں متزلزل رہتا تھا۔ اُس نے عرض کی: حضور! واقعہ کربلا کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ جب آپ نے بیان شروع کیا تو نیک محمد نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیا، اس نے بہت شور ڈالا، لوگ اس کو پکڑیں اور وہ قابو میں نہ آئے۔ آپ نے بیان ترک کر دیا کہ یہاں تو چیخ وپکار شروع ہو گئی ہے۔ بعد میں جب نیک محمد سے پوچھا گیا تو بولا: جس وقت حضور نے واقعہ کربلا بیان کرنا شروع کیا، حالانکہ میں اس واقعے کے بارے میں کشمکش میں رہتا تھا لیکن جب آنکھ کھولی تو میرے سامنے کربلا کا میدان تھا۔ میں نے اس واقعہ کے چند مشاہد اپنی ان آنکھوں سے دیکھے، اسی لیے میری چیخیں نکل گئیں۔ تو یہ ہیں صاحبِ باطن لوگ، جب یہ کوئی گفتگو کرتے ہیں تو سامنے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ ارشاد فرماتے ہیں: علم کی تختی ہر وقت میرے سامنے رہتی ہے۔ جس وقت میں کچھ بیان کرتا ہوں تو میں تختی دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی کم عمر لڑکے کی ایک عورت سے شادی ہوئی اور اسی رات کسی وجہ سے دونوں میں بہت لڑائی جھگڑا اور اختلاف ہو گیا۔ دو تین دن وہ لڑکا اس عورت کے نزدیک نہیں گیا یا عورت اسے نزدیک نہ آنے دے۔ یہ معاملہ حضرت علی کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کریم نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا: تم دونوں جو شادی کے بعد بھی نہیں مل سکے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے، اور اللہ پاک نے تیرے بیٹے کو اِس فعل سے بچا لیا ہے۔ وہ حیران پریشان ہوئی کہ یہ میرا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یاد کر تو نے عمر کے فلاں دور میں فلاں شخص کے ساتھ بدکاری کی تھی جس سے حمل ٹھہر گیا، تجھ سے وہ حمل ضائع نہ ہو سکا، اور کرتے کرتے وقتِ مقرر پر تیرا ایک بیٹا ہوا۔ اور تو لوگوں سے چھپتے چھپاتے وہ بچہ فلاں مقام پر چھوڑ آئی۔ جب تو واپس مڑی تو کوئی جانور

ادھر آگیا اور جب اس بچے کو اٹھانے لگا تو تیری نظر پڑ گئی، تیری مامتا جاگی اور تو نے فوراً پتھر اٹھا کر اس جانور کو مارا جو اِس بچے کی پیشانی پر جا لگا، اور اس پتھر کا نشان اس بچے کی پیشانی پر نقش ہو گیا۔ بعد میں ایک قافلہ گزرا انہوں نے اسے اٹھا لیا، جب یہ جوان ہوا اور پھرتے پھراتے تیرے پاس پہنچا تو تمہارا نکاح ہوا۔ آپ نے کہا اتار پگڑی، جب پگڑی اتاری تو اس پتھر کا نشان موجود تھا۔ اس عورت کو کہا: کیا تیرا بچہ ہوا تھا؟ وہ مان گئی فرمایا: یہ وہی بچہ ہے۔

یہ واقعہ اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کریم علم کی تختی سامنے دیکھ کر بیان کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھی۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے: میں علم کا شہر ہوں، اور علی اس کا دروازہ ہے۔ کیا آپ لوگوں نے اس حدیث پاک پر تحقیق کی ہے، اِس کو سمجھا ہے؟ اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ کا جب ذکر آتا تو نبی پاک ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر آپ کو آواز دیتے یا تذکرہ فرماتے، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اگر ہم بیان کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا لیں حضور ﷺ اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ علم کے شہر سے ظاہری اور باطنی کوئی علم پوشیدہ نہیں۔ علم دو ہیں: ایک ظاہری علم ایک باطنی علم۔ ظاہری علم میں دنیا کے تمام ظاہری علوم آ جاتے ہیں۔ جبکہ علومِ باطن اللہ کے راز ہیں۔ اس باطن کے آگے مزید مراتب ہیں، کوئی نچلے درجے کا، کوئی اعلیٰ درجے کا، لیکن علم باطن کی کوئی انتہا نہیں۔ نبی پاک ﷺ علم باطن کے بھی بادشاہ ہیں، آپؐ نے کئی مقامات پر خاموشی اختیار کی اور عوام کو تمام حقائق پر مطلع نہیں کیا۔ مثلاً اگر کسی شخص کا مکان ہو اور اس میں کچھ اشیا پڑی ہوں، باہر تالا لگا ہو اور اس کے پاس چابی ہو تو وہ ان چیزوں کی حفاظت کرتا ہے، ان میں خیانت نہیں کرتا۔

حضرت علی کے بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ بڑے بڑے مسائل جو کسی سے حل نہ ہوتے تھے آپ وہ فوراً حل کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب کے دور میں آپ کے سامنے ایک مقدمہ آ گیا جس میں ایک سیاہ عورت اور سیاہ مرد آپس میں جھگڑ رہے

تھے۔ مرد نے مقدمہ دائر کیا کہ سیاہ ہی پودا ہے، سیاہ باغ ہے، سیاہ بیج ہے تو پھل سرخ کیسے آگیا؟ اس نے کہا: ہم دونوں سیاہ میاں بیوی ہیں ہمارا یہ بچہ سرخ رنگت والا کیسے ہو گیا؟ یہ میرا بچہ نہیں، میری بیوی بدکار ہے اس نے غلط فعل کیا ہے۔ بڑی تحقیق کے بعد حضرت عمر نے اس عورت کو کوڑوں کی سزا دے دی۔ جب سزا دینے کے لیے جا رہے تھے تو حضرت علی آگئے پوچھا: یہ کیا شور ہے؟ آپ نے ساری داستان سنائی اور اپنا فیصلہ بھی بتایا۔ حضرت علی نے کہا: رک جائیں اور دونوں کو بلوایا۔ اس مرد کو کہا یہ تیرا بیٹا ہی ہے، اور تیری عورت پاک باز اور پاک دامن ہے۔ تو جانتا ہے کہ جب تو نے اپنی عورت سے ہم بستری کی اس وقت یہ عورت حیض کی حالت میں تھی، تو اس حالت میں اس سے ملا لہذا نطفے میں سرخ خون شامل ہو گیا اور اس تاثیر سے بچہ سرخ ہو گیا۔ اسے یاد آگیا اور یہ مسئلہ حل ہوا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عمر کچھ نہیں جانتے تھے، آپ بھی ولی کامل تھے، لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ کسی دوسرے کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالی اس سے مسئلہ حل کرواتے ہیں۔ اب حضرت عمر یہی فرماتے رہے کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ اسی مسئلے میں دیکھا جائے کہ اگر خلیفہ وقت کسی کو ناجائز یا سخت سزا سنا دے اور اس پر نافذ ہو جائے، اور آپ کا دوسرا فرمان کہ اگر فرات کے کنارے پر کوئی کتا پیاسا مر گیا تو میں سمجھوں گا میں ہی اِس کا مجرم ہوں۔ یہاں حضرت علی نے آپ کو غلط فیصلے سے بچا لیا۔ بات یہ ہے کہ حضرت علی کے فضائل تو لاتعداد ہیں لیکن خلافت کی ترتیب اور مقام و مرتبہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

قرآن پاک میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب تخت حاضر کرنے کی حاجت ہوئی تو ہر کسی نے اپنی طاقت کے مطابق جواب دیا، اب سلیمان علیہ السلام مرتبے میں نبی ہیں، سب سے بڑھ کر ہیں، لیکن ایک غلام کہہ رہا ہے: یہ تخت میں لے کر آتا ہوں۔ اب وہ غلام تخت لے کر آیا تو مطلب یہ نہیں کہ غلام کا مرتبہ زیادہ تھا۔ بلکہ مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہی بلند تھا لیکن اس غلام کی فضیلت ظاہر کرنی تھی، وہ غلام آصف

بن بر خیا تھے۔ اس لیے ہم کسی صحابی کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتے، بس سب حضور کے لاڈلے اور پیارے ہیں۔ جہاں حضرت علی کی شان اور فضیلت ظاہر ہونی تھی وہاں ایسی ظاہر ہوئی کہ پتا لگا کہ بعد الانبیا سب سے افضل رتبہ آپ ہی کا ہے۔ اور جہاں حضرت ابو بکر صدیق کی شان بیان کی، پتا لگا بعد الانبیا بڑا رتبہ آپ ہی کا ہے، اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت عمر بن خطاب کی شان ہے۔ یہ ترتیب اللہ تعالی اور نبی پاک ﷺ کی طرف سے ہے۔ نبی پاک ﷺ کے گھرانے کو اللہ نے یہ شرف بخشنا تھا سو بخشا۔ گھرانے میں باپ کی جگہ پر سسر ہوتے ہیں، لہذا خلافت پہلے سسروں کو ملی پھر دامادوں کو۔ اسی خلافت میں عشرہ مبشرہ صحابی موجود تھے، وہ بھی خلافت کے امیدوار تھے، یا اگر لوگ چاہتے تو وہ بھی خلیفہ بن سکتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت بے شمار جلیل القدر صحابہ موجود تھے، کسی اور کا بھی انتخاب ہو سکتا تھا لیکن مشیت الہی میں یہی تھا اور اسی ترتیب پر تھا جو ترتیب ظاہر ہوئی لہذا اس ترتیب کو اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہیے اور اسی کو ماننا چاہیے۔

ملفوظ-۶

عقیدہ درست کریں

مرشد نے فرمایا: میرے جملے یاد رکھو کہ نجات عقیدے پر ہو گی، اپنا عقیدہ درست رکھنا چاہیے۔ لفظ غلام جو کہ عام طور پر استعمال ہوتا ہے، اگر اس لفظ کو سمجھ لیا جائے تو ہماری بخشش اور نجات ہو جائے گی۔ ہر انسان دنیا میں خود کو غلام سمجھے۔

غلامی کی فضیلت

سب سے پہلے عقیدے کو پہچانو، نبی پاک ﷺ تشریف فرما تھے، صحابہ کا جم غفیر تھا، حضورؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، صحابہ کے عقیدے

مضبوط تھے، آفتابِ نبوت سامنے تھا، لیکن پھر بھی وہ ڈر گئے، بولے: ایک امت اور بہتر فرقے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت اس سے بھی ایک فرقہ زیادہ ہو گی، تہتر فرقے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا: کیا سارے جنتی ہوں گے، فرمایا: ایک فرقہ جنتی ہو گا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کون سا فرقہ؟ فرمایا: جو میری اور میرے اصحاب کے پیرو کار ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال کشتیٔ نوح کی سی ہے، جو اس میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا اور جو سوار نہ ہو سکا وہ غرق ہو گیا۔

اب دیکھو تو بے شمار عقیدے ہیں، کیا کچھ نہیں ہو رہا؟ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے والے تو مسلمانوں میں داخل ہیں اور جو نہ پڑھے وہ خارج ہے۔ اب اگر کوئی امریکہ کا صدر ہو اور اسے پوری دنیا کی دولت حاصل ہو جائے تو کیا شان میں وہ بلند ہو گا یا ایک ولی اللہ؟ پتا لگا کہ دنیا کا مال و دولت، دنیا کی حکومتیں، دنیا کی رنگینیاں ایک فقیر کا مرتبہ نہیں پا سکتیں۔ لوگ دنیا کا مال و دولت دیکھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ہوتے ہیں یا نہیں؟ پتا لگا کہ ہم نے عقیدہ درست کرنا ہے، اور وہ کون سا عقیدہ ہے؟ جو قرآن کے موافق ہو اور نبی پاک ﷺ کی شریعت اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو۔

اب اتنے فرقے بن گئے کہ کچھ غیر مقلد ہیں جو کسی امام کو نہیں مانتے۔ لیکن ہم اللہ والوں کو مانتے ہیں، اللہ والوں کے لیے قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ٦٢) جان لو کہ اولیا اللہ کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم ناک ہوتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کا شرف بخشا انہیں کوئی خوف اور خطرہ نہیں۔ یہ اللہ کے محبوبوں کا فرقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی محبوبیت کا درجہ عطا فرمایا، سو یہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ یہ کون لوگ ہیں؟! داتا علی ہجویری، بابا فرید الدین، یہ سب اللہ کے محبوب ہیں۔ اب جتنے فرقے دیکھو گے ان سب میں خدا کے محبوبوں کا فرقہ ہی صحیح راستے پر ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں بعض

لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ نبی اور شہید بھی نہ ہوں گے لیکن نبی اور شہید اُن کے مرتبے پر رشک کریں گے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہو گے؟ فرمایا: بغیر کسی رشتہ داری کے لوگوں کے محبوب ہوں گے - ہماری آپ سے کوئی رشتہ داری تو نہیں لیکن آپ لوگ عشق رکھتے ہیں- ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور بروز قیامت ان کے لیے نورانی منبر بچھائے جائیں گے۔ اِس سے ثابت ہوا کہ تمام فرقوں میں اللہ کے دوست اس کے محبوب ہی صحیح راستے پر ہیں۔ ان کے عقیدے درست ہیں جنہوں نے ان کا دامن پکڑا اور ان کے طبقے میں شامل ہوئے تو ان تہتر میں یہی ایک فرقہ ہے جو خدا کے بندوں کا اصل فرقہ ہے۔ قرآن پاک میں کسی دوسرے فرقے کا ذکر نہیں آیا، نبی پاکؐ نے کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

بعض دفعہ ہم بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ تو آپ لوگ کہیں: ہمارا عقیدہ جامع ہے، اس کی مثال یہ ہاتھ ہے، پانچ انگلیاں ہیں تو خوبصورت لگتا ہے، اگر ایک انگلی بھی کٹ جائے تو کتنا بدصورت لگتا ہے، بندہ شرم سے ہاتھ اوپر نہیں کرتا۔ اگر انگلی کٹ جائے تو ہاتھ کی خوبصورتی ضائع ہو جاتی ہے۔ اولیا اللہ کا عقیدہ اس ہاتھ کی مثال ہے، ہم نبیوں کو مانتے ہیں، صحابیوں کو مانتے ہیں، ولیوں کو مانتے ہیں، ہم تمام معاملات کو مانتے ہیں، با ادب لوگ ہیں کسی کی بے ادبی نہیں کرتے۔ باقی جتنے فرقے ہیں وہ کسی نہ کسی کے منکر ہیں، کچھ ولیوں کے منکر ہیں، کچھ صحابیوں کے منکر ہیں، ہر بندے نے کوئی نہ کوئی انگلی کٹا رکھی ہے، لیکن اللہ کے ولیوں کا عقیدہ ایک ہاتھ کی مثال ہے کہ سب کو مانتے ہیں۔

غیر مقلد تو فقہ کے اماموں کو نہیں مانتے، ولیوں کو کیا مانیں گے، وہ امام ابو حنیفہ کو نہیں مانتے۔ کوئی امام ابو حنیفہ کا مخالف، کوئی امام شافعی کا مخالف، کوئی امام احمد کا مخالف، کوئی امام مالک کا مخالف، ہر کوئی کسی نہ کسی کا مخالف ہے۔ ہم سب کے ماننے والے ہیں، سب اماموں کے ماننے والے ہیں۔ اس لیے اپنا عقیدہ درست کر لو، جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ

ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور جیسا کہ قرآن میں اللہ نے فرما دیا کہ وہ طبقہ ولی ہیں تو پھر ہم ولیوں کے ماننے والے ہیں ان سے تعلق رکھنے والے ہیں، جدھر ولی جائیں گے ہم بھی ادھر چلے جائیں گے، ان شاء اللہ! سمجھ گئے ہو؟ قرآن میں باقی کسی فرقے کی دلیل نہیں ملتی، یہ ہے عقیدہ۔ آج کے بعد اپنے عقیدے کو درست کر لو۔

اگر تم سے کوئی پوچھے کہ بزرگوں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ دیکھو جنہوں نے نبیوں کا دامن پکڑا یعنی کہ صحابہ کرام وہ کامیاب ہوئے، جنہوں نے صحابیوں کا دامن پکڑا وہ تابعی کامیاب ہوئے۔ آپ لوگ بتائیں کیا اللہ کے ولی بھی جنتی نہیں؟ کئی ولیوں نے ایک ایک لاکھ سے زائد لوگوں کو مسلمان کیا، کلمے پڑھا دیئے۔ بعض لوگ اولیا اللہ کے منکر ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے جو فرمایا تھا کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی تو آج وہ فرقے بن گئے ہیں۔ اب ہر فرقہ تو جنت میں نہیں جا سکتا؟ آپ جس فرقے میں جائیں گے وہ یہی کہے گا کہ میں ہی درست ہوں۔ اس لیے علما کہتے ہیں: بد عقیدہ لوگوں کی مجلس سے بچو کہ وہ گمراہ کر دیتے ہیں۔ رافضی کہتے ہیں ہم ہی سچے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کدھر ہیں؟ منکرین اولیا کے پاس جاؤ تو کہتے ہیں ہم ہی سچے ہیں، اگر تم سچے ہو تو اولیا اللہ کدھر ہیں؟

اصل چیز غلامی ہے، غلامی سے ہی نجات ہے، جو غلامی سے نکل گیا وہ بد بخت ہو گیا، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرہ: ۳۰) میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔ فرشتوں کی مجلس میں اللہ تعالی نے یہ حکم سنایا۔ بنانے والا رب ہے، بننے والا خلیفہ انسان ہے، اب کیا انسان رب سے اوپر ہوا یا نیچے؟ نیچے ہوا۔ اللہ تعالی نے انسان کو اپنی غلامی کا شرف عطا فرما کر غلام بنایا۔ آپ نے ہمارے بے شمار خلفا دیکھے ہوں گے کیا وہ ہم سے اوپر ہیں یا ہماری غلامی میں ہیں؟ جو غلامی میں رہے گا وہ بخشا جائے گا اور جس نے غلامی ترک کر دی وہ بد

بخت ہو گیا۔

پھر آدم علیہ السلام سے لے کر نبی پاک ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے اور یہ سب ہی رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، اور آگے ان میں سے ہر نبی کے غلام پیروکار ہوئے۔ اب یہ بتائیں کہ ان انبیا کی غلامی اختیار کرنے والے سچے پیروکاروں کی بخشش ہوئی یا ان لوگوں کی جنھوں نے انبیا کی نافرمانی کی؟ جو نبیوں کے ساتھ تھے وہ غلام تھے، مثلاً جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوئے۔ اصحاب کہف حضرت عیسی علیہ السلام کے غلام تھے۔ اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بچا لیا اور فرعون کے لشکر پانی میں ڈوب گئے۔ ہر نبی کی اپنے دور میں مخالفت کرنے والے بھی موجود تھے لیکن جو لوگ نبیوں کی غلامی میں ان کے ساتھ رہے اللہ نے فرمایا ان کی بخشش ہو گئی۔ پتا لگا کہ غلاموں کی بخشش ہوتی ہے، یہاں لفظِ غلام سمجھو!

جن لوگوں کو نبی پاک ﷺ کی غلامی حاصل ہوئی وہ ابو جہل ابو لہب تھے یا حضرت ابو بکر و حضرت عمر تھے؟ جنھوں نے آپؐ کی نافرمانی کی وہ جہنمی ہو گئے اور جنھوں نے آپؐ کی غلامی اختیار کی وہ دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ وہ کون تھے؟ سچے غلام تھے! حضرت ابو بکر صدیق وقت کے حاکم بنے، حضرت عمر، عثمان و علی وقت کے حاکم اور خلیفہ بنے۔ سارے صحابی سچے غلام تھے سو ان کا بیڑا پار ہوا۔ پھر جنھوں نے صحابیوں کی غلامی کی وہ اللہ کے ولی، اللہ کے دوست بن گئے۔ دنیا میں جتنے بڑے بڑے ولی آئے وہ سب غلام تھے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے نوے لاکھ ہندو مسلمان کیے، لیکن چالیس سال مرشد کی خدمت کی، پتا لگا کہ خواجہ معین الدین بھی غلام تھے۔ بری امام سرکار زندہ پیر کے روحانی غلام تھے۔ جتنے ولی ہوئے سب اپنے اپنے مرشد کے غلام تھے۔

ہم اصل غلامی بھول گئے ہیں ورنہ غلام تو آج بھی ہر کوئی ہے: کوئی امریکہ کا غلام ہے، کوئی سعودیہ کا غلام ہے، کوئی بادشاہوں کا غلام ہے کوئی امیروں کا غلام ہے۔ ہم اصل غلامی بھول گئے ہیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ فلاں کے پیچھے بہت دنیا ہے، دنیا تو دنیا داروں کے

پیچھے بھی ہوتی ہے۔ اللہ کے بعض ولی ایسے ہیں جنہیں کوئی بھی نہیں جانتا، لیکن ان کا شمار اہلِ ذکر میں ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ کوئی اپنا محبوب بندہ دکھا، تو اللہ نے کہا وہاں پہاڑی کی غار میں میرا ایک محبوب بیٹھا ہے۔ اسی طرح خواجہ خضر کا واقعہ بھی قرآن میں مذکور ہے۔

میں بندہ عاجز مسکین اتنی ہی بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہر کوئی خود کو مرشد کا غلام سمجھے، اگر میں آپ کے سامنے کوئی گفتگو کر رہا ہوں، بول رہا ہوں تو میں کون ہوں؟ اپنے مرشد کا غلام ہوں۔ اگر میں قدموں کی خاک ہوں تو اپنے مرشد کے قدموں کی خاک ہوں۔ مجھے جو مرضی کہتے رہیں: چن پیر سرکار، چن پیر سرکار، اندر جھانک کر دیکھتا ہوں تو اپنے مرشد کے پاؤں کی دھول ہوں۔ کہنے کو تو چن پیر سرکار کہتے ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ چن پیر سرکار کیسے بنے، مرشد کے قدموں کی خاک بنے تو پھر چن پیر سرکار بنے۔ ہمیں سب کچھ مرشد نے عطا کیا، کیا ہم مرشد کے بغیر اس مقام پر پہنچ سکتے تھے؟ ہمیں مرشد نے منزلیں طے کروائیں، ہر ولی کی منزلیں مرشد ہی طے کرواتا ہے، پتا لگا دنیا میں جتنے ولی بھی آئے وہ کسی نہ کسی کے غلام تھے، مرشد نے مہر لگائی تو ان کا بیڑا پار ہوا۔ مرید اپنے پیر کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا، پیر اپنے پیر کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا، یہ بات یاد رکھو جو کوئی غلام بنتا آیا، کڑی سے کڑی جڑی تو وہ اللہ کا دوست بن گیا۔

پھر جو ولیوں کے پاس آئے اور اُن کی غلامی اختیار کی تو اُن کا بیڑا پار ہوا، ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (الاسراء: ۷۱) جس روز ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے نام سے پکاریں گے۔ یہ مسجد کا امام نہیں، بلکہ جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو گی، جس کے ساتھ نسبت رکھی ہو گی، دنیا میں جس کی صحبت اختیار کی ہو گی، یوم محشر اسی کی مجلس نصیب ہو گی۔ اُس دن مرشد امام ہو گا۔ پتا لگا کہ اس دنیا کی نجات غلامی اور درست عقیدے میں ہے۔ اور جو مرشد کے ساتھ ہو گیا اس کا عقیدہ بھی درست رہے گا اور وہ گمراہی سے بھی بچ جائے گا، اس لیے مرشد کا دامن مضبوطی سے

تھام لو، جنھوں نے مرشد کا دامن تھاما دنیا میں وہی کامیاب ہوئے۔

ہم نے اس دور میں بہت سارے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جنہیں ہم نے خلافت دی اور جب چار بندے ان کے پیچھے ہو گئے تو کہنے لگے یہ سب ہماری محنت ہے، ہم نے علم حاصل کیا، ہمارا بڑا خاندان ہے۔ لیکن وہ بھٹک گئے اور گمراہ ہوئے کہ اب نام و نشان بھی نہیں۔ جن لوگوں نے مرشد کا دامن مضبوطی سے پکڑا، مرشد کی خدمت کی، مرشد کی تابعداری میں زندگی بسر کی انہی لوگوں کا بیڑا پار ہوا۔ اِس لیے جو ہم نے بیان کیا یہ علما نہیں بتاتے، یہ علم فقیروں کے پاس ہے۔ اس لیے کہتے ہیں:

نہ مال سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اہل ذکر کون ہیں

جن لوگوں نے خدا کو یاد کیا اور اپنی زندگیاں وقف کیں وہی اللہ کے ولی بنے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں ولیوں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ جن لوگوں نے ولیوں کی صحبت اختیار کی وہی تو کامیاب ہوئے اور انہیں کی نجات اور بخشش ہوئی۔ اللہ اپنے ولیوں کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل:۴۳) جو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھو۔ دنیا میں ہر طرح کا علم رکھنے والے موجود ہیں پھر بھی اللہ نے فرمایا اہل ذکر سے پوچھو۔ یہاں دنیا کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کو نہ جاننے والوں میں شامل کیا گیا ہے، پتا لگا کہ ان لوگوں سے بھی پوشیدہ کچھ ایسے راز ہیں کہ ہمیں اہل ذکر کے پاس جانا پڑے گا اور ان سے پوچھنا پڑے گا۔ اب اہل ذکر کے پاس کیوں جانا چاہیے، اللہ نے ایسا کیوں فرمایا؟

محمود غزنوی جب سومنات پر حملے کر کے تھک گیا اور ملک فتح نہ ہوا تو ایک بزرگ خواجہ حسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا کو حاضر ہوا۔ انہوں نے جبہ عطا فرمایا اور دعا کی۔ اس

دعا کی برکت سے ہندوستان فتح ہوا۔ معلوم ہوا کہ جس جگہ بادشاہ کی طاقت ختم ہو گئی وہاں اہل ذکر کی دعا سے فتح یابی ملی۔ فقیر جو فرمادے وہ ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
ولیاں نوں رب قوت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

یہی قوت ہے کہ وہ جس کے لیے دعا فرما دیں اس کا کام ہو جاتا ہے۔ یہی عقیدہ ہے۔ دیکھو سچے ولی کون ہیں؟ اللہ کے ولی اللہ کے دوست ہیں۔ لیکن اس وقت تک انہیں ولایت کا درجہ نہ ملا جب تک کہ انہوں نے کسی ولی کی غلامی اختیار نہ کی۔ اپنے مرشد کو دیکھو کہ مرشد اُس وقت تک مرشد نہیں بنے جب تک کہ ان پر کسی نے نگاہ نہ کی۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

ولی بھی ولیوں کے پاس جاتے ہیں، خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی الجھن پیش آتی تو میں حضرت علی ہجویری داتا صاحب کی طرف رجوع کرتا۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی روحانی الجھن پیش آتی تو حضرت بایزید بسطامی کے مزار پر جاتا۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام جعفر صادق کی بارگاہ میں حاضر ہوتا۔ امام جعفر صادق کا حضرت علی وجہ اللہ کریم سے براہ راست تعلق تھا۔ پتا لگا ولی بھی ولی کی بارگاہ میں جاتے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی اللہ کے ولیوں کے پاس جانا پڑے گا، ان کی غلامی کرنی پڑے گی، اس کے بغیر چارہ نہیں۔ غلامی کے بغیر کسی کی بخشش نہیں ہوئی، اگر ہوئی ہے تو بتا دیں؟ لوگ کہتے ہیں عبادت سے بخشش ہو گی، اللہ کے ولیوں نے عبادت نہیں کی؟ بارہ بارہ سال عبادت کی لیکن بیڑا تبھی پار ہوا جب غلامی اختیار کی۔ بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں:

بُلھے نُوں لوک متیں دیندے بُلھیا توں جا بوہ مسیتی
وچ مستیاں کی کُجھ ہُندا جے دلوں نماز نہ نیتی

باہروں پاک کیتے کی ہُندا جے اندروں نہ گئی پلیتی
بن مُرشد کامل بُلھیا تیری اینویں گئی عبادت کیتی

سب سے پہلے اپنا عقیدہ درست کرو کیونکہ نجات عقیدے پر ہونی ہے، دوسرا اپنے آپ کو غلام سمجھو کہ غلامی میں ہی نجات ہے۔ پیروں کے پاس جانے سے ہی کوئی داتا بنے، کوئی خواجہ بنے، انہی کی دعاؤں اور نگاہوں سے سب کام ہوئے۔ اب ہم آپ سب سے ایک سوال کرتے ہیں اگر اس کا جواب دے دو تو ہم دعا کر دیں گے۔ تم سب اللہ کو مانتے ہو؟ بیشک مانتے ہو، لیکن اگر میں کہوں کہ تم سارے تو اللہ کو مانتے ہی نہیں پھر؟ میں کہتا ہوں تم سارے نہیں مانتے کوئی کوئی مانتا ہے۔ اگر اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے تو بندہ پھر غلط کام کیوں کرتا ہے؟ پتا لگا کہ تم لوگ اللہ کو مانتے ہی نہیں اسی لیے غلط کام کرتے ہو، اگر مانتے ہوتے تو غلط کام نہ کرتے۔ دیکھو ہم یہاں تمہارے سامنے بیٹھے ہیں یہاں کوئی کسی کی جیب کاٹے گا؟ نہیں کیونکہ اس کو ڈر ہے کہ پیر صاحب دیکھ رہے ہیں۔ اگر تمہارا ایمان ہوتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو پھر انسان ہیرا پھیری کیوں کرتا؟ پتا لگا کہ ہمارے ایمان کمزور ہیں، ہم تو خدا کو بھی نہیں مانتے پیروں کو کیا ماننا ہے؟۔ ہم وہ سارے غلط کام کرتے ہیں جن کے کرنے سے اللہ نے منع کیا اور پھر کہتے ہیں کہ اللہ کو مانتے ہیں۔ اس لیے اللہ کو اگر کسی نے صحیح مانا تو اللہ کے ولیوں نے مانا، اور جن لوگوں نے ولیوں کو مانا انہوں نے اللہ کو مانا۔ ولیوں کے پاس آنے والوں کو ہی اللہ کا راستہ اور اللہ ملا۔ اسی لیے غلام فرید صاحب نے فرمایا:

کملے لوگ جہان دے بھلی پھردے سب
ویکھ کے صورت مرشد دی فیر وی لبھ دے رب

دیکھو ناں ہم کسی ولی کے ساتھ لگے ہیں تبھی اس مقام پر پہنچے، جو ہمارے ساتھ جڑ گئے وہ کئی برائیوں سے بچ جاتے ہیں، پتا لگا کہ مرشد کے بغیر برائی سے بچنا بھی مشکل ہے۔ اسی لیے اللہ کو ماننا ہے تو مرشد کا دامن پکڑو، مرشد کا دیدار کرو، مرشد کی مجلس میں بیٹھو،

مرشد کو دیکھ دیکھ کر آپ کے دل میں اللہ اور نبی پاک ﷺ کی محبت پیدا ہو گی اور آہستہ آہستہ برائیاں بھی دور ہوں گی۔

آج تو ہر کوئی اللہ کو مانتا ہے، یہودی، عیسائی حتی کہ شیطان کہتا ہے میں بھی اللہ کو مانتا ہوں، اور اللہ کو اس حد تک مانتا ہوں کہ مجھے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا گوارا نہیں۔ پتا لگا کہ صرف اللہ کو ماننے والا بھی شیطان کے راستے پر چل سکتا ہے۔ لیکن سب کو ماننے والا اور اپنے مرشد کی تابعداری کرنے والا شیطان اور نفس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو کہا: سجدہ کرو، سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے سجدہ نہ کیا، پہلا سجدہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو کیا اور دوسرا سجدہ شکر کا کیا تو یہ نماز میں دو سجدے بن گئے۔ فرشتوں نے سجدہ کیا اور شیطان نے اللہ کے سامنے اُس کی نافرمانی کی۔ جو اللہ کے روبرو اس کی نافرمانی کرے وہ غیب پر کس طرح ایمان لا سکتا ہے؟ سب سے پہلا ایمان غیب پر ہی ہے۔

آج ہم نے اپنا ایمان درست کرنا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تہتر فرقے ہیں اور ایک فرقہ ہی نجات پانے والا ہے۔ قرآن میں تو ہمیں ایک ہی فرقے یعنی اولیا اللہ کا ذکر ملتا ہے، اگر کسی دوسرے فرقے کا بھی ذکر ہے تو بتاؤ؟ پتا لگا کہ درست عقیدے اور ایمان والا ایک ہی فرقہ ہے اور یہ ولیوں کا فرقہ ہے۔اور ولی ولی کیوں بنے؟ ان سب نے غلامی اختیار کی، غلامی کے بغیر کسی کی نجات نہیں۔ آج آپ لوگوں کو لفظ غلامی کی سمجھ آ گئی ہے اگر اِس کو اپنے پلے باندھ لو گے تو دین و دنیا میں کامیاب ہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تمہیں گمراہ نہیں کر سکے گی۔ ہمارا یہ آج کا بیان حق کی ایک صاف آواز کا بیان ہے۔ اللہ تعالی ہمیں آپ سب کو استقامت عطا فرمائے، آمین!

ملفوظ—۷

مقامِ عشق

مرشد نے فرمایا: لوگ نماز روزہ سے اپنے ایمان کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن

عاشق اپنے محبوب کی ذات میں اس طرح فنا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے نماز روزے کی بھی ہوش نہیں رہتی اور نہ ہی اسے جنت دوزخ کی فکر رہتی ہے۔ وہ محبوب کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے، وہ فنا فی العشق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عاشق اللہ کی ذات میں اس قدر گم ہو جاتے ہیں کہ انہیں مخلوق کا ہوش نہیں رہتا۔ مقام عشق ہر بندے کو حاصل نہیں ہوتا۔ جسے اللہ چاہے اپنا عشق عطا فرمائے۔ نبی کے سارے صحابی شان والے ہیں لیکن عاشقوں میں تذکرہ حضرت اویس کرنی کا چل رہا تھا۔ اس لیے صحابہ کرام بھی عاشق تھے، اور یہ عشق ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا رہے گا۔

ملفوظ-۸

انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین

مرشد نے فرمایا: گھڑا اتنا پیارا لفظ ہے کہ یہ درویشوں کو بڑا پسند آیا ہے۔ میاں محمد صاحب نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے:

جس کاری گر گھڑا بنایا اوہ قیمت لیسی پوری
کڑیاں کی جانن سار محمد بھن دین کچ دی چوڑی

پیر کے سامنے مرید کی مثال گھڑے کی ہے، اگر کسی مرید کو اس کا پیر کسی بات کا حکم نہ کرے یا روک ٹوک نہ کر سکے تو سمجھ لو وہ مرید ابھی کچا گھڑا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر اسے کسی بات کا کہا جائے یا کسی بات سے روکا جائے تو اُسے برا لگے اور وہ کچا گھڑا ٹوٹ جائے۔ یہ لوگ گھڑے کو پکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی معشوق نے سر پر گھڑا اٹھایا تو وہ بڑا خوبصورت لگ رہا تھا، کسی نے کہا: گھڑے تو بہت خوبصورت لگ رہا ہے، گھڑے نے کہا: خوبصورت تو لگ رہا ہوں لیکن تو میری مشقت بھی تو دیکھ، میں مٹی تھا، وہاں سے کھدائی ہوئی، گوندھا گیا، آگ میں پکا اور بڑی منزلیں طے کر کے کسی کے سر پر سجا ہوں۔ اگر اتنی محنت کے باوجود اگر کوئی دراڑ پڑ جاتی یا کچا رہ جاتا تو انہوں نے اٹھا کر باہر پھینک دینا تھا، اور

میری قدر نہیں رہنی تھی۔ سو جو مرید مرشد کی نافرمانی کرتا ہے، اس کی بات پر عمل نہیں کرتا، یا مرشد کی بات اُسے کڑوی لگتی ہے، تو سمجھو وہ کچا گھڑا ہے۔ مرشد نے اگر کسی پر نگاہ کر دی اور اس نگاہ سے کسی کی بگڑی بن گئی تو سمجھ لو کہ وہ مرشد یہ چاہتا ہے کہ اب تمہاری یہ زندگی میری فرمانبرداری اور غلامی میں گزرے۔ مرشد کی غلامی ہمیشہ کام آئے گی، جو مرشد کی غلامی سے نکلتا ہے وہ مردود طریقت ہوتا ہے، پھر وہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ سے بھی نکالا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی اس کی رسائی نہیں ہوتی۔

اب سنو قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾ (الفاتحہ) یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام حمد اپنی ربوبیت اور اپنے اختیارات مکمل طور پر بیان کر دیے۔ اس قدر جامع انداز میں یہ سب بیان کیا کہ علمائے دین اس کی تفسیریں لکھ لکھ کر تھک گئے لیکن اس کی تفسیر ختم نہیں ہوئی۔ اپنی عبادت کا ذکر فرمایا کہ اے رب! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اب ہم ذرا اس عبادت کی تھوڑی تشریح کرتے ہیں۔ بعض مولوی حضرات کہتے ہیں کہ عبادت، تقویٰ اور ریاضت ہی بخشش کا سبب ہے: ﴿ہم تیری عبادت کرتے ہیں﴾ یا اللہ تیری عبادت کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، ذکر اذکار کرتے ہیں، دن رات یہی کہتے ہیں: اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن عبادت سے بھی بخشش نہیں۔ اگر عبادت سے بخشش یا مغفرت ہوتی تو عیسائی بھی یہی کہتے ہیں: اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یہودی کہتے ہیں: اے اللہ تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ سارے یہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

پتا لگا کہ عبادت سے بھی بیڑا پار نہیں ہونے لگا، بیڑا پار تو نبی پاک ﷺ کی سچی غلامی سے ہوگا۔ آپ جتنی مرضی اللہ کی عبادت کریں لیکن نبی پاک ﷺ کے قول کے مطابق جب تک مال، جان، اولاد سے بڑھ کر نبی پاک ﷺ سے محبت نہیں ہوگی ایمان

مکمل نہیں ہو گا۔ اِس لیے آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض لوگ یہی کہتے رہتے ہیں کہ نمازیں پڑھو، روزے رکھو یہی نجات کا سبب ہیں۔ اگر عبادت سے مغفرت مشروط ہوتی، پھر تو ساری دنیا ہی مغفور ہوتی کہ وہ اللہ کا ہی نام لیتی ہے۔ لیکن جو آپؐ کا منکر ہے اس کا ایمان مکمل نہیں چاہے وہ جتنی مرضی عبادت کرتا رہے۔ اصل بات غلامی ہے جن لوگوں نے نبی پاک ﷺ اپنے مرشد کی غلامی کی انہی لوگوں کا بیڑا پار ہوا۔

یہ جو لفظ فرمایا کہ: ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اے مولا کریم! ہم تجھ سے کیا مدد مانگیں؟ ایک گروہ اس مقام پر بھٹک گیا، وہ کہتا ہے جو مدد مانگنی ہے اللہ سے ہی مانگو، ہم اللہ سے کیا مانگیں؟ اب ہر ایک کی خواہش علیحدہ ہے ہر ایک کی تمنا مختلف ہے، ہم ایسی کیا چیز مانگیں جو ہمیں فائدہ دے اور ہماری نجات ہو جائے۔ ہم اس دنیا میں عاقبت سنوارنے اور اپنی نجات کے لیے آئے ہیں۔ اے پروردگار! ہم تجھ سے ایسا کیا مانگیں کہ ہماری نجات ہو جائے۔ ایک طرف تو فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ﴾ (الشعرا:۸۸) جس روز مال اور اولاد کام نہ آئے گی۔ اب جس کے پاس مال نہیں ہے وہ مال مانگ رہا ہے، کوئی گھر بار مانگ رہا ہے، کوئی بیوی مانگ رہا ہے، کوئی اولاد مانگ رہا ہے، کوئی ملک مانگ رہا ہے، کوئی بادشاہت مانگ رہا ہے۔ جب یہ آواز آئی کہ ہر چیز تباہ ہو جائے گی، اس روز تو کوئی کسی کا ساتھ نہیں دے گا، نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ پھر اے اللہ! ہم تجھ سے کیا مدد مانگیں؟ کہنے والے تو کہتے ہیں کہ اللہ سے مانگو، یہ بھی تو بتاؤ کہ ہم اللہ سے ایسا کیا مانگیں جو ہمارے کام آئے کہ ہماری مغفرت اور بخشش ہو جائے۔

اگر ہم دنیا کا مال مانگیں گے اور وہ ہمیں مل بھی گیا، پھر اگر اسے حرام راستے پر خرچ کریں گے، زکوۃ صدقہ خیرات نہیں کریں گے یا اس مال کے حقوق پورے نہیں کریں گے تو ایسے سب کام آخرت کے دن ہماری پکڑ کا باعث ہوں گے، کوئی چیز ہمیں نفع نہ دے گی۔ فرمایا: ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعرا:۸۸-۸۹) اس روز کوئی مال اولاد نفع نہ دے گی ہاں مگر جو قلب سلیم لے کر آئے۔ پروردگار عالم

ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ ہم کون سی مدد مانگیں؟ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ خود ہی فرما دیا: ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ پتا لگا کہ مدد وہ مانگنی چاہیے جو سیدھا راستہ ہو، اور جس پر ہم چلیں تاکہ اس پر چلنے سے ہماری نجات ہو۔ علما بیان کرتے ہیں: ایک نیکی کا راستہ ہے ایک برائی کا، نجات تو نیکی کے راستے پر چلنے سے ہی ہوگی۔ ہم یہ روز پڑھتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں، یا اللہ! ہم ان پڑھ ہیں، ہمارے پاس علم نہیں، کوئی بتانے والا نہیں یہ سیدھا راستہ کون سا ہے؟ اب ہم کیا کریں، اللہ سے کیا مانگیں، اپنے نفس کے لیے جو مانگتے ہیں وہ تو جہنم کا راستہ ہے، اور اسے اس بات کا علم ہی نہیں۔

اس دنیا میں اسلام میں بے شمار فرقے بن گئے، پھر مذاہب بہت سے ہیں۔ قرآن کا پیغام تو ساری انسانیت کے لیے ہے چاہے وہ کسی مذہب کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اب مسلمانوں میں بھی فرقوں کی کثرت ہے، ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کس استاد کے پاس جائیں، ہمیں کون سیدھا راستہ دکھائے گا۔ جس کے پاس جاتے ہیں وہ کہتا ہے یہی سیدھا راستہ ہے، لوگ سوچتے ہی نہیں اور بھٹک جاتے ہیں۔ اللہ سے سیدھا راستہ تو مانگ رہے ہیں لیکن کوئی یہ بھی تو سمجھائے کہ سیدھا راستہ کون سا ہے؟ اب اللہ کریم نے خود ہی مدد کی، فرمایا: ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اگر سیدھا راستہ چاہتے ہو اور تمہیں سمجھ نہیں آرہی تو اُن لوگوں کے راستے پر چلو جن پر میرا انعام ہوا۔

انعام یافتہ لوگ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ یہ چار گروہ ہیں: ﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ (النساء: ۶۹) ۱- نبیین ۲- صدیقین، ۳- شہدا، ۴- صالحین۔ یعنی اگر سیدھا راستہ چاہتے ہو تو میرے نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صالحین والا راستہ اختیار کرو۔ انہی چار گروہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے راستے پر چلو گے تو کامیاب ہوگے۔ اب یہ چار گروہ کس طرح بنے یہ بھی تو غور کرو! ہم نے اس راستے پر چلنا تو ہے لیکن اس راستے پر چلانے والے یہ چار گروہ یا وہ لوگ ان گروہوں میں

کس طرح شامل ہوئے یہ بھی تو غور کرو۔

اللہ تعالی نے انسان کو تخلیق کیا تو اسے خلیفہ بنایا، حضرت آدم عَلَیہِ السَّلام کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرہ: ۳۰) میں زمین پر اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔ نائب کو خلیفہ کہتے ہیں، اللہ تعالی نے انہیں اپنی نیابت کا شرف بخشا، تمام نبی اللہ تعالی کی طرف سے مقرر ہوئے اور اللہ نے ہی انہیں نبوت کا تاج پہنایا۔ پھر انبیا کے بعد ساری امتوں میں سب سے افضل مقام حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو حاصل ہے۔

یہاں پر ایک شخص بولا: نعرہ تکبیر، لوگوں نے جوابا کہا اللہ اکبر۔ مرشد نے فرمایا: نعرہ لگانا اچھی بات ہے لیکن اکیلے بھی لگایا کرو، شیطان دور ہوتا ہے۔ لوگ مجلسوں میں تو نعرے لگاتے ہیں لیکن اکیلے نہیں لگاتے۔ جب شیطان وسوسہ پیدا کرے تو زور سے اللہ اکبر کہہ کر دل پر ضرب لگایا کرو۔

دیکھو صدیق کون ہیں؟ ہر نبی کے ساتھ کچھ لوگ صدیق ہوا کرتے تھے، جن لوگوں نے حضرت آدم عَلَیہِ السَّلام کی فرمانبرداری کی، جو حضرت نوح عَلَیہِ السَّلام کی کشتی میں سوار ہوئے، جو موسی عَلَیہِ السَّلام کے ساتھ تھے، جو ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کے ساتھ تھے۔ ہر نبی کے ساتھ کوئی نہ کوئی سچے غلام تھے جن کو صدیقیت کا لقب ملا۔ امت محمدیہ میں یہ لقب حضرت صدیق اکبر کو عطا ہوا۔ یہ سچے لوگ ہیں اور انہیں صداقت کے پھول لگے ہیں۔

پھر شہید کا رتبہ ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شہید اور عام انسان برابر ہیں۔ اگر ایک لاکھ مومن ایمان کی حالت میں دنیا سے جائیں تو وہ مل کر بھی اس ایک شہید کے برابر نہیں ہو سکتے جس نے اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اللہ فرماتا ہے: شہید قیامت تک زندہ ہے، اس کو شہادت کے پھول لگ گئے ہیں۔ اللہ کے قول کے مطابق شہید قبر میں بھی زندگی والی حالت میں ہے۔

چوتھا گروہ ہے صالحین کا، اب یہ بات سمجھو کہ ہمارا براہ راست تعلق صالحین سے جڑتا ہے۔ صالحین اولیا اللہ کو کہا جاتا ہے۔ جب انہوں نے سیدھا راستہ اپنایا تو نبی پاک

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اختیار کی۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی ولی ہے جو نبی پاکؐ کا غلام نہ ہو اور مرتبہ ولایت پر پہنچا ہو۔ ان لوگوں نے صحابہ کی غلامی اختیار کی، اور ان کے غلاموں کی غلامی اختیار کی۔ کوئی شجرۂ طریقت بھی دیکھو تو کوئی حضرت علی تک پہنچتا ہے، کوئی حضرت عمر تک پہنچتا ہے، کوئی حضرت عثمان تک جا رہا ہے، کوئی اویس قرنی تک جا رہا ہے اور کوئی حضرت ابو بکر صدیق تک پہنچ رہا ہے۔ یہ اس لیے کہ جس نے بھی نبی کے سچے غلاموں کی غلامی اختیار کی وہی غوث، قطب، ابدال، قلندر بنے۔

پتا لگا کہ اگر نجات چاہتے ہو تو انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا ضروری ہے۔ اور یہ دیکھو کہ انعام یافتہ لوگ کس طرح انعام یافتہ بنے؟ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نوے لاکھ ہندو مسلمان کیے۔ ان کے فیض یافتہ خلفا میں سے بابا فرید الدین، نظام الدین اولیا، صابر پیا کلیری اور چشتیہ خاندان میں کتنا فیض جاری ہے۔ انہوں نے انعام حاصل کرنے کے لیے، سیدھا راستہ پانے کے لیے، خدا کے قرب کے لیے چالیس سال مرشد کی خدمت کی۔ پھر مرشد نے مہر لگائی تو خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند بنے۔

اب قرآن سنو، موازنہ کرو، اللہ فرماتا ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ﴾ (یونس: ٦٢)
اب اللہ نے تو کہا کہ خبر دار بے شک میرے دوست اور میرے ولی، لیکن تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ اس وقت تک کوئی ولی ولی نہیں بنا جب تک کہ اُس نے مرشد کی غلامی نہ کی اور پھر مرشد نے مہر نہ لگائی کہ جا بیٹا فلاں جگہ چلا جا۔ پتا لگا کہ مرشد مہر لگاتا ہے اور خدا قرب عطا فرماتا ہے، پتا لگا کہ مقامِ ولایت کے لیے بھی کسی ولی اللہ کی غلامی شرط ہے۔

آگے مرشد نے فرمایا: ایک ہے نورِ بصیرت، ایک ہے نورِ بصارت۔ نورِ بصیرت دل کی آنکھ سے دیکھنا ہے اور نورِ بصارت ظاہری آنکھ سے دیکھنا ہے۔ دل کی آنکھ اسی وقت کھلتی ہے جب سچے دل سے کسی کامل کی غلامی اختیار کی جائے اور سچے دل سے اس کی تابعداری، فرمانبرداری اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے تو نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے، کسی کو ویسے ہی نورِ بصیرت حاصل نہیں ہوا۔ جس کا دل روشن ہوا وہ مرشد کی نگاہ سے روشن

ہوا۔

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی مثال سامنے ہے، آپ عبادت و ریاضت، مقام و درجات کی اتنی بلندی کو پہنچ گئے کہ خود نبی پاک سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ ان کے سلسلے کو سروری سلسلہ کہا جاتا ہے کیونکہ سرور کائنات نے انہیں اپنا فیض عطا فرمایا، اپنا مرید بنایا۔ اب روز روز تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں ہوتی، یہ تو قسمت کی بات ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم بیداری اور خواب میں کئی مرتبہ آپؐ کی زیارت ہوئی، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا ہے جس کو چاہیں شرفِ زیارت بخشیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ہم نے آپ کو اپنا روحانی فیض تو عطا فرما دیا ہے اب جاؤ دنیاوی زندگی کی رہنمائی کے لیے کوئی مرشد پکڑو اس سے بیعت ہو۔ آپ اس وقت خواجہ عبد الرحمن دہلوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لیے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ شیطان کسی موقع پر انہیں اس راہ سے دور کر دے۔

اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہو تو بندہ ڈگمگا نہیں سکتا۔ یہ دیکھیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ان کی ظاہری زندگی میں ان کو دیکھ کر، قرآن کے نزول کا مشاہدہ کر کے لوگ منافق ہو گئے، خواب میں دیدار یا ملنا تو بہت بعید ہے۔ اب ہر بندہ تو یہ بات نہیں مانے گا کہ سلطان باہو کو خواب میں زیارت ہوئی، کچھ مانیں گے کچھ انکار کریں گے، ولی اللہ کی کرامت ہر بندہ تو نہیں مانتا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے کچھ کرامات کا بیان کیا، اب ہر بندہ تو نہیں مانے گا، کچھ لوگ بعد میں یہی کہیں گے ڈاکٹر صاحب جھوٹ بولتے ہیں، مرشد کو خوش کرنے کے لیے یہ کرامات گھڑ لی ہیں۔ آج کل کچھ لوگ خود سے بھی کرامات گھڑ لیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ولیوں کی کرامات حق بر حق سچ ہوتی ہیں۔ کبھی بھی اللہ کے ولیوں پر اعتراض یا بد گمانی نہ کیا کرو، بلکہ ادب سے جاؤ۔

اب میں خاموش مزاج ہو گیا ہوں مگر چاہتا ہوں کہ پوری بات سمجھا دوں۔ سب سے پہلے آپ لوگ نکات سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ سے مدد مانگو! اب کیا مدد مانگیں؟

اگر چور مدد مانگتا ہے تو کہتا ہے یا اللہ میں چوری کے لیے جارہا ہوں میری مدد کرنا۔ تاجر ۳۰ روپے کی چیز ۱۳۰ میں بیچتا ہے اور اس پر اللہ سے مدد مانگتا ہے۔ کوئی ایک من دودھ میں ڈھائی من پانی ملاتا ہے، وہ یہ مدد مانگتا ہے کہ میں پکڑا نہ جاؤں۔ ایک بندہ راستے میں مجھے یہ قصہ سنا رہے تھا کہ الیکشن میں ایک صاحب دھڑا دھڑ جعلی ووٹ ڈال رہے تھے، پولیس آئی تو پکڑے گئے۔ ہم اللہ سے اسی طرح کی امداد مانگتے ہیں، اسی لیے کہ ہمیں سمجھ نہیں مدد کیا مانگیں؟ فرض کریں ہماری ایک مراد ہے، اگر یہ مراد غلط طریقے سے پوری ہوئی تو کیا اس پر ہماری بخشش ہو گی؟

اس لیے مدد وہ مانگو جس میں آپ کی بخشش ہو، کاروبار، مال، جان، روزی رزق میں بے ایمانی نہ مانگو، بلکہ برکت والی دعا مانگو کہ اے اللہ! ہمارے مال، جان، روزی، رزق میں برکت عطا فرما۔ پھر اللہ سے یہ مدد مانگو کہ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، اور جو خود سیدھے راستے پر چلنے کے قابل نہیں انہیں چاہیے کہ کسی ولی کامل سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔ تعلق کمزور ہوا تو شیطان گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ جتنے بھی ولی صالحین کا آپ نام سنتے ہیں اصل میں ان کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا اپنے مرشد سے چوبیس گھنٹے کا تعلق رہتا ہے وہ ہر بے ایمانی ہر گناہ سے بچتے ہیں، یہی لوگ لا الہ الا اللہ کا درس دیتے ہیں، یہی پڑھتے ہیں اور یہی پڑھاتے ہیں۔ ہر بندہ لا الہ الا اللہ کا درس نہیں دے سکتا اور نہ ہی ہر بندہ یہ پڑھا سکتا ہے۔ یہ وہی پڑھا سکتا ہے جس کا تعلق مضبوط ہو۔

اے کلمہ مینوں مرشد پڑھایا،
کلمے دے گل تداں پوسی، جداں کلمے دل نوں پھڑیا ہو
بے درداں نوں خبر نہ کائی، درد منداں گل مڑھیا ہو
کفر اسلام دی گل تداں پوسی جداں عین جگر وچ وڑیا ہو
میں قربان تنہاں توں باہو، جنہاں کلمہ صحیح کر پڑھیا ہو

اسی کلمے نال میں نہاتی دھوتی، تے کلمے نال بیاہی ھو
کلمے پڑھیا میرا جنازہ، تے کلمے نال گور سہائی ھو
کلمے نال بہشتیں جاناں، کلمہ کرے صفائی ہو

اس لیے جس کا تعلق مضبوط ہو جب وہ کلمہ پڑھتا ہے تو دل بولتا ہے، یہ زبان سے پڑھنے کی بات نہیں بلکہ دل سے پڑھنا ہے۔ رب کریم نے ہمیں جو اس زندگی کا لب لباب اور آسان طریقہ سمجھایا ہے وہ یہی ہے کہ انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلا جائے۔ راستے کی سمجھ تبھی آئے گی جب ان کے پاس جاؤ گے، ان سے سیکھو گے، سمجھو گے سوال کرو گے۔ اب اگر مرشد راولپنڈی بیٹھا ہو اور تم چالیس سال مرشد کے پاس ہی نہ جاؤ تو راستہ کیسے پتا لگے گا۔ بس اپنے مرشد سے تعلق مضبوط رکھو، جن لوگوں نے مرشد سے تعلق مضبوط رکھا انہیں ہی خدا کی مدد اور اس کا قرب حاصل ہوا۔

ملفوظ-۹

قلب کی صفائی

مرشد نے فرمایا: گناہ کرنے سے ہمارا قلب سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جب تک کسی ولی کامل کی بارگاہ میں حاضری نہ دی جائے، اُن کی صحبت میں بیٹھ کر اُن کے بتائے ہوئے ذکر اذکار پر عمل نہ کیا جائے، یا جب تک کسی ولی اللہ کی نگاہ نہ ہو جائے اُس وقت تک قلب کی صفائی نہیں ہوتی۔ انسانی قلب محبتِ الٰہی کی جا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی محبت، اپنے ذکر اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا۔ مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعرا: ۸۸-۸۹) اُس روز نہ مال نفع دے گا نہ اولاد، مگر وہ قلب سلیم نفع دے گا جو یادِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہا۔ امام رازی حدیث پاک نقل فرماتے ہیں: حساب و کتاب کا دن ہو گا تو باپ کے پاس ایک نیکی کم ہو جائے گی، وہ اپنے بیٹے سے کہے گا: بیٹا زندگی میں میں نے تیری پرورش کی، تجھے پالا پوسا، خدمت کی، آج

میری صرف ایک نیکی کم ہے، وہ دے دے میری بخشش ہو جائے گی۔ بیٹا کہے گا: ابا جی! آج مجھے اپنی فکر ہے میں نیکی نہیں دے سکتا۔ اِسی طرح جو انسان بھی اس دن نیکی مانگے گا اسے کوئی نیکی نہ دے گا۔ پتا لگا کہ اُس دن دنیا کا کوئی رشتہ کام نہیں آئے گا، اگر کوئی رشتہ کام آئے گا تو اُس مرشد کا جس نے اپنے دل کو اللہ کے ذکر سے آباد کیا ہو گا۔ اِس لیے مرشد کی بارگاہ میں آنا یا ذکر اذکار کی محفلیں سجانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ قلب کی صفائی ہو اور اللہ کی محبت پیدا ہو۔ اگر قلب صاف ہو جائے اور اُس میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے تو بندہ خدا کا منظورِ نظر ہو جاتا ہے۔

دنیا میں بڑے لوگ آئے انہوں نے اطمینانِ قلب کے لیے بڑے حربے استعمال کیے لیکن انہیں اطمینان نہ ملا، اگر اطمینان ملا تو اللہ کی یاد اور مرشد کی فرمانبرداری میں ملا۔ اطمینانِ قلب اور دل کا سکون تو ہر انسان چاہتا ہے خواہ اُس کا تعلق کسی مذہب جماعت یا فرقے سے ہو۔ اِسی اطمینانِ قلب کے لیے دنیا کیا کیا نہیں کرتی، کوئی مال و دولت جمع کرتا ہے؛ شاید مال ملنے سے اُسے سکون ملے۔ لیکن مال و دولت اکٹھا کرنے سے حرص اور بڑھ جاتی ہے، اب دل کہتا ہے: ھل من مزید؟ اور زیادہ سے زیادہ کی طلب میں لگا رہتا ہے۔ جس کے پاس ایک مکان ہے تو اُس کا دل کہتا ہے دو ہوں، چار ہوں، دس ہوں۔ وہ دنیا کے حصول میں زیادہ سے زیادہ کا طالب رہتا ہے، اِس کی حرص اِس کی خواہش بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن دنیا کی خواہشات، اِس کی رنگینیاں اُس روز کام نہیں آئیں گی، اگر کچھ کام آئے گا تو اللہ کی محبت اور اُس کی یاد میں گزرا ہوا وقت۔

اِس دنیا کے حصول اور اس میں اطمینان حاصل کرنے کے لیے کچھ لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کر دیا کہ ہم خدا بن گئے ہیں شاید ہمیں اطمینان حاصل ہو۔ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے آپس میں لڑائی کی، ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، سو جس نے قتل کیا اُس نے سمجھا کہ اب اس کے جانے کے بعد مجھے سکون حاصل ہو جائے گا، لیکن اس قتل کے جرم میں وہ اللہ کی بارگاہ سے دھتکارا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے نمرود نے خدائی کا

دعوی کیا اور حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے فرعون نے خدائی کا دعوی کیا۔ اِسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ابو لہب اور ابو جہل نے تکبر اور غرور ظاہر کیا، سگے چچا تھے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام کے سامنے یزید آگیا، اُس نے سوچا شاید اہلِ بیت کو راہ سے ہٹانے سے مجھے سکون حاصل ہو، لیکن سکون نہ ملا۔ اگر سکون ملا تو اللہ کی یاد میں اللہ کے دوستوں کو ملا۔ چاہے کوئی جھونپڑی میں رہے، کسی مدرسے یا خانقاہ میں رہے جس نے اللہ کی یاد میں وقت گزارا اسے ہی اطمینان قلب حاصل ہوا۔

یہ سمجھ لیں کہ قلب کی صفائی بہت ضروری ہے اور اللہ کے ذکر کے بغیر اس کی صفائی ممکن نہیں، مثلاً "اللہ ھو" کا ذکر کرنا، "لا الہ الا اللہ" کا ذکر کرنا وغیرہ، ذکر کا یہی مقصد ہے۔ جس قلب کی صفائی ہو جائے وہ عرشِ الہی بن جاتا ہے۔ میں قلب کی مثال ایسے دیتا ہوں جیسے کوئی گھر یا مکان ہو، اگر وہ سیاہ آلود ہو، گندہ ہو، بدبو دار ہو تو کیا مہمان اِس کا رخ کرے گا یا باہر سے واپس لوٹ جائے گا؟ بے شک مہمان اس میں داخل نہیں ہو گا بلکہ اس سے دور بھاگے گا۔ اِسی طرح سیاہ اور بد بو دار قلب میں اللہ تعالی اپنا قیام نہیں فرماتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ نمودار ہوتا ہے اور اگر بندہ گناہ کرتا رہے تو وہ پھیلتا پھیلتا پورے دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اِسی لیے اِس سیاہی کو دور کرنے کے لیے ذکر کی محافل کا انتظام کیا جاتا ہے سو جب بھی اپنے پیر و مرشد کے ساتھ اس قسم کی محفل کا موقع مل جائے اور آپ لوگ قریب ہوں تو ضرور آیا کریں۔ اِن محافل میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کا درس دیا جاتا ہے، اور یہی زندگی کا اصل مقصد اور مفہوم ہے کہ اللہ کی یاد اور اُس کی محبت میں وقت گزر جائے۔

قلب کی صفائی کا تذکرہ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اِس دعا میں ہے: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (البقرہ: ۱۲۹) اے میرے رب! تو ان لوگوں

میں ایسا رسول بھیج جو تیری آیات پڑھ کر انہیں سنائے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں بات ختم نہیں کی بلکہ فرمایا: ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ انہیں صاف کرے، ستھرا کرے۔ پتا لگا کہ صرف علم اور حکمت تک نجات نہیں بلکہ قلب کی صفائی، نفس کی صفائی بھی ضروری ہے۔ ستھرا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اگر انسان کے اندر میل ہو گی تو وہ جھوٹ بھی بولے گا، بداخلاقی بھی کرے گا، غرور تکبر چوری ہر گناہ کرے گا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے ربّ! اِن میں وہ رسول بھیج جو تیری باتیں اُن تک پہنچائے اور پھر انہیں خوب ستھرا کرے۔ یہ دل کی صفائی، قلب کی صفائی ہے۔ اور مرشد کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ یہ لفظ ﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ یاد رکھو کیونکہ کہ یہ بات مولوی نہیں بتاتے، بس ترجمہ کر دیتے ہیں۔ یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے صفائی کی ہو، خالی ترجمہ کرنے سے تو صفائی نہیں ہوتی۔ پتا لگا کہ علم اور حکمت پہنچنے کے باوجود نجات نہیں جب تک اندر کی صفائی نہ ہو۔

اس کی مثال یہ بھی لی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا قاری، نعت خوان یا مقرر ہو، جب وہ منبر پر بیٹھے اور اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ لوگ میری تعریف کریں گے، کہ بڑی خوبصورت آواز یا علم والا ہے تو اس ایک خیال کے آنے سے اس کی ساری نیکی ضائع ہو جاتی ہے، اور جتنا وہ بولتا جاتا ہے اپنے گناہوں میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ چونکہ اندر کی صفائی نہ تھی، نیت خراب ہو گئی لہذا عمل بے کار گیا۔ اگر اندر کی صفائی ہو اور کوئی عالم یا فقیر کچھ بولے تو اُس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ میری گفتگو سے کسی بندے کو فائدہ حاصل ہو، کوئی گناہ سے توبہ کر لے، اللہ اور رسول کا راستہ پکڑ لے اور اُن کی محبت پا لے تو یہی اصل نجات ہے۔ پتا لگا کہ خالی علم بھی نجات کا ذریعہ نہیں۔ علم اُس وقت تک بے فائدہ ہے جب تک اُس پر عمل نہ ہو۔ اب اگر کوئی عبادت کرے تو یہ عمل ہے لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ عبادت سے بھی بخشش ہے؟ اب اگر آپ کو کوئی نماز کا طریقہ بتائے گا تو عبادت کرو گے، اگر نماز پڑھنی ہی نہیں آتی تو عبادت کیسی۔ پتا لگا کہ نماز سیکھنا علم ہے اور نماز پڑھنا

عبادت ہے لیکن جب تک نیت درست نہ ہو جو کہ قلب کی صفائی سے ملتی ہے عبادت بھی فائدہ نہیں دیتی، علم کا فائدہ نہیں ہوتا۔ مومن کو عمل سے پہلے نیت کر لینی چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے یہ پتا چلا کہ اے رب تو ایسا رسول بھیج جو انہیں پاک کرے، یہ نہیں کہا کہ تو خود انہیں پاک کر۔ پتا لگا کہ رسول کا کام صرف حق بات بتا دینا نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں کو پاک کرنا بھی ہے۔ اِسی لیے نبی کے وارث اولیا اللہ ہیں، ان کے پاس لوگ اپنا اندر پاک کروانے کے لیے آتے ہیں۔ اِسے تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب کہا جاتا ہے۔ اگر اِس تزکیہ قلب اور تزکیہ نفس کی ضرورت نہ ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی دعا میں اِس کا ذکر نہ کرتے۔ اللہ نے بھی یہی فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (آل عمران: ۱۶۴) بیشک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اللہ خود بھی ٹھیک کر سکتا تھا لیکن اس نے یہ کام خود نہ کیا بلکہ اپنے رسول کی ذمہ داری لگائی، تاکہ رہتی دنیا تک نبی کے وارث اولیا اللہ یہ کام اللہ کے حکم سے کرتے رہیں۔ اِس لیے یہ ذہن میں رکھو کہ حق کا راستہ مرشد کا راستہ ہے اور بغیر مرشد کے کوئی پاک نہیں ہوا۔ وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جو اپنے مرشد کے ہمراہ ذکر کی محفلیں سجاتے ہیں، یا ان میں آتے ہیں، روزِ محشر وہ انہی محفلوں میں اٹھائے جائیں گے اور یہی اُن کی بخشش اور نجات کا ذریعہ ہوں گی۔ بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی بھی بخشش ہو جاتی ہے۔ ایسی محفلوں میں آنے سے اللہ کی بے شمار رحمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں، اُن کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔

آپ لوگ کتنے خلوص پیار محبت اور اللہ کی رضا کے لیے ادھر آئے ہیں، جب بندہ اللہ کی رضا کے لیے کچھ کرتا ہے تو اُس کے خیالات درست ہو جاتے ہیں، فضول خیالات اور غلط ارادے دور ہوتے ہیں۔ اگر خیال درست ہو جائے تو بندہ زمین سے اٹھ کر اللہ کے

قرب میں پہنچ جاتا ہے لیکن اگر خیال یا نیت میں خامی ہو تو بندے کا سارا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ سو جب بھی ایسی محافل میں آنے کا موقع ملے تو اپنے خیال کو درست رکھو اور اپنی نیت ٹھیک رکھو۔ یہ بہت خوش قسمتی ہے، وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ کے ذکر کی یہ گھڑیاں نصیب ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو یہ محفلیں سجانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ سب کے دلوں کو اپنی یاد سے آباد فرمائے۔ دل اللہ کا گھر، اللہ کا تخت اور اللہ کا مقام ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اور آپ سب کے دلوں کو پاک فرمائے اور اپنے مرشد کی سچی محبت نصیب فرمائے۔

ملفوظ–۱۰

بہشتی دروازے کے بارے میں

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے روضۂ مبارک کا مشرقی راستہ نوری دروازہ کہلاتا ہے اور دوسرا راستہ جنوب کی سمت ہے جو بہشتی دروازہ کہلاتا ہے۔ یہ دروازہ صدیوں سے اسی نام سے منسوب ہے۔ اس کی پیشانی پر "باب جنت" کے حروف کندہ ہیں جو نہایت ہی خوبصورت اور پُر کشش ہیں۔ بزرگان دین اور حضرت بابا گنج شکرؒ کے عقیدت مند اس دروازے سے گزرنا باعثِ سعادت و برکت سمجھتے ہیں، یہ عقیدت اور محبت ایک قدیم روایت پر مبنی ہے جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے، اس کے موجد سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی دہلوی ہیں۔ جب آپ دہلی سے پاک پتن تشریف لائے تو اس وقت حضرت بابا فریدؒ کا وصال ہو چکا تھا اور ان کے جسد اقدس کو روضۂ حضرت خواجہ شہاب الدین گنج عالم کی جگہ امانتاً رکھا گیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے بذریعہ کشف حضرت بابا صاحب سے روضہ تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کی تو آپ نے ہزاروں حفاظ و علمائے کرام بلائے اور خلفا و مریدین جمع ہوئے تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے شیخ و مرشد کے روضہ پر لگنے والی ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم کیا جائے۔ چنانچہ محبوبِ الٰہی

کے حکم پر ایسا ہی کیا گیا اور حضرت بابا صاحب کے روضہ پر لگنے والی شروع سے آخر تک تمام اینٹوں پر قرآن پاک پڑھے گئے۔ جب روضہ تیار ہو گیا آپ کی لحد مبارک کے لیے چند انیٹوں کی ضرورت پڑی تو حضرت بابا صاحب نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سے بذریعہ کشف فرمایا کہ جنوب کی جانب جو جالیاں چھوڑی ہیں ان کو توڑ کر کچھ اینٹیں نکال لیں۔ ان اینٹوں کو نکالنے سے ایک دروازہ بن گیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے بچشمِ باطن دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ اصحاب و آل اطہار اور اولیائے عظام روضہ پاک کے مشرقی دروازہ سے نکل کر جنوبی و مشرقی گوشہ پر تشریف فرما ہیں۔ جس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کے نشانات موجود تھے، اُسے بے ادبی سے بچانے کے لیے حجرہ تعمیر کر دیا گیا، جو اب بھی موجود ہے۔ اس جگہ حضورؐ فرما رہے تھے: اے نظام الدین! باآواز بلند یہ کہہ دو اور بشارت و مغفرت جن و انس کو سنا دو کہ ہم کو رب العزت سے فرمان ہوا ہے کہ جو کوئی اس دروازے سے گزرے گا امان پائے گا چنانچہ بہشتی دروازے پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ان الفاظ میں درج ہے: "من دخل هذا الباب أمن" جو اِس دروازے سے گزرا وہ سلامتی میں رہا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی کی تعمیل میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے مسجد کے مینار پر چڑھ کر توجہ کے لیے تین مرتبہ تالی بجائی اور حضور کا ارشاد عالی پڑھ کر سنایا۔ اعلان کی دیر تھی کہ موجودہ اولیاء صالحین اور دیگر عقیدت مند لوگ فرید فرید کے نعرے لگاتے ہوئے دوڑتے آئے اور بہشتی دروازہ سے داخل ہو کر نوری دروازہ سے باہر آتے گئے۔ آپ کی پیروی میں بہشتی دروازے کھلنے کے وقت اب بھی تین مرتبہ تالی بجائی جاتی ہے۔ آج تک اسی طرح سے رسومات ادا کی جاتی ہیں اور آج بھی لوگ حضرت امیر خسرو دہلوی کا مشہور نعرہ: "اللہ محمد چار یار، حاجی خواجہ قطب فرید" لگاتے ہوئے بہشتی دروازے سے گزرتے ہیں۔ یہ دروازہ ساڑھے سات سو سال سے زائد عرصہ سے صرف عرس کے دنوں میں موجود سجادہ نشین کھولتے ہیں اور عقیدت مند گزرنے کی سعادت

حاصل کرتے ہیں۔ باقی سال بھر یہ راستہ بند رہتا ہے۔ لاکھوں انسان اس دروازے سے گزرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور فضا فرید فرید کے نعروں سے گونجتی رہتی ہے۔

مرشد نے فرمایا: جو بہشتی دروازے پر ایمان نہیں رکھتا میں سمجھتا ہوں وہ بڑا بے ایمان ہے، اس لیے کہ یہ اللہ کے ولی کا فرمان ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اس میں سے گزرے وہ بہشتی ہے۔ اب چور، ڈاکو ہر کوئی اس میں سے گزر رہا ہے۔ میرے شہنشاہ بغداد فرماتے ہیں: میرا مرید دنیا سے حالت ایمان میں جائے گا، آخری وقت بھی اللہ تعالی اسے توبہ کی ضرور توفیق دے گا۔ اس لیے جس رنگ کا بندہ اس دروازے سے گزر جائے کبھی نہ کبھی اس کی توبہ منظور ہو ہی جاتی ہے۔

مرشد فرماتے ہیں: میں نے آزاد کشمیر میں دیکھا ایک ڈاکو تھا، میں سال دو سال بعد گیا تو اس نے داڑھی رکھ لی، چار پانچ سال بعد گیا تو اچھی لمبی داڑھی، اب ادھر جاؤ تو لوگ اسے ''مسیتڑ'' (یعنی مسجد میں ہی رہنے والا) کہتے ہیں۔ وہ شخص پہلے ڈاکے مارتا تھا لیکن اب دیکھو تو اسے نمازوں سے ہی فرصت نہیں، جس وقت دیکھو قرآن پڑھ رہا ہوتا ہے اور ذکر اذکار میں مشغول رہتا ہے۔ اس نے اپنی گزر اوقات کے لیے ایک دکان بنا رکھی ہے اور اس علاقے میں سب سے ایماندار اور جائز قیمت لینے والا بندہ ہے۔اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے، پہلے ڈاکو تھا لیکن جب اس نے سچی توبہ کی تو خدا کی بارگاہ میں منظور ہو گئی۔اگر کوئی چور ڈاکو بھی ولیوں کے پاس جائے تو کوئی پتا نہیں کس وقت اس کی توبہ قبول ہو جائے، سو آیا جایا کرو، اللہ آپ کو خوش اور آباد رکھے۔

ملفوظ–۱۱

غوث پاک کی کرامت

مرشد نے فرمایا: سچے مریدوں کے لیے غوث پاک خود ان کے مرشد کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں۔ جب سچے مرید کی روح قبض ہو گی تو اللہ تعالی عزرائیل علیہ السلام کو مرشد کی

صورت میں روانہ کرتا ہے، وہ کہے گا: میرے مرشد آئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور غوث پاک شہنشاہ بغداد منبر پر بیٹھے وعظ فرمارہے تھے، ساتھ مشہور تاجر اور صوفی بزرگ شیخ ابو المعالی محمد بن احمد بغدادی بیٹھے تھے، بیٹھے بیٹھے ان کے پیٹ میں تکلیف ہوئی اور حاجت محسوس ہوئی۔ اب وہ بہت پریشان کے حضور غوث پاک کی مجلس جاری ہے میں کیسے اٹھوں؟ اسی پریشانی کے عالم میں دورانِ وعظ حضور غوث پاک نے ان کی طرف دیکھا تو ان کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جب ہاتھ رکھا تو انہوں نے خود کو اس مجلس سے باہر کسی ویرانے میں پایا۔ آپ بغداد سے چودہ روز کے فاصلے پر ایک جنگل میں اترے جس میں ایک نہر بہہ رہی تھی اور اسی جنگل میں اپنی حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہوئے، پانی گزر رہا تھا انہوں نے وضو اور غسل کیا، اور اب اس بات پر پریشان تھے کہ میں واپس کس طرح جاؤں، تو جب غوث پاک نے ہاتھ اٹھایا تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے تھے۔ جب وہ غسل کرنے لگے تو ان کے پاس ان کے گھر کی چابیاں تھیں، وہ انہوں نے ادھر ہی رکھیں کہ غسل سے فارغ ہو کر اٹھالوں گا لیکن وہ چابیاں اُسی جگہ بھول آئے۔ اب بڑے پریشان ہوئے کہ انہیں تو جگہ کا بھی علم نہیں، ادب اختیار کیا اور اِس بارے میں کسی سے بات نہ کی۔ اسی دوران مجلس ختم ہوئی اور وہ چلے گئے لیکن انہوں نے کسی کو یہ واقعہ نہ بتایا۔ کچھ دن گزرے کہ یہ قافلے کے ساتھ بلادِ عجم کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں ایک جگہ قافلے والوں نے پڑاؤ کیا اور کسی سے پانی کا پوچھا تو بتایا گیا کہ یہاں قریب ہی ایک چشمہ ہے سو ان قافلے والوں نے چشمے کے قریب پڑاؤ کیا۔ جب یہ بزرگ ادھر پہنچے تو اس جگہ کو پہچان گئے کہ یہ تو وہی جگہ ہے۔ آگے گئے تو آپ کی چابیاں اسی جگہ پڑی تھیں۔ یہ ہے ولی اللہ کی کرامت۔

اگر مرشد کی، غوث پاک یا کسی ولی کی کوئی کرامت ہوتی ہے تو وہ نبی پاک ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہوتی ہے، اس سے باہر نہیں ہوتی۔ اگر نبی پاکؐ مردہ زندہ کرتے تو آج نبی پاکؐ کی امت کے ولی بھی مردے زندہ کرتے۔ پھر جس کسی کا کوئی مرجاتا تو

وہ کسی ولی کے پیچھے پڑ جاتا کہ زندہ کرو، زندہ کرو اور کئی زندہ ہوتے۔ نبی پاکؐ نے اسی لیے مردے زندہ نہیں کیے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ کرتے تھے نبی پاکؐ نے زندہ نہیں کیے۔ اگر آپؐ کر دیتے تو سارے ولی کہتے کہ یہ نبی کی سنت ہے، اگر زیادہ نہیں تو ایک دو دفعہ تو ضرور کرو۔ نبی پاکؐ معراج پر گئے آپؐ نے ہوا میں سفر کیا، اسی سنت پر بہت سارے اولیائے کرام نے پانی اور ہوا میں سفر کیا۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ – قصیدہ بردہ شریف والے – فالج کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ آپ عالمِ دین، شاعر اور عاشق رسول تھے۔ اِسی عالم میں آپ نے حالات سے پریشان ہو کر داد رسی کے لیے یہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ جب قصیدہ لکھ بیٹھے تو وہ بارگاہ نبویؐ میں قبول و منظور ہو گیا۔ رات خواب میں آپؐ تشریف لائے فرمایا: آپ نے جو قصیدہ لکھا ہے وہ تو سنائیں۔ آپ نے اپنا قصیدہ سنایا تو نبی پاکؐ نے آپ کے جسم پر دم فرمایا اور اپنا دست مبارک پھیرا۔ آپؐ نے خواب میں ان کو ایک چادر بھی تحفتاً دی۔ جب صبح بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ چادر آپ کے پاس موجود ہے اور آپ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں۔ عربی میں چادر کو "بردہ" کہتے ہیں۔ اسی لیے اس قصیدے کا نام قصیدہ بردہ شریف پڑ گیا۔

اصل بات اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ہے۔ یہ عشق ہی کسی کو معین الدین، کسی کو فرید الدین اور کسی کو لعل حسین بنا گیا۔ میں نے اپنے مرشد سے ساری عمر "مرشد مرشد" ہی سنا۔ انہوں نے ساری عمر اپنے مرشد کے ہی گُن گائے۔ یہ نہیں کہا کہ اس میں میری بھی کوئی محنت ہے۔ میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں:

؎ خس خس جتنا قدر نہ میرا، میرے صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا، تے محل چڑھائیا سائیاں

اگر بندہ مرشد کی گلی کا روڑا کوڑا بن جائے تو اس سے بڑھ کر کیا چاہیے۔

مرشد دا احسان میرے تے سار لیوے محتاجاں
اور کھوالا سدا محمد اُسّے نوں سَب لاجاں

ملفوظ-۱۲

ولی کی صحبت

مرشد نے فرمایا: جو بندہ کسی ولی اللہ کی صحبت میں سفر کر کے پہنچتا ہے تو ایک ساعت، ایک گھڑی کی صحبت سو سال کی عبادتِ بے ریا سے بہتر ہے۔

مٹی کا ایک برتن یعنی کہ انسان، جب اس میں خیر ڈل جائے اور اس میں غرور تکبر یا فریب آ جائے تو سمجھو یہ برتن ٹوٹ جائے گا اور خیر نکل جائے گی۔ جیسا کہ اگر کسی مٹی کے برتن میں پانی ہو اُسے زمین پر دے مارا جائے تو وہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح یہ انسان غرور وتکبر سے سب کچھ ضائع کر بیٹھتا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے:

جِتھے وسدا ہے اتھے دِسدا نہیں،
کیسی چار سو بیس والی بات ہوئی
اسی لوڑن گئے ساں وچ کعبے
اتھے ساڈی نہ ملاقات ہوئی

اب اس سال مجھ سمیت پچاس لاکھ[۱] آدمیوں نے حج کیا ہے، اگر ان سے پوچھا جائے کہ اتنا پیسہ بھی لگایا، اتنا عرصہ ادھر رہے بھی، سفر بھی کیا، عبادت بھی کی اور نمازیں بھی خوب پڑھیں، کیا آپ نے وہاں اللہ کو دیکھا ہے؟ خدا سے ملے ہو؟ جس سے ملنے گئے تھے۔ بابا جی نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ ہم تجھے کعبے میں ڈھونڈنے گئے لیکن وہاں ہماری اس سے ملاقات نہ ہوئی۔ ہم کعبے میں خدا سے ملنے جاتے ہیں اور جسے خدا مل جائے وہ پھر دنیا کا طالب تو نہیں رہتا۔ وہ پھر دنیا میں کوئی چوری، ہیری پھیری، فراڈ کچھ نہیں کرے گا، جھوٹ نہیں بولے گا۔ اب ہر رنگ کے بندے ہر سال حج کو جاتے ہیں اور آ کر پھر وہی جھوٹ فراڈ کرتے ہیں۔ پتا لگا کہ ایسے لوگوں نے خدا کو وہاں نہیں دیکھا۔

[۱] ۲۵ لاکھ تک تو حجاج کرام باہر ممالک سے آتے ہیں اور اتنی ہی تعداد میں حجاج مملکت کے اندر سے حج کرنے کے لیے آ جاتے ہیں۔

اسی لوڑن گئے ساں وچ کعبے

اتھے ساڈی نہ ملاقات ہوئی

خانہ کعبہ مندر مسیت خالی

ملاں قاضیاں دی کالی رات ہوئی

یہ وہی ہے جو مولانا روم نے فرمایا:

یک زمانہ صحبت با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ولی کے ساتھ ایک لمحہ کی مجلس بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ اب مولوی صاحب پچاس سال امامت کرواتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے، ان سے زیادہ تو کسی نے نمازیں نہیں پڑھیں کہ وہ ہر وقت مسجد میں رہے۔ اگر ان سے پوچھیں کہ کیا آپ نے رب دیکھا ہے؟ آج کل کے مولوی فقیروں کے خلاف تو بڑے مسئلے بیان کرتے ہیں، کبھی ان سے یہ بھی تو پوچھو بھائی کبھی رب کا دیدار کیا ہے؟ حضرت علی تو فرماتے تھے کہ میں جب تک رب کا دیدار نہ کرلوں سجدہ نہیں کرتا۔ فقیروں نے تو یہ دعوی کیا ہے کہ ہم نے رب کو دیکھا ہے، ہر فقیر یہی کہتا ہے کہ میں نے رب کو دیکھا ہے۔ جب تک کوئی رب کو نہ دیکھے تو اُس کا دوست بھی نہیں بن سکتا۔ اگر دوست کی دوست سے ملاقات نہ ہو تو وہ کس طرح دوست بن سکتا ہے؟ اللہ فرماتا ہے: ولی میرے دوست ہیں۔ اور دوستی اس وقت ہوتی ہے جب ملاقات ہو۔

اللہ کے ولیوں نے تو یہ دعوی کیا ہے کہ ہم نے خدا کو دیکھا ہے ہم نے خدا سے ملاقات کی ہے۔ داتا صاحب نے دیکھا ہے، خواجہ صاحب نے دیکھا ہے، اور دیگر صوفیا نے دیکھا ہے۔ اور جب تک کسی نے خدا کو نہیں دیکھا اس وقت تک اس کا سینہ روشن نہیں ہوا۔ اسی طرح سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے مجھے خواب میں اللہ تعالی کا دیدار ہوا۔

جے لبھاتے گھروں ہی لبھا

جدوں مرشد دی ذات مہربان ہوئی

یعنی کسی ولی کو اگر رب ملا ہے تو وہ مرشد کی نگاہ سے ہی ملا ہے، مرشد کی صورت میں ملا ہے۔ مرشد کا دیدار ہوا تو عاشقوں نے کہا: رب کا دیدار ہوا؛ کیونکہ رب مرشد کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ یعنی اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اللہ کی یاد تازہ رہتی ہے اور اس کا قرب ملتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: ولیوں کی نشانی یہ ہے کہ ان کو دیکھنے سے رب کی یاد پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہے دیدارِ الٰہی کا مطلب۔

جب نبی پاک ﷺ معراج پر گئے تو وہاں آپؐ کی رب تعالی سے آمنے سامنے ملاقات ہوئی اور وہاں آپؐ پر رب نے ایسی تجلی کی جسے آپؐ نے اپنے سینے میں سمو لیا۔ اور یہی فیض آپؐ کی امت کے ولیوں تک پہنچا کہ اسی فیض کے تحت اس امت کے اولیا نے اپنے رب کا دیدار کیا، ظاہر میں مرشد کی صورت میں خدا کا دیدار ہوا۔

بابا بلھے شاہ سرکار سے مرشد ناراض ہو گئے، آپ بارہ سال مرشد کی یاد میں روتے رہے۔ بابا بلھے شاہ سید تھے لیکن ان کے مرشد کا تعلق ارائیں قوم سے تھا۔ خاندان والوں نے کہا: آپ سید ہو کر غیر سید کو اپنا مرشد بنا رہے ہیں۔[1] جدھر اللہ کا دیدار ہو، مرشد کی تجلی آ جائے پھر سید یا غیر سید کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

نظر جنہاں دی کیمیا باہو سونا کر دے وٹ
سچی ذات اے رب سوہنے دی کیا سید کیا جٹ

اولیا اللہ نگاہ سے پتھر کو سونا اور ناقص کو کامل بنا دیتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے جن کی نظر اکسیر ہو، کامل ہو، مکمل ہو۔

بابا بلھے شاہ سرکار سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے اپنے مرشد کے بارے میں فرمایا: میں اس وجود کے آگے نہیں ناچ رہا، میرا عشق اِس وجود سے نہیں، لیکن مجھے اِس

---

[1] کیونکہ سید سردار ہوتے ہیں بادشاہ ہوتے ہیں اس لیے خاندان والوں نے طعنے دیئے۔

وجود میں اپنے نانا نبی پاک ﷺ کا نور نظر آتا ہے؛ کیونکہ وہ عشقِ رسول میں اس قدر مستغرق ہو چکے تھے کہ فنا فی الرسول کی منزل پر پہنچ گئے تھے، نبی پاک ﷺ کا نور پیشانی میں نظر آرہا تھااور بابا بلھے شاہ اِس نور کے آگے ویسے فنا ہو جاتے تھے جیسا کہ پروانہ شمع پر فدا ہو جاتا ہے۔ وہ نور انہیں مرشد کی صورت میں نظر آیا۔ کوئی ولی اگر کسی دوسرے ولی کی غلامی کرتا ہے، جیسا کہ خواجہ صاحب داتا صاحب کے پاس گئے تو داتا صاحب میں انہیں خدا کا نور نظر آیا اس لیے گئے۔ اگر کوئی ولی کسی ولی کی غلامی کرتا ہے تو یہ نور کی غلامی ہے، اسے پتا ہوتا ہے کہ یہ نور اِس کے سینے، اِس کی پیشانی میں موجود ہے اور یہی نور مجھے حاصل کرنا ہے۔ سب اولیا اِس نور کے عاشق ہیں۔ یہ نور پیشانی اور اولیا کے سینوں میں چمک رہا ہو تو قلب کی باطنی روشنی عاشقوں کو نظر آ جاتی ہے۔

دنیا دار بھی تو دنیا کا مال و دولت نفع حاصل کرنے کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں۔ اہلِ ثروت سے تعلق جوڑتے ہیں کہ کاروبار اور لین دین کے ذریعے مال ملے گا۔ اللہ والے اللہ والوں کے ساتھ نور کا تعلق جوڑتے ہیں؛ کہ نور حاصل ہو۔ یہ اللہ کا نور ہی ہے جس سے سینہ روشن ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ولی اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اللہ کے ولیوں کو جب مرشد میں اللہ کا نور نظر آتا ہے تو وہ مرشد کی غلامی، تابعداری اور خدمت میں حاضر ہو کر اس نور کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کا وہ نور جو نبی پاک ﷺ کے سینہ مبارک میں سمایا[1] وہ آپؐ نے اپنے پاس نہیں رکھا بلکہ اپنی امت کے اولیا میں تقسیم کیا، حضرت علی کو وہ فیض عطا فرمایا، اور حضرت علی نے وہ نور اپنی اولاد میں

---

[1] جیسے دودھ میں مکھن ہوتا ہے؛ مکھن سمایا ہوا ہے، اسی طرح نبی پاک ﷺ کے سینے میں نور سمایا ہے، جسے عشق رسول ﷺ کی جاگ لگتی ہے وہ اسے دیکھ سکتا ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا:

دودھ وجود تیرے وچ شیریں روغندار سمانی

مرشد لاوے جاگ پریم دی تاں جمے دودھ پانی

تقسیم کیا۔ وہی نور چلتا چلتا غوث پاک شہنشاہ بغداد، داتا علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی، بری سرکار اور ہمارے مرشد لعل حسین شاہ تک پہنچا۔ یہ وہی نور ہے جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا تھا۔ یہ وہی نور ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوا۔ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ﴾ (المائدہ: ١٥) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح کتاب آئی ہے۔

اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں بعض ایسے اللہ کے خاص بندے ہوں گے جو نبی اور شہید تو نہیں لیکن نبی اور شہید ان پر رشک کریں گے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہؐ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: بغیر قرابت داری سے لوگ ان سے محبت کریں گے۔ قیامت والے دن وہ نورانی منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ پھر آپؐ نے آیت کریمہ پڑھی: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ٦٢)

اس لیے یہ یاد رکھو کہ ہم لوگ دنیا میں اپنی نجات کے حصول کے لیے آئے ہیں۔ کیا آپ میں سے کسی کا دل کرتا ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں؟ ہر بندہ یہی چاہتا ہے کہ جیسے میں اس دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہوں آگے بھی میرے لیے بھلائی ہی ہو۔ کوئی یہ نہیں چاہتا کہ قبر میں اُس کا دم گھٹے اور حساب و کتاب کی سختی ہو، ہر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی قبر روشن اور کشادہ ہو اور اس میں جنت کی ہوا آئے۔ جہنم میں جانے کا تو کسی کا دل نہیں کرتا، اس سے پتا لگا کہ ہم اس دنیا میں اپنی نجات کے لیے آئے ہیں۔

اب اگر ایک اعلان ہو جائے کہ جس جس نے جتنی کلاسیں پڑھی ہیں وہ اس لائن میں آ جائے، مثلاً پہلی کلاس والے ادھر، پانچویں والے ادھر، بارہویں والے ادھر اور چودھویں والے ادھر، کیا پہلی والا بارہویں کلاس کی لائن میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ اگر دنیا کی تعلیم والے اپنے درجات کے باعث ایک صف میں کھڑے نہیں ہو سکتے تو کیا چور بے ایمان، نمک حرام، غدار، دھوکے باز اور اللہ کے نیک بندے، مومن، مسلمان، ولی اللہ شہید صدیق کیا ایک لائن میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ہاں چودھویں والا اگر کسی کم جماعت

والے کی سفارش کرے تو اُسے تھوڑا بہت نفع دے سکتا ہے۔ اگر کسی چھوٹے گریڈ کے ملازم پر کیس بن جائے تو بڑا افسر اسے بچا سکتا ہے۔

اسی طرح روزِ قیامت قطاریں لگ جائیں گی، مومنین، صدیقین، شہدا اور صالحین کو کہا جائے گا جاؤ جنت میں چلے جاؤ۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کریں گے تو دوسری طرف جہنمیوں کی قطاریں لگی ہوں گے۔ اس وقت وہ جہنمی لوگ جنت والوں کو پہچان جائیں گے اور اگر ان میں سے کسی کے ساتھ کچھ بھلا کیا ہو گا تو وہ بتانے لگیں گے کہ اے اللہ کے ولی ایک دفعہ میں آپ کی مجلس میں آیا تھا، وعظ سنا تھا، یا آپ کی فلاں جگہ خدمت کی تھی، کھانا کھلایا تھا، وضو کروایا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ اس روز تو ہم اکٹھے تھے لیکن آج ہم جہنم میں جا رہے ہیں تو ہمارا کچھ کریں۔ اس وقت وہ مومن بندے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے یا اللہ! ان لوگوں سے دنیا میں ہمارے اچھے تعلق رہے، ان کی بخشش فرما دے۔ اللہ فرمائے گا: سجدے سے سر اٹھالو اور چن چن کے اپنے جاننے والوں کو ساتھ لے جاؤ۔ میں نے انہیں بخش دیا۔

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
ولیاں نوں رب قوت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

سخی سلطان باہو فرماتے ہیں:

نہ میں جوگی نہ میں جنگم نہ میں چِلّہ کمایا ھو
نہ میں بھج مسیتی وڑیا نہ تسبیح کھڑکایا ھو
جو دم غافل سو دم کافر مرشد ایہہ فرمایا ھو
مُرشد سوہنی کیتی باہُو پل وچ جا بخشایا ھو

یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ اگر دنیا میں کسی پر بڑے سے بڑا جرم ثابت ہو جائے لیکن اگر کوئی وزیر، مشیر یا بادشاہ سفارش کرے تو اُس کی بچت ہو جاتی ہے۔ اگر دنیا میں یہ قاعدہ چلتا ہے تو بروز قیامت اللہ کے ولی گناہ گاروں کی سفارش کریں گے۔

کچھ روز قبل میں کسی عالم کا بیان سن رہا تھا کہ گناہ گار جہنم میں چلے جائیں گے، اور اللہ کے ولی رک جائیں گے کہ اے اللہ ہمارے کچھ ساتھی جہنم میں چلے گئے ہیں، یا اللہ اگر تو اُن کی بھی بخشش فرمائے گا تو ہم جنت میں جائیں گے۔ اللہ فرمائے گا: جاؤ جہنم سے چن چن کر اپنے ساتھیوں کو نکال لاؤ۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ اگر کسی کو جیل میں قید کے لیے ڈالا جائے تو اسے بڑی تکلیف ہوتی ہے، وہ قید سے بھاگنے کے سو حیلے بہانے بناتا ہے، کسی کو قید پسند نہیں۔ وہ ولی جہنم میں جائیں گے تو انہیں جہنم کی آگ کچھ نہیں کہے گی جیسے بادشاہ اگر کسی افسر کو کہے کہ جیل میں جاکر فلاں فلاں بندوں کو آزاد کرواؤ تو وہ خوشی سے جاتا ہے۔

مرشد فرماتے ہیں: ہمارے پاس تو جو بھی آتا ہے ہم یہی کہتے ہیں کہ بھائی اللہ کا ذکر کرو، اللہ کے ذکر سے دل صاف کرو، دل کو مومن کرو، تاکہ آپ لوگوں کی نمازیں اور روزے بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوں۔ ہمارے پاس پریشان سے پریشان بھی کوئی آ جائے تو ہم نے کبھی کسی کو یہ نہیں کہا کہ اس پریشانی میں چوری کر لے یا ڈاکہ مار لے۔ بس اللہ کا ذکر بتایا، کوئی اسم بتایا کہ یہ پڑھتے رہو آپ کا کام ہو جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس بندے سے اللہ ناراض ہے سو جب یہ اللہ کے کسی اسم کا ذکر کرے گا اللہ راضی ہو جائے گا اور اس کا وہ کام ہو جائے گا۔ اگر ہم کسی کو کچھ وظیفہ دیں تو لوگ بعد میں از راہ تنقید کہتے ہیں: پیر صاحب کے پاس گئے تھے اور تو کچھ نہیں بس یہی کہا ہے کہ "اللہ الصمد" پڑھتے رہا کرو، یا یہ کہہ دیا ہے کہ "اللہ ھو" پڑھتے رہو۔ بھائی تجھے یہ نہیں پتا کہ اللہ اور اللہ کا محبوب تجھ سے ناراض ہے، بار بار اللہ کو پکارنے سے شاید تیری طرف بھی رحمت کی نظر ہو جائے، اسی لیے ہم نے تجھے یہ ذکر دیا کہ اِس کے پڑھنے سے اللہ تجھ سے راضی ہو جائے گا۔ ہم تو ذکر اِس لیے بتاتے ہیں کہ ان محجوب لوگوں سے اللہ راضی ہو جائے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، آپ جس شہر میں رہتے تھے، اس گلی محلے میں کوئی جانور راستے میں لد گوبر نہیں کرتا تھا۔ جب ان کا وصال ہوا اور

ایک بزرگ ان سے ملنے آئے جبکہ اُسے آپ کی وفات کی خبر نہ تھی، تو دیکھا کہ گلی میں کسی جانور کی لد پڑی تھی۔ انہوں نے محلے والوں سے پوچھا: بشر حافی وفات پا گئے؟ بتایا گیا کہ کل ان کی وفات ہوئی ہے۔ پوچھا گیا: آپ کو یہ کیسے پتا چلا؟ بتایا: میں نے گلی میں جانور کی لد دیکھی ہے تو میں سمجھ گیا آج دنیا سے بشر حافی چلے گئے۔

بشر حافی راہ تصوف میں آنے سے پہلے کسی اور راہ کے مسافر تھے، رات اپنے مقصد کے حصول کے لیے کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کاغذ نظر آیا اس کو اٹھایا تو اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی تھی۔ فرمانے لگے: یا اللہ! تو عظیم رب، عظیم خدا ہے لیکن تیرا نام ادھر پیروں میں رُل رہا ہے۔ اُس کاغذ کو اٹھایا، صاف کیا، خوشبو لگائی اور اچھی طرح لپیٹ کر کسی بلند جگہ دیوار میں دفن کر دیا۔ آپ کا یہ عمل اللہ کو اتنا پسند آیا کہ رات خواب میں اللہ کا دیدار ہوا، اللہ تعالی نے فرمایا: بشر حافی تو نے میرے نام کی تعظیم کی، اِسے خوشبو لگا کر اس کا ادب کیا، جا تیرے نام کی تعظیم میں نے دنیا میں پیدا کر دی، تیرا نام دنیا میں معطر کر دیا۔ دیکھیں وہ رب تو گناہ گاروں کو بخشنے والا ہے، اگر کوئی چھوٹا سا بھی عمل کرے تو اس کو وہ کیا درجہ دیتا ہے۔ اسی طرح جب ہمارے پاس کوئی بندہ آتا ہے تو ہمیں پتا چل جاتا ہے کہ اس سے خدا ناراض ہے، لہذا ہم اسے خدا کے کسی اسم کا ذکر دیتے ہیں کہ اسے جاری رکھو، بشر حافی کی طرح خدا تم سے بھی راضی ہو جائے گا۔ اِس ذکر کی ہم نے بے بہا برکات دیکھی ہیں کچھ لوگ ادھر آئے اور ہم نے انہیں اذن دیا تو اُن کا فیض جاری ہو گیا، ان کی مشکلات آسان ہوئیں اور ان کے معاملات حل ہوئے۔

لوگ اللہ کے ولیوں پر اعتراض تو کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ آیا کبھی اسی ولی نے برائی کی طرف بھی دعوت دی؟ اگر ولی ہو تو وہ برائی کی دعوت نہیں دے سکتا۔ ان لوگوں نے ہمیشہ نماز، روزہ، ذکر اذکار کا درس دیا ہے۔ میرے پاس کچھ روز پہلے کچھ بندے آئے، کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں ہمیں کچھ فیض، خلافت عطا ہو، میں نے کہا: ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا ورد جاری رکھو، یہی ورد تمہیں منزل تک پہنچائے گا۔ کہنے لگے: اور کوئی

وظیفہ؟ میں نے کہا اس سے بڑا اور کیا وظیفہ بتاؤں، میرے پاس تو یہی وظیفہ ہے۔ موسی علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: یارب! مجھے کوئی ایسی چیز سکھا جس سے میں تیرا ذکر کروں۔ فرمایا: اے موسیٰ! پڑھ لا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ نے کہا: یارب! تیرے سارے بندے یہی پڑھتے ہیں، فرمایا: پڑھ لا الہ الا اللہ۔ آپ نے کہا: لا الہ الا اللہ، میں کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جو تو مجھ سے مخصوص کرے۔ فرمایا: اے موسی! اگر سات آسمان اور ان میں رہنے والے اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا اُن سب پر بھاری ہو گا۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ جب وہ جنت سے نکالے گئے تو انہوں نے سو سال تک اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا، اپنی خطا پر اشک بہاتے ہوئے غم سے نڈھال بیٹھے رہے۔ پھر ایک دن اللہ تعالی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی طرف بھیجا، انہوں نے کہا: السلام علیک یا آدم! اللہ عز وجل آپ پر سلامتی بھیجتا ہے اور آپ سے کہتا ہے: کیا میں نے آپ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق نہیں کیا؟ کیا آپ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟ کیا میرے فرشتوں نے آپ کو سجدہ نہیں کیا؟ کیا میں نے اپنی بندی "حوا" سے آپ کی شادی نہیں کروائی؟ پھر یہ رونا دھونا کیسا ہے؟ حضرت آدم بولے: اے جبرائیل! میں کیوں نہ روؤں، حالانکہ میں اپنے رب کے قرب سے نکالا گیا ہوں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے آدم! اِن کلمات کو پڑھ لیں، بیشک اللہ آپ کی خطا معاف کرے گا اور آپ کی توبہ قبول کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمدؐ کے حق سے مانگتا ہوں، تو پاک ہے اور سب تعریف تیری ہے، میں نے برا کیا اور خود پر ظلم کیا (مجھے بخش دے) کیونکہ صرف تو ہی خطاؤں کو بخشتا ہے، مجھ پر رحم کر اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔ تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے ہی لائق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے برا کیا اور خود پر ظلم کیا؛ میری توبہ قبول کر، بیشک تو توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ تو پاک ہے اور سب تعریف تیری ہی ہے، میں نے برا کیا

اور خود پر ظلم کیا، میری مغفرت کر کیونکہ تو بہترین مغفرت کرنے والا ہے۔" وہ کلمات یہ تھے۔[۱]

بات یہ ہے کہ ہمارے پاس جو لوگ آتے ہیں وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو بھولے ہوتے ہیں، خدا سے دور ہوتے ہیں، خدا کی گرفت میں ہوتے ہیں، یہ تو وہی کلمہ ہے جو آدم علیہ السلام نے پڑھا، موسیٰ علیہ السلام نے پڑھا، سارے نبیوں نے پڑھا۔ اس لیے آپ لوگ بھی یہ وظیفہ پڑھیں، شاید رب کی ذات سن لے اور آپ کی تکلیفیں دور ہوں، خطاؤں کی بخشش ہو۔ سنتا وہ سب کی ہے لیکن ادھر خلوص کام آتا ہے، جو انسان یہ سب خلوص سے پڑھتا ہے رب کو یاد کرتا ہے تو رب بھی جواب دیتا ہے۔ ہمارے پاس پریشانیوں میں مبتلا، دکھ درد کے مارے بہت سارے لوگ آتے ہیں، ہم ان سے یہی کہتے ہیں کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا وظیفہ کرتے رہو۔ اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور جب رب راضی ہو گیا تو پھر بندے کی مشکل مشکل نہیں رہتی۔ اللہ کے ولیوں کی یہی پہچان ہے کہ انہوں نے خدا کا راستہ بتایا، خدا کے محبوب کا راستہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے بتائے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

ملفوظ–۱۳

مرید کی مثال

مرشد نے فرمایا: جب بندہ کسی ولی اللہ کے پاس آتا ہے تو وہ اس راہ کے معاملات سے ناتجربہ کار ہوتا ہے، اسے سمجھ بوجھ نہیں ہوتی، اُس کی مثال ایک گلاب کی قلم جیسی ہے۔ جب وہ قلم زمین میں لگائی جاتی ہے اسے پانی نمکیات، ہوا روشنی ہر چیز ملتی ہے تو وہ قلم پھوٹ پڑتی ہے۔ جب کوئی بندہ مرشد کی بارگاہ میں آتا ہے تو وہ اس قلم کی مثال ہوتا ہے، جب وہ مرشد کی صحبت، معیت، قربت اور مجالس میں حاضری دیتا ہے تو اس بندے کے دل

---

۱ فتوحات مکیہ جلد–۷ ۱۳ از محی الدین محمد ابن العربی۔

میں عشق الٰہی اور عشق نبیؐ کی قلم پھوٹ پڑتی ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ھو

نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ھو

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھُلن تے آئی ھو

جیوے مرشد کامل باھو جس ایہ بوٹی لائی ھو

جب وہ گلاب کی قلم پھوٹتی ہے تو وہ بڑھتے بڑھتے ایک پودے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور پھر اس میں گلاب کے پھول کھلتے ہیں۔ جب اس پودے پر پھول کھلتے ہیں تو ان پھولوں کی مسحور کن مہک کتنی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ جو سچے دل سے مرشد کی سنگت اختیار کرلے مرشد کا غلام بن جائے تو سمجھو اس کی قلم کِھل اٹھی۔ جب تک مرشد کی سچی صحبت اور غلامی اختیار نہ کی جائے اللہ کی محبت اور عشق والی یہ قلم کبھی دل میں نہیں لگتی، اگر لگ جائے تو پھوٹتی نہیں۔ پودوں میں بھی اس کی مثال ہے کہ بعض قلمیں سوکھ جاتی ہیں۔

اس لیے اگر اپنے دلوں کو آباد اور روشن کرنا چاہتے ہو تو مرشد کا دامن تھام لو۔ مرشد کے غلام بن جاؤ، اگر سچے غلام بنو گے تو دل میں خدا کی محبت پیدا ہوگی۔ اگر مرشد سے تعلق مضبوط ہوگا تو دنیا کے کام کاج خدا کی محبت سے غافل نہیں کریں گے، یہ مرشد کی قربت مرشد کی صحبت ہے۔ آپ لوگ مرشد کی صحبت مرشد کی مجلس میں آتے ہیں تو اللہ اور اللہ کے رسول کی ایسی محبت دل میں بٹھاؤ کے اندر خوشبودار ہو جائے، اور یہ خوشبو دنیا میں پھیلے۔ مرشد کا یہی پیغام ہے کہ یہ خوشبو آگے پہنچاتے جاؤ، اس سلسلے کو آگے بڑھاتے جاؤ۔ جو کوئی کسی کو ہدایت کا راستہ دکھائے گا ہو سکتا ہے یہی عمل روز محشر اس کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ سب کو مرشد کے احکام کی پابندی اور مرشد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں آپ لوگوں کو تھوڑا تھوڑا اس لیے سمجھاتا رہتا ہوں کہ یہ چیز آپ کے ذہن میں بیٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر استقامت اور عمل کی توفیق

دے، آمین۔

ملفوظ–۱۴

لنگر میں برکت

مرشد نے فرمایا: ہمارے دادا فرماتے تھے: میں دن رات یہی دعا کرتا تھا، یا اللہ! یہاں اتنے مہمان آتے ہیں، کبھی لنگر میں کمی نہ ہو کہ کسی مہمان کو کھانا نہ ملے اور وہ یہ کہہ دے: ہم باباکے ہاں گئے تھے مگر کھانا نہ ملا۔ بس وہ اسی فکر میں رہتے تھے کہ کہیں میرے بیٹے لعل بادشاہ کے لنگر میں کمی نہ ہو۔ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوپہر کا لنگر تقسیم ہوگیا سب کھا بیٹھے کہ دور سے مزید پانچ مہمان آگئے۔ میں لنگر شریف دینے کے لیے اٹھا، جب میں نے روٹیوں والی چھنگیر میں دیکھا تو تین روٹیاں تھیں۔ میں نے کہا: بی بی صاحبہ آکر پکائیں گی۔ وہ وضو کے لیے اٹھی تھیں، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر آئیں تو دادا جی نے بولا کہ پانچ مہمان آئے ہیں ان کے لیے کھانا تیار کریں۔ فرماتے ہیں: میرے دیکھتے دیکھتے ہی انہوں نے پانچ روٹیاں نکالیں، جب میں نے دیکھا تو تین تھیں جب انہوں نے دیں تو پانچ نکلیں۔ کہتے ہیں میں نے وہ کھانا مہمانوں کو پیش کیا اور اس کے بعد اپنے بیٹے بابا لعل شاہ کو بتایا کہ آج میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے۔ پھر فرمانے لگے: اس واقعے سے پہلے مجھے ہمیشہ یہی فکر ستائے رکھتی تھی کہ یہ لنگر کہیں رک نہ جائے، کمی نہ آجائے۔ اس کے بعد انہوں نے دعا دی: جاؤ بیٹا آج کے بعد آپ کے لنگر میں کمی نہیں ہوگی۔ آج جو میں نے دیکھ لیا ہے بس میرے دل دماغ میں موجود فکر ختم ہوگئی ہے، اب اللہ تعالی آپ کے لنگر میں غیبی امداد فرمائے گا۔[1]

---

[1] یہ واقعہ گاؤں سبن سادات بارہ کہو کا ہے۔ بی بی صاحبہ بابا لعل شاہ سرکار کی والدہ تھیں، اس دور میں وہ خود لنگر پکاتی تھیں۔ روٹیاں مکئی کے آٹے کی ہوتی تھیں اور مشکل سے ایک بندہ ایک

ان کی زندگی میں بھی بہت لنگر چلا۔ اس دور کے حساب سے لنگر میں مکئی کی روٹی، چٹنی، دوپہر کو لسی، چنے کی دال اور شام کو سبزی ہوتی تھی۔ اسی طرح جب بڑے حضور سید لعل حسین شاہ صاحب کا آخری وقت قریب تھا تو ہم یہاں سے آٹھ روز قبل لاہور گئے۔ میں، میرے لاہور والے بھائی اور دیگر لوگ موجود تھے، فرمانے لگے: ہمارا جانے کا وقت اب قریب ہے، اور ہمیں کسی چیز کی فکر نہیں، ہم بے فکر ہو کر جا رہے ہیں، ہمارا نظام، ہمارا سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، ہم بے فکر ہیں لیکن آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد یہ لنگر جاری رکھنا۔ آپ نے ہمیں اور کچھ وصیت نہیں کی بس یہی فرمایا کہ یہ لنگر جاری رکھنا۔ آپ لوگ اب دیکھ رہے ہیں کہ دن رات لنگر جاری ہے۔ ہم سمجھتے ہیں ہمیں یہ ہمارے بابا جی ہمارے داد جی کی دعا ہے۔ یہاں دن رات اندر باہر جو مرضی کوئی کھائے پیئے کوئی نہیں پوچھتا، خود ہی پکاتے ہیں خود ہی کھاتے ہیں۔ ہمیں علم ہی نہیں کہاں سے آرہا ہے کدھر جارہا ہے۔ ہر مہینے گیارویں شریف ہوتی ہے، سالانہ عرس ہوتا ہے کوئی پتا نہیں کدھر سے آتا ہے کدھر جاتا ہے۔

اگر ہمارا مرید یہاں سے بھوکا چلا جائے تو پھر ہمارا بھی کھانے کا دل نہیں کرتا، سوچتے رہتے ہیں پتا نہیں کب گھر پہنچے گا، راستے میں کھائے گا نہیں کھائے گا، اس کا خرچہ ہو گا۔ اس لیے جب بھی جاؤ تو لنگر کھا کر جاؤ۔ جو لوگ دور دراز سے آتے ہیں ان کا آگے بھی لمبا سفر ہوتا ہے، اور پیسے تو اتنے ہوتے ہی نہیں، موٹروے پر بھی کھانا مہنگا ملتا ہے۔ پھر ہمارا دل ہوتا ہے جو سادہ سا لنگر ہے وہ کھا کر جائے۔ اب گیس کا بھی مسئلہ ہے، پہلے گیس ہوتی تھی تو ساری رات کھانے پکتے تھے، اب گیس بھی نہیں ہوتی بس جو روکھا سوکھا بنتا ہے مہمانوں کو پیش کر دیتے ہیں۔ ہم کبھی کبھی شرم محسوس کرتے ہیں کہ مہمانوں کی صحیح خدمت نہیں کر سکے۔ ہم تو یہاں صرف ظاہری طور پر آپ کے سامنے ہیں اصل نظام تو

روٹی ختم کرتا تھا، اوپر ساگ کا سالن رکھ دیتے تھے۔ ہمارے علاقے میں ساگ کثرت سے اگایا جاتا تھا۔

غوث پاک ہمارے مرشد ہی چلارہے ہیں، یہ اللہ کا نظام ہے۔

اگر میں خود کو دیکھتا ہوں تو ایک نکما آدمی سمجھتا ہوں، بس آپ لوگوں کے سامنے سارا دن ادھر بیٹھا رہتا ہوں، یہ کوئی کام ہے! نہ آپ لوگوں نے مجھے لکڑی چیرتے دیکھا، نہ دیگیں پکاتے، نہ صفائی ستھرائی کرتے۔ ایک نکمے سے بندے کو مرشد نے نوازا ہے تو غوث پاک بھی دیئے جارہے ہیں، بس ہم بھی کھارہے ہیں۔

؎ خس خس جِنّا قدر نہ میرا تے مرشد تو وڈیایئاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا تے محل چڑھایا سائیاں

اگر مرشد کے سامنے بندہ دل سے اس شعر کے مصداق رہے تو تبھی بات بنتی ہے۔ میں خود کو ایک نکما سا انسان سمجھتا ہوں، یہ مرشد کی، غوث پاک کی عطا ہے کہ سارا سلسلہ چل رہا ہے۔ یہ سب مرشد کی مہربانی کرم نوازی ہوتی ہے۔ مرشد کی دعا ہو تو کبھی کمی نہیں ہوتی۔ مجھے نہیں پتا کدھر سے آرہا ہے اور کدھر جارہا ہے۔

ہمارے پاس ایک مولوی صاحب آئے اور چھ ماہ یہیں قیام کیا۔ وہ مسلسل چھ ماہ ہمارے پاس بیٹھے رہے، جب ہم بیٹھتے وہ بھی ہمارے پاس بیٹھ جاتے، کبھی نعت پڑھتے کبھی تقریر کرلیتے۔ چھ ماہ بعد جب جانے لگے تو بولے: میں نے دربار شریف کے سب معاملات دیکھے ہیں، بہت خوش ہوں۔ چھ ماہ میں نے یہاں لنگر خانہ دیکھا، اِس کی تحقیق کرتا رہا لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا، میں نے غلہ اناج اندر جاتے کبھی نہیں دیکھا لیکن باہر آتے ہوئے تو سارا دن دیکھتا ہوں، پتا نہیں کہاں سے آتا ہے کہاں سے جاتا ہے۔ اس دور میں عابد شاہ صاحب[1] لنگر انچارج تھے، پھر لوگوں کو بھی اتنا لاتے نہیں دیکھا جتنا ان پر خرچ ہوتے دیکھا، یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ یہاں جو نذر نیاز آتی ہے وہ کوئی نعت خوان، علما، خلفا اور کبھی قوال حضرات لے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا: جس آدمی نے سچے دل سے مرشد کی غلامی کی، جس کا مرشد سے تعلق مضبوط ہے اس کے معاملات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ دعائے مرشد

---

[1] اب عابد شاہ صاحب وفات پاگئے ہیں ان کا مزار بنگیال گاؤں بارہ کہو میں ہے۔

میں بہت تاثیر ہے اگر وہ لگ جائے تو پھر خدا ہی ان کے معاملات چلاتا ہے۔ یہ ہمیں ہمارے مرشد پاک کی دعا ہے۔ اور جو خدا کا ہو جاتا ہے اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے ذمے لے لیتا ہے حتیٰ کہ اس کا بولنا، دیکھنا، چلنا پھرنا تمام معاملات اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں۔

جب میرے مرشد پاک یہاں سے ہجرت کر کے سندر شریف گئے تو ان کے پاس کپڑوں کا ایک جوڑا تھا، ہاتھ میں عصا اور بیس روپے تھے، وہ بھی جاتے ہوئے مجھے دے گئے۔ یہاں سے کچھ لے کر نہیں گئے، بس اتنا کہا: بیٹا! بیٹھ جاؤ، اللہ اللہ کرو اور کرواتے رہو۔ یہاں دن رات خدا کا ذکر جاری ہے، لوگ آتے ہیں ان کے قلب خود بخود کھل جاتے ہیں، ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بیٹھ کر لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہیں اسی میں ان کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ یہ ہے اللہ والوں کا توکل کہ جب وہ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں تو پھر ان کے معاملات خود اللہ، اس کا رسول اور غوث پاک چلاتے ہیں۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

جو بندہ اپنے لیے جمع کرے تو وہ اس نظام سے دور ہی رہتا ہے لیکن جو اللہ کی مخلوق کے لیے سب کچھ کرے تو ہر چیز اس کے تابع ہوتی ہے۔ اب ہمارے پاس اگر کوئی تحفہ آ جائے تو ہم کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اسے اپنے استعمال میں لائیں گے، فوراً یہی سوچتے ہیں یہ کس کو دیں؟ ایک طرف سے کچھ آتا ہے تو دوسری طرف سے تقسیم ہو جاتا ہے۔

دو دن قبل ہمارے پاس ایک شخص آیا، اس نے بتایا کہ ایک پیر صاحب نے کسی سے دس ہزار روپیہ ٹھگ لیا۔ ہم نے کہا: دس ہزار کا کیا کریں گے کتنا عرصہ کھائیں گے؟ آج کل دس ہزار سے کیا بنتا ہے۔ ادھر ہمارے پاس سینکڑوں ہزاروں لوگ آتے ہیں، لیکن مجھے یاد نہیں کبھی کوئی ایسا موقع آیا– حالانکہ انسان سے کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے– کہ میں نے اپنی ذات کے لیے کسی سے ایک روپیہ مانگا ہو؟ ہاں اگر کوئی صاحب حیثیت بندہ آیا اور کوئی سائل موجود تھا یا کوئی مولوی نعت خوان وغیرہ تھے تو ان سے کہا ان کی کچھ

خدمت کرو۔ بعض لوگوں کو اپنے لیے بھی لوگوں سے مانگنا پڑتا ہے لیکن ہمیں اللہ تعالی نے اتنا دیا ہے کہ ہمیں کسی چیز کی حاجت نہیں رہی۔ جو اللہ کا اور مرشد کا ہو جائے پھر انہیں ہی فکر ہوتی ہے۔ ہم تو بچے ہیں، اگر کسی کے چھوٹے بچے ہوں تو ان کی ضروریات کی فکر ان کے ماں باپ کو ہوتی ہے۔ اس لیے ہماری فکر اللہ کرے، غوث پاک یا مرشد کریں ہمیں کیا ضرورت کے ہم فکر کرتے پھریں۔

ہمارے مرشد ہمیں بار بار یہ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی خدا سے دنیا کا مال نہیں مانگا، میں لوگوں سے کیوں مانگوں؟ لوگوں کو تو خدا نے دیا ہے اگر میں نے مانگنا ہے تو خدا سے مانگوں، منگتوں سے کیوں مانگوں! لیکن میں نے کبھی خدا سے بھی دنیا نہیں مانگی۔ اب یہاں دربار شریف کی تعمیرات جاری ہیں، بڑے بڑے امیر مرید بھی ادھر آتے ہیں، ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی بندہ یہ ثابت کر دے کہ ہم نے اپنی زبان سے کسی سے ایک روپیہ تک مانگا ہو، ہم نے بالکل نہیں مانگا۔

اب ہم یہ سب نظام، سلسلہ آہستہ آہستہ سید عازب بادشاہ کے سپرد کر رہے ہیں۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ ہمیں آزاد کرو، ہم گھومیں پھریں اور آپ بیٹھو ڈیوٹی دو، یہ ہمیں آزاد نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں آپ مکمل بیٹھو، یہ کہتے ہیں کہ ابھی مرید آپ سے بات کرنے کے لیے آتے ہیں۔ ہمارا دل کرتا ہے اب یہاں سے جائیں، کچھ عرصہ سعودیہ رہیں۔ ابھی دو مرتبہ ہو آئے ہیں لیکن دل کر رہا ہے ادھر ہی رہیں، لیکن یہ اجازت نہیں دیتے۔ کبھی ہم کہتے ہیں ہمیں بغداد شریف جانا ہے اور دیگر مقامات دیکھنے ہیں، لیکن درباری مصروفیات کے تحت دور دراز کا سفر بہت کم کرتے ہیں بس ضروری محافل اور خوشی غمی کے لیے جانا پڑتا ہے۔

ملفوظ-۱۵

مرشد کے ابتدائی ایام

ایک خواب میں عزیزِ مصر نے سات کمزور اور سات موٹی گائیں دیکھیں، اور جب اس کی تعبیر طلب کی تو سب اِس خواب کی تعبیر سے عاجز آ گئے۔ کسی نے بتایا کہ جیل میں ایک قیدی (یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام) ہیں وہ خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا: اُس کو بلاؤ۔ جب بلایا گیا اور آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: سات موٹی گائیں رزق کی فراوانی کے سات سال ہیں، اور اس کے بعد سات سال قحط پڑے گا۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا، بولا: اِس کا حل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جو سات رزق کی فراوانی کے سال ہیں ان سالوں کا غلہ بچایا جائے اور جب اگلے سات سال قحط پڑ جائے تو یہی غلہ استعمال کیا جائے۔ پہلے سات سال رزق کی فراوانی ہوئی تو لوگوں نے غلہ محفوظ کر لیا اور جب اگلے سات سال تنگی ہوئی تو وہی محفوظ غلہ استعمال میں آ گیا۔

مرشد فرماتے ہیں: میرے پاس جو بندہ آیا میں نے اس کو یہ واقعہ ضرور سنایا کہ اگر آپ کے پاس ہزار روپیہ ہے تو پانچ سو محفوظ کر لیں، سمجھیں صرف پانچ سو ہی ہے، کسی مشکل وقت یہ کام آئے گا۔ میں نے جب سے واقعہ سنا، یا جب سے ہوش سنبھالا اپنی ذات پر کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا۔ جو سلسلہ بنا، جو پیسہ آیا اسے دربار شریف یا لنگر میں ہی لگایا۔ یہ تو اب عازب صاحب نے کچھ گاڑیاں خرید لی ہیں، میں نے تو بہت مشکل دن گزارے ہیں۔

یہ سب نصیب کی بات ہے، جب دو انسانوں کا نصیب ملتا ہے اور کسی کا نصیب اچھا ہو تو دوسرے کا بھی بھلا ہو جاتا ہے۔ میں نے نعیم صاحب کے ساتھ بڑا عرصہ گزارا ہے، ہمارا ۳۰ سال کا ساتھ ہے۔ جس دن سے ہماری شادی ہوئی ہے اُس دن سے ہمارے درباری معاملات میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈال دی۔ ہم نے وہ سال عروج کا دیکھا کہ کسی چیز کی تنگی نہ رہی۔ پھر جب عازب صاحب دنیا میں آئے تو ریل پیل، ایک برکت ساتھ لگ گئی۔ ان کی آمد سے ایک نیا عروج شروع ہوا، پھر جب انہوں نے بولنا شروع کیا تو گویا ازلی نعت

خوان تھے۔ اُس دور میں یہ بڑے بڑے سٹیجوں پر نعت پڑھتے اور انعام لیتے۔ پھر جب انہوں نے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا تو پیر سید مدثر شاہ صاحب گیلانی لندن چلے گئے۔ اور ہم نے دربار شریف کی مسجد میں جمعے کی ذمہ داری اِن کے سپرد کر دی، ہم نے اکٹھے بیٹھ کر سب تیاری کی، اِن کو بنیادی تعلیم دی۔ پھر میں نے کہا: اب آپ دس جماعتیں پڑھ چکے ہیں، آپ نے مدرسے سے قرآن پاک کی قرأت اور تجوید بھی پڑھی ہے، اگر دو چار جماعتیں اور بھی پڑھ لیں گے تو آپ نے یہی نظام سنبھالنا ہے۔ اب میں بھی خود میں کمزوری محسوس کرتا ہوں اور سلسلہ بھی بہت وسیع ہو گیا ہے، اب مجھے آپ کا ساتھ چاہیے۔ اگر آپ آگے کالج میں پڑھنا چاہتے ہیں تو بے شک پڑھیں لیکن میری خواہش یہی ہے کہ اب دربار شریف کی مسجد میں جمعہ آپ ہی پڑھائیں اور سلسلہ سنبھالیں۔

جب سے عازب بادشاہ صاحب ہمیں عطا ہوئے ہم نے عروج ہی عروج دیکھا ہے۔ اب مجھے اللہ کے فضل سے کسی چیز کی کمی نہیں، نہ مال کی نہ دنیا کی۔ آپ لوگوں کے سامنے ادھر مسجد میں آیا ہوں دس ہزار روپیہ مولوی صاحبان کی خدمت کی ہے، پانچ ایک کو دیا ہے پانچ دوسرے کو۔ میں کہتا ہوں: میرے پاس بہت ہے اِن کی خدمت ہو جائے گی تو دعا دیں گے۔ صبح ایک خلیفہ صاحب آئے تھے، سات ہزار ان کی خدمت کر دی۔ ہم ان لوگوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو ہمارے سلسلے کی خدمت کرتے ہیں اور عازب بادشاہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی کچھ دے تو ایک ہاتھ سے لے کر دوسرے ہاتھ سے واپس کر دیتے ہیں، ہماری مدد اللہ اور غوث پاک کرتے ہیں۔

بادشاہ جی کی شادی کے دوران روزانہ ہم نے اتنی سخاوت کی، نعت خوان، اور غرباء یا دیگر مستحقین کو اتنا دیا ہے کہ حساب نہیں۔ تیس چالیس ہزار ہم نے ایک دن میں دیا۔ پچیس لاکھ روپے کا زیور ہم نے تقسیم کیا۔ یہ سب اللہ، رسول اور مرشد کی مہربانی ہے کہ ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ لنگر شریف کا وسیع انتظام ہے، بس اللہ اور غوث پاک دے رہے ہیں۔ سرائے عالمگیر میں ہم نے ایک مکان خریدا تھا رہنے کے لیے اور اب وہاں بڑا وسیع

انتظام ہو گیا ہے، ہم وہاں ایک مسجد بھی بنوا رہے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، میں نے آج تک کسی سے ایک پیسہ نہیں مانگا اور اگر کوئی مجھے دے تو میں وہ بھی تقسیم کر دیتا ہوں۔ بس ہم ان لوگوں پر خوش ہوتے ہیں جو صدقِ دل سے ہمارے سلسلے کی خدمت کرتے ہیں، ہم اُن سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

ہمارے پاس اگر کوئی مہمان آتا ہے تو سو دو سو یا پانچ سو دے جاتا ہے لیکن اگر وہ یہاں دس دن بھی رہے تو کتنا خرچہ ہوتا ہے۔ ہم نے کبھی مہمان کو اس نظر سے نہیں دیکھا بلکہ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اُس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے۔

آپ دنیا میں دو بندوں کو آزما لو، چاہے وہ پیر ہو یا امیر۔ اگر کوئی بندہ سخی ہے اور وہ لاکھ لاکھ روپیہ بھی کسی کو دے دے تو کبھی بھوکا نہیں مرے گا۔ اور اگر کوئی فراڈئیہ ہو اور لاکھوں روپے لوٹ لے وہ زندگی میں بھوکا ہی نظر آئے گا، پتا ہی نہیں چلے گا اس کا پیسہ کدھر گیا۔ اگر جھوٹ کے کاروبار سے کروڑوں روپیہ کمایا ہو آخر میں وہ کنگال ہی ہوتا ہے۔ آج کے دور میں پراپرٹی اور ویزوں کے کام کرنے والے دیکھنے میں بہت پیسہ کماتے ہیں لیکن چونکہ بنیاد جھوٹ فراڈ پر ہوتی ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔

اس کی مثال حرام جانوروں جیسی ہے۔ کتیا چھ بچے دیتی ہے، سپنی سو بچے دیتی ہے، انہیں کوئی کھاتا بھی نہیں، ذبح بھی نہیں کرتے لیکن اگر کبھی کوئی نسلی کتا ڈھونڈنا پڑ جائے تو سو میل تک بھی نہیں ملتا۔ اب بکری دیکھو جو ایک یا دو بچے دیتی ہے، گائے کا ایک بچہ ہوتا ہے، روز کتنا جانور ذبح ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان کے ریوڑ چل رہے ہوتے ہیں ختم ہی نہیں ہوتے۔ یہ حلال اور حرام کی مثال ہے۔

مرشد فرماتے ہیں: اُس دور میں میں نے گھوڑی کا بہت سفر کیا،[1] اس وقت میری مستوار سی طبیعت تھی جس گاؤں میں جاتے تھے اعلان کرواتے تھے ہم ایک کام کریں گے جو مرضی کروالیں تا کہ ہماری یاد باقی رہے۔ وہ گھوڑی مجھ سے بہت مانوس ہو گئی تھی، ہم نے

---

[1] مرشد پاک نے منڈی بھلوال ضلع گجرات میں گھوڑی کا بہت سفر کیا ہے۔

گھوڑی بھی بہت دوڑائی ہے اور گھوڑی کا سفر پسند کرتے ہیں۔

ملفوظ–۱۶

کلمہ طیبہ کا ورد

مرشد نے فرمایا: جب بھی دربار شریف آؤ اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرو تو یہاں سے باہر بھی اپنے گھر میں، بازار میں چلتے پھرتے ہر وقت یہ ذکر جاری رکھو۔ یہی وہ کلمہ ہے جو آدم علیہ السلام نے پڑھا تو اللہ تعالی نے ان کی مشکل آسان کی۔ ہمارے پاس جو لوگ اپنے مسائل، پریشانیاں، تکلیفیں لے کر آتے ہیں انہیں ایک ہی کلمہ بتایا جاتا ہے: لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد جاری رکھیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے دور ہیں، ہم دنیا کی پریشانیوں اور الجھنوں کا شکار ہیں۔ دنیا کی تکلیفیں اور پریشانیاں تو اللہ کے نبیوں پر بھی بہت آئیں لیکن انہوں نے اللہ کا در نہیں چھوڑا، اللہ کا در مضبوطی سے تھامے رکھا اور یہی ورد کرتے رہے: لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ۔ کسی نے پڑھا "لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ"، "لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ"، "لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ"، "لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ" "لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ"۔ سب امتوں نے اپنے اپنے نبیوں کا کلمہ پڑھا تو ان کا بیڑا پار ہوا۔ یونس علیہ السلام دریا کے اندر کئی اندھیروں میں تھے، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، پانی کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا۔ انہوں نے بھی یہی کہا: ﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ (الانبیا:۸۷) انہوں نے بھی اللہ کا ذکر کیا۔

اگر کسی چھوٹے بچے کو بھوک لگی ہو، بیمار ہو یا تکلیف میں ہو، جب وہ روتا ہے تو ماں باپ کی ساری توجہ اسی کی طرف ہو جاتی ہے۔ ہم اللہ تعالی کو بھولے ہوئے ہیں، جب اللہ کو آوازیں دیں گے: لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ تو کسی وقت بھی اللہ کی توجہ ہماری جانب ہو جائے گی۔ جب اللہ کی توجہ ہماری جانب ہو گی تو ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اس دنیا میں آنے کا واحد مقصد یہ نہیں کہ دنیا کی پریشانیوں اور الجھنوں کا حل ہی ڈھونڈتے رہیں، بلکہ دنیا میں آنے

کا اصل مقصد اللہ تعالی کی پہچان، نبی پاکؐ کی غلامی اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ جب آپ لوگ دربار شریف میں آتے ہیں تو میں ہر ایک کا حساب کتاب نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اتنا وقت ہے، میں ایک ہی ورد دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر جاری رکھو۔ یہ ذکر جاری رکھو گے تو آپ لوگوں کی پریشانیاں بھی دور ہوں گی اور بیماریوں سے بھی نجات ملے گی۔

اِس لیے دربار شریف پر آنے کا اصل مقصد اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دل میں بٹھانا ہے، یہاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا درس دیا جاتا ہے۔ اگر دنیاوی پریشانیوں کا موازنہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ میں تم لوگوں سے بھی زیادہ پریشان ہوں۔ اولیا اللہ کو زیادہ تکلیفیں پہنچتی ہیں، انبیائے کرام کو دنیا میں زیادہ آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایوب علیہ السلام کتنا عرصہ بیمار رہے، ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے ستایا، موسی علیہ السلام کو فرعون کا سامنا کرنا پڑا۔ اِس دور میں بھی فرعون، نمرود، ہامان اور قارون کی اولاد زندہ ہے جو اللہ کے ولیوں کو ستاتے ہیں۔ دربار شریف پر آنے کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ اگر بیماریاں پریشانیاں حل ہوں تو ٹھیک ورنہ منہ موڑ لیا جائے۔ دربار شریف پر آنے سے انسان کو صبر و استقامت حاصل ہوتی ہے کہ اگر کسی موڑ پر کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کرو۔ اگر کسی شخص سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے خلاف اپنی زبان استعمال نہ کرو، اس کو ایذا نہ دو۔ اگر اس مقام پر صبر کرو گے تو اللہ راضی ہو جائے گا۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (البقرہ: ۱۵۳) اور صبر کرو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ (آل عمران: ۱۴۶) اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک بڑھیا جس کا بچہ فوت ہو گیا وہ دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: بی بی رو مت، صبر کر، چپ ہو جا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، کہنے لگی: اے فلاں اگر تیرا بیٹا دنیا سے جاتا تو تجھے پتا چلتا۔ آپؐ وہاں سے تشریف لے گئے۔ بعد میں جب اس عورت کو بتایا گیا کہ وہ اللہ کے رسولؐ تھے تو فوراً دوڑی دوڑی گئی آپؐ کے

قدموں میں گر گئی، کہنے لگی: یا رسول اللہ! میں اب صبر کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: صبر اس وقت تھا جب میت تیرے سامنے تھی اگر اس وقت صبر کرتی تو تجھے اللہ کے حضور اس کا اجر ملتا۔ سو جو بندہ تکلیف پر صبر کرتا ہے اللہ اُسے اِس کا اجر عطا فرماتا ہے۔

پیر و مرشد کا مقصد دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ڈالنا ہے، جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو یہ مسئلے بھی حل ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور انہیں دعا مانگنے کا وقت نہیں ملتا تو اللہ تعالی بغیر مانگے انہیں مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہے۔ ادھر دربار شریف میں جو بھی آتا ہے ہماری اُس سے غرض اتنی ہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے، اگر ایسا کر لوگے تو دنیا کی حاجات سب آپ لوگوں کے تابع ہو جائیں گی۔ میں اپنے مریدوں کا مشاہدہ کرتا رہتا ہوں، اگر کوئی عشق میں سچا مرید آئے اور کوئی بڑی سے بڑی پریشانی بھی بیان کرے تو میں اس کے عشق کو دیکھتا ہوں، اگر عشق میں پکا ہے تو کہہ دیتا ہوں جا اللہ تیری پریشانی دور کرے گا اور اللہ ایک لمحے میں اس کی وہ پریشانی دور کر دیتا ہے۔ ایسے ایسے عشق و محبت والے لوگ آئے جن کو بیس سال سے اولاد نہ تھی، میں نے کہا: جا اللہ تجھے اولاد دے گا اور ان کی اولاد ہوئی۔ یہ اپنا اپنا عشق، مقام اور مرتبہ ہے۔ اللہ کے ولی اگر خدا سے بھی کچھ حاصل کرتے ہیں تو عشق پر حاصل کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں کوئی شخص حاجت لے کر آیا، آپ نے بسم اللہ شریف، کلمہ شریف پڑھ کر دم کر دیا، یوں اس کے مال میں برکت پڑ گئی۔ کسی کا خزانہ گم ہوا آپ نے فرمایا: جا نفل پڑھ۔ اُس نے نفل پڑھنے شروع کیے تو اسے خزانہ یاد آ گیا۔ یہ حضرت علی کی زبان تھی ورنہ پڑھنے والے تو قرآن ختم کر لیتے ہیں ان کا کچھ نہیں بنتا۔ وہ اللہ کے عاشق تھے ہمارا مقصد یہی ہے کہ آپ لوگ بھی اللہ کے عاشق بن جاؤ، خدا کے محبوب بن جاؤ۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید نے بہت سا خزانہ جمع کیا اور اعلان کروایا کہ جو چاہے اپنی مرضی کی چیز اٹھا لے۔ اس مجلس میں ایک غلام کنیز تھی اس نے جا کر ہارون رشید کو پکڑ

لیا۔ اس عمل پر وہ جلال میں آ گئے۔ وہ بولی آپ نے اعلان کیا ہے جسے جو چیز پسند ہے وہ لے لے مجھے یہ مال و زر نہیں چاہیے، بلکہ مجھے آپ پسند ہیں سو میں نے آپ کو تھام لیا۔ اور جہاں تک ان خزانوں کی بات ہے تو جب خزانے دینے والا مجھے مل گیا تو سارے خزانے بھی میرے ہو گئے۔ جنہوں نے اللہ کا دامن تھام لیا، اللہ کو پسند کر لیا تو دنیا کے سب خزانے ان کے پاس آ گئے۔ لیکن ہم لوگ دنیا سے محبت کرتے ہیں، دنیاوی چیزوں کو پسند کرتے ہیں اور ان کی طلب میں رہتے ہیں۔ اس لیے اپنے اندر عشق پیدا کرو، دل اور نیت کو صاف رکھو، عقیدے درست کر لو۔

لا الہ الا اللہ پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دلوں کی صفائی ہو۔جب دل کی صفائی ہو گی تو اللہ کی محبت پیدا ہو گی۔

ھور دوانہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ھُو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اُتاری ھُو
کلمہ ہیرے، لعل، جواہر، کلمہ ھٹ پساری ھُو
ایتھے اوتھے دوھیں جہانیں کلمہ دولت ساری ھُو

اگر کسی جگہ پر بادشاہِ وقت یا وزیر اعظم نے جانا ہو تو سب سے پہلے اس جگہ کی صفائی ستھرائی کروائی جاتی ہے۔ بادشاہ نے تو ایک ساعت کے لیے ادھر سے گزرنا یا بیٹھنا ہے، لیکن وہ جگہیں بھی صاف کی جاتی ہیں جہاں بادشاہ کی نظر نہ پڑے۔ اگر ایک دنیا کے بادشاہ کے آنے پر اتنی صفائیاں کی جاتی ہیں تو وہ وحدہ لاشریک جو کُل کائنات کا بادشاہ ہے وہ تیرے قلب میں آنا چاہتا ہے اور تو اپنے قلب کو صاف نہیں کرتا۔ لہذا اس بادشاہ کی آمد کی خاطر قلب کی صفائی نہایت اہم ہے۔ ہم جو یہ دن رات ذکر کی دعوت دیتے ہیں تو اِسی لیے کہ آپ لوگوں کے دل پاک ہو جائیں اور وہ بادشاہ ان قلوب میں جلوہ گر ہو۔ اگر وہ قلب میں سما گیا تو گھر بیٹھے بھی مرشد کا دیدار ہو گا، سلطان العارفین فرماتے ہیں:

اے تن میرا چشماں ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھو

لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ھو

یعنی اگر ایک آنکھ بند ہو تو دوسری طرف سے مرشد کا دیدار ہو، اللہ کے عاشق جب سوتے ہیں اور ان کی ظاہری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اس وقت بھی انہیں مرشد کا دیدار ہوتا ہے۔ یہاں دربار شریف میں دن رات ذکر جاری رہتا ہے اور جو مرید ادھر آ کر خدا کا ذکر کرتے ہیں میرا دل اُن سے بہت خوش ہوتا ہوں۔ اس لیے صرف یہاں ہی ذکر نہ کرو بلکہ جدھر جاؤ خدا کا ذکر کرتے جاؤ۔

ایک بادشاہِ وقت نے اعلان کیا کہ میری رعایا میں کوئی جھوٹ نہیں بولے گا، اگر کوئی جھوٹ بولتے پکڑا گیا تو اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ بادشاہ وقت بھیس بدل کر رات اپنے وزیر کے ہمراہ پھر رہا تھا کہ راستے میں ایک تاجر مل گیا، بادشاہ نے تاجر سے پوچھا: بتا تیری عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا میری عمر بیس سال ہے۔ پوچھا: دولت کتنی ہے؟ بولا: ستر ہزار درھم۔ پوچھا اولاد کتنی ہے؟ بولا: ایک بیٹا ہے۔ جب بعد میں تفتیش کی گئی تو اس کے پانچ بیٹے تھے اور بے بہا دولت کا مالک تھا۔ بادشاہ نے صبح تاجر کو بلوا لیا کہ تیری شکایت آئی ہے، فلاں رات تو نے تین جھوٹ بولے۔ تاجر نے کہا: کون سے؟ ایک کہ تیری عمر پینسٹھ سال ہے اور تو نے کہا بیس سال ہے۔ وہ تاجر بولا: میری زندگی کے پینتالیس سال گمراہی اور اللہ کی نافرمانی میں گزرے ہیں میں نے اس عمر کو نکال دیا اب بیس سال سے میں اللہ کی تابعداری میں چلنے کی کوشش کر رہا ہوں اور سمجھتا ہوں یہی میری اصل عمر ہے۔ دوسرا تیری بے بہا دولت اور خزانہ ہے لیکن تو نے ستر ہزار کیوں کہا۔ اس نے کہا میں نے زندگی میں بہت مال جمع کیا لیکن وہ حلال طریقے سے نہ تھا اور نہ ہی اس کی زکوۃ دی۔ اب توبہ کرنے کے بعد میں ستر ہزار درہم اللہ کے راستے میں خرچ کر چکا ہوں اور میں سمجھتا ہوں یہی میری اصل دولت ہے۔ تیسرا یہ کہ تیرے پانچ بیٹے ہیں تو نے ایک بتایا۔ تاجر نے کہا: تحقیق کر لو چار گمراہ ہیں، میرے نافرمان ہیں اور ایک میرا فرمانبردار ہے۔ میں سمجھتا ہوں میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ (مرشد نے فرمایا) لوگو! وہ عمر، وہ دولت اور وہ اولاد کام آئے گی

جو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں صرف ہو۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ سے جب پوچھا گیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ بولے: دو سال۔ کہا گیا اتنے بڑے امام ہو کر بڑھاپے کی حالت میں مذاق کر رہے ہیں کہ میری عمر دو سال ہے۔ فرمایا: مجھے امام جعفر صادق کی نسبت اور شاگردی اختیار کیے دو سال ہوئے ہیں، میں سمجھتا ہوں یہی میری اصل عمر ہے۔ اتنے بڑے محدث مفسر علم کے امام جن کی ساری زندگی علم و فقہ کی تدوین میں گزری وہ اپنی اصل زندگی اسے قرار دیتے ہیں جو امام جعفر صادق کی نسبت میں گزاری۔ لہذا اصل زندگی وہی ہے جو مرشد کی غلامی میں گزر جائے، اس وقت اور اس عمر کو ضائع مت کرو۔ بہت سے لوگ اپنی ساری زندگی گزار کر بڑھاپے میں میرے پاس آتے ہیں لیکن اس وقت کچھ حاصل نہیں ہوتا، لہذا جوانی کو غنیمت جانو کہ دنیا میں ایک مرتبہ ہی آنا ہے، ایک ہی زندگی ہے جو کہ اللہ کا عظیم تحفہ ہے۔ لہذا اپنے مرشد کی غلامی میں اس زندگی کو وقف کر دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ملفوظ–۱۷

مرید کی دو صفات

اللہ پاک کا شکر ہے جس نے ہمیں نبی پاک ﷺ کا غلام بننے کی توفیق عطا فرمائی۔ ساتھیو! اللہ والوں کی کچھ تعلیم ہوتی ہے کچھ سبق ہوتا ہے، ان کی مجلس میں آؤ تو کچھ حاصل کرو، کچھ سیکھ کر جاؤ، بالخصوص جب اپنے مرشد کی محفل میں ہو تو لازماً کچھ حاصل کرو۔ آج ہم نفس کے بارے میں گفتگو کریں گے لیکن گہرائی کی گفتگو کا فائدہ نہیں؛ کیونکہ گہرائی کی گفتگو جتنی بھی آسان کی جائے وہ اگلے کو سمجھ نہیں آتی، یہ تو صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو خود اس گہرائی میں غوطہ زن ہوا ہو اُسے ہی پتا ہوتا ہے کہ اندر کیا کچھ ہے۔

ازل سے انسان کے دو دشمن ہیں: ایک نفس اور دوسرا شیطان۔ سب سے پہلے اپنی زندگی کے عمل دخل میں آپ اِن دونوں دشمنوں کو سمجھیں، بیعت کرتے ہو تو اِس کا مقصد

کیا ہے۔ ہمارا ان دو دشمنوں سے مقابلہ ہے۔ اگر کسی کا کوئی ظاہری جانی دشمن ہو تو اُسے ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے اور ایسے دشمن سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہمارے بھی دو ازلی دشمن ہیں جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور ان سے مقابلہ بھی آسان نہیں، ایک نفس اور دوسرا شیطان۔

پہلے شیطان کو سمجھو کہ اس کا کیا عمل ہے: ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (یوسف: ۵) بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یہ تدبیر کرتا ہے، بندے کے ذہن میں بات ڈالتا ہے کہ تو یہ گناہ کر، یہ برائی کر، چوری کر، ڈاکا ڈال، یہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اسے مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ جن برائیوں کی جانب رہنمائی کرتا ہے اس میں اِس بندے کے ظاہری فائدے ہیں، جب بندہ ان فائدوں میں غور کرتا ہے، سوچتا ہے تو شیطان اسے سمجھاتا ہے۔ اندر سے نفس پکارتا ہے کہ اِس کام میں بہت لذت ہے، بڑا مزہ ہے۔ جب بندہ وہ کام کر لیتا ہے تو اس وقت نفس کا کام پورا ہو جاتا ہے۔ شیطان بہکاتا ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: کھانے کی اصل چیز تو گندم ہے جس سے رب نے آپ کو منع کر رکھا ہے۔ یہ شیطان کا مشورہ تھا، دنیا میں بھی جو غلط مشورہ دے وہ شیطان ہوتا ہے۔ اسی لیے دوستو جو آپ کو غلط مشورہ دے سمجھ جاؤ کہ یہ شیطان ہے۔ جو کوئی خدا اور خدا کے رسول کے راستے سے دور کرنے والے مشورے دے، چوری ڈاکا، ہیرا پھیری کے مشورے دے یا بے ایمانی کی راہ دکھائے تو یہ مت سمجھو کہ وہ آپ کا دوست اور مخلص ہے بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھو، وہ شیطان ہے۔ اب ہمارا مقابلہ شیطان اور نفس کے ساتھ ہے۔ ہم مرشد کے مرید اور غلام ہیں، ہم کس طرح بچ سکتے ہیں؟ ہمیں اپنی زندگی کا ہر عمل اللہ کی رضا اور مرشد کی خوشنودی کے لیے کرنا ہو گا تب اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔

میرے پیر و مرشد اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے دو دشمن ہیں: ایک نفس اور دوسرا شیطان۔ جو لوگ تزکیہ نفس کی طرف جاتے ہیں تو انہیں ہر وقت پڑھایا جاتا ہے: ”لا الٰہ الا اللہ“ کا ورد جاری رکھیں تاکہ اندر پاک ہو، اندر روشن ہو، خواہشِ نفسانی کا خاتمہ

ہو اور اللہ کی محبت دل میں پیدا ہو۔ جس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے شیطان اس شخص کے قریب تک نہیں آتا۔ جو شخص تزکیہ نفس کے حصول میں دن رات اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے تو شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ ہمارے پیر و مرشد ایک مکان کی مثال سے سمجھاتے تھے کہ ایک مکان ہے جس میں ایک خزانہ ہے، اگر چوری کی نیت سے دو چور جاتے ہیں، ایک اندر داخل ہوتا ہے تو دوسرا باہر سے اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر اندر والا چور پکڑا جائے اور اس کی مار کٹائی شروع ہو جائے تو باہر والا خود بھاگ جائے گا۔ فرمایا: نفس اندر کا چور ہے جبکہ شیطان باہر کا چور ہے۔ جو لوگ نفس کو اندر سے قابو کر لیتے ہیں تو پھر شیطان اُن کے قریب نہیں آسکتا، مومنین اور اولیا اللہ کی یہی نشانی ہے۔ اللہ والوں کی بات ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ اپنے نفس کی حفاظت کرو، اس پر غور کرو، اُسے قابو میں کرو، اگر یہ قابو میں آگیا تو انسان ہر برائی سے بچ جائے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے مجھے دنیا کی ہر نعمت پیش کی لیکن میں نے قبول نہ کی، پھر جنت کی عیش و عشرت، باغ و بہار دکھائی گئی کہ یہ قبول کرو، انہوں نے وہ بھی قبول نہ کی۔ اللہ نے فرمایا: اے میرے بندے! تو کیا چاہتا ہے؟ وہ بولے: فقط تیرا دیدار اور تیری محبت۔ اللہ نے فرمایا: اگر تو دنیا کی نعمتیں پسند کر لیتا تو عاقبت سے محروم کر دیا جاتا اور اگر تو جنت کو پسند کرتا تو ہم تجھے اپنے دیدار سے محجوب کر دیتے۔ جا ہم نے تجھے اپنا دیدار بھی دیا اور دنیا و آخرت بھی تیرے نام کر دی۔ جو لوگ سچے مرید ہوتے ہیں، سچا عشق رکھتے ہیں، ہر وقت مرشد کی غلامی اور فرمانبرداری میں زندگی گزارتے ہیں تو اللہ انہیں دنیا کی نعمتیں بھی دیتا ہے اور ان کی آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ اللہ والوں کا عمل اُس کا دیدار اور اُس کا عشق ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ والوں سے تعلق مضبوط کرتا ہے تو اللہ اس کی بھی دنیا اور آخرت سنوار دیتا ہے۔

اے لوگو! نمازیں پڑھو، روزے رکھو، اچھے عمل کرو، لیکن پہلے اپنی نیت صاف کرو، اپنے نفس کی خاطر کچھ نہ کرو، اگر اپنے نفس کی خاطر کرو گے تو صرف دنیاوی فائدہ ملے

گا، وہ جو کہ تمہارا نصیب ہے، لیکن اگر یہ سب اللہ کی رضا اور مرشد کے دیدار کی خاطر کرو گے تو اللہ تمہیں دنیا بھی دے گا اور آخرت بھی دے گا۔ اپنے خیالات کو درست کرو، خیال ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیتا ہے، لیکن اگر اسی خیال میں تبدیلی آ جائے تو وہ آسمان سے سیدھا زمین پر آ گرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میں اللہ واسطے بیل ذبح کروں گا اور اپنے عزیز و اقارب، محلے دار امیر غریب سب کو بلا کر کھانا کھلاؤں گا۔ وہ بیل ذبح ہو گا تو لوگ کھانا بھی کھائیں گے اور جتنے لوگ کھائیں گے اتنی ہی نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ لیکن اگر وہ شخص یہ خیال کرے کہ بیل ذبح کروں گا تو دنیا میں شہرت ہو گی، لوگ میری تعریف کریں گے، تو ایسی صورت میں لوگ کھانا بھی کھا جائیں گے اس کا خرچہ بھی ہو جائے گا لیکن اُسے کوئی اخروی فائدہ نہیں ہو گا۔ خیال یہ ہے کہ اگر آپ لوگ کوئی نیکی کرتے ہو، بس خیال اور ارادہ یہ کرتے ہو کہ میرا یہ عمل اللہ واسطے ہے تو آپ کا پیٹ بھی بھر جاتا ہے اور نیکیاں بھی مل جاتی ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

اہل اللہ کے واقعات اِس لیے سنائے جاتے ہیں کہ اِس سے سبق حاصل ہو اور اصلاح نفس ہو، جب تک اندر کی صفائی نہیں ہو گی نفس کی اصلاح نہیں ہو گی اُس وقت تک دنیا کا کوئی عمل ہمارے کام نہیں آئے گا، فائدہ نہیں دے گا۔ ایک بزرگ معذور تھے، انہیں پتا چلا کہ دریا کے دوسرے کنارے ایک اور بزرگ آئے ہیں۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان بزرگ کی دعوت کی جائے یا انہیں وہاں کھانا پہنچایا جائے۔ اس وقت اُن کے پاس کوئی بندہ نہ تھا جو ان بزرگ تک کھانا لے جاتا، لہذا انہوں نے اپنی بیوی سے اس خواہش کا اظہار کیا، وہ بولی اگر اجازت ہو تو میں کھانا تیار کر کے دے آتی ہوں۔ نیک خو بیوی تھی کھانا تیار کرنے میں لگ گئی، جب کھانا تیار ہوا تو اس وقت رات ہو رہی تھی۔

اپنے شوہر سے کہنے لگی: اب رات ہو گئی ہے کشتی کا بھی کوئی انتظام نہیں میں دریا کیسے پار کروں گی؟ اُن بزرگ نے کہا: دریا کے کنارے کھڑی ہو جانا، سلام پیش کرنا اور کہنا: اے دریا! تو راستہ چھوڑ دے، مجھے اُس شخص نے بھیجا ہے جس نے آج تک اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق ہی نہیں رکھا۔ وہ بولی: جناب آپ کے چار بچے ہیں یہ کیا فرما رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اگر دریا نے راستہ دے دیا تو میری سچائی ثابت ہو جائے گی اگر راستہ نہ دیا تو واپس آ جانا۔ بیوی دریا کے پاس گئی اور سلام کے بعد کہا: اے دریا! مجھے فلاں شخص نے بھیجا ہے جس نے آج تک اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا، مجھے راستہ دے۔ دریا نے راستہ دے دیا اور وہ پیدل چل کر دوسرے کنارے پہنچ گئی۔ جب یہ اُس فقیر کے پاس گئی تو اسے کھانا پیش کیا، انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور بہت خوش ہوئے۔ اب وہ واپسی کے لیے پریشان تھی کہ واپس کیسے جاؤں گی؟ ان بزرگ نے اس کی پریشانی دیکھی تو پوچھنے لگے: کیا ماجرا ہے؟ اس نے ساری کہانی سنا دی کہ وہ کس طرح دریا پار کر کے یہاں آئی ہے اور اب واپسی کے لیے پریشان ہے۔ اس بزرگ نے کہا: یہ بات ہے تو دریا کو میرا سلام پیش کرنا اور کہنا: مجھے اس شخص نے بھیجا ہے جس نے ساری زندگی کھانا ہی نہیں کھایا۔ وہ کہنے لگی: کمال کی بات ہے میں دو جھوٹوں میں پھنس گئی ہوں، ایک کہتا ہے ساری زندگی ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا حالانکہ میرے بطن سے اُس کے چار بچے ہیں، اور آپ نے میرے سامنے کھانا کھایا ہے اور کہتے ہیں کھانا ہی نہیں کھایا۔ وہ بزرگ بولے: تیرا خاوند وہ ولی کامل ہے جس نے ساری عمر اپنے نفس کی خواہش کے لیے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا، بلکہ اُس کا مقصد اللہ کی رضا اور نبی پاک ﷺ کی سنت پر عمل کرنا تھا۔ اس لیے اللہ نے اُسے وہ درجہ کمال بخشا کہ دریا بھی اُس کا حکم مانتا ہے اور اس نے تجھے راستہ دے دیا۔

مرشد فرماتے ہیں: لوگو! شادیاں کرو، کھاؤ پیو لیکن اپنے نفس کے لیے ایسا نہ کرو، بلکہ اللہ کا حکم اور نبی پاک ﷺ کی سنت سمجھ کر کرو۔ پھر دیکھو اس میں کتنا فیض کتنی برکت ہوتی ہے، پھر پریشانیاں بھی نہیں آتیں اور دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ ہم لوگ

شادیاں کرتے ہیں کاروبار کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے نفس کی خواہشات کا سوچتے ہیں، کاروبار میں سوچتے ہیں کہ فراڈ کیسے کرنا ہے، ہیرا پھیری کیسے کرنی ہے، نیت پہلے ہی خراب کر لیتے ہیں تو فائدہ کیا خاک ہونا ہے۔

پھر وہ بزرگ کہنے لگے: میں نے آج تک اپنے نفس کی خواہش کے لیے نہیں کھایا، اگر کھایا تو صرف اپنے رب کی یاد اور زندہ رہنے کے لیے کھایا، اور اپنے نبی ﷺ کی سنت سمجھ کر کھایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ (النازعات: ۴۰-۴۱) جس نے اپنی خواہش کو ختم کیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ اللہ والے جو کام بھی کرتے ہیں تو اپنے مرشد کی غلامی اور اپنے رب کی رضا میں کرتے ہیں، اپنے نفس کے لیے نہیں کرتے۔ دوستو! اللہ والوں کا لنگر، اللہ والوں کا مال، ان کی اولاد، ان کے سلسلے صرف اللہ کی خوشنودی اور اس کی محبت کی خاطر ہوتے ہیں۔ جب خواہشِ نفس پیدا ہو جائے تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اِس لیے دوستو، خدا کو یاد کرو، کھانے کھاؤ، روزے رکھو، نمازیں پڑھو، حج کرو، خواہ کوئی کام بھی کرو کبھی دل میں یہ خیال نہ آنے پائے کہ یہ میں خواہشِ نفس کے لیے کر رہا ہوں بلکہ ہمیشہ یہی نیت ہونی چاہیے کہ یہ اللہ کی رضا کی خاطر کر رہا ہوں۔

بزرگوں نے بڑی بڑی ماریں کھائی ہیں اور ان کے ساتھ بڑے بڑے واقعات پیش آئے ہیں، یہ نہ سمجھو بزرگی آسانی سے مل جاتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

ایک بزرگ ابو تراب بخشی تمام عمر اپنے نفس کی مخالفت کرتے رہے، ایک دن خیال آیا کہ روٹی اور انڈے کھاؤں۔ ہم تو ہر روز انڈہ روٹی کھاتے ہیں انہیں زندگی میں ایک مرتبہ خیال آیا کہ اپنے نفس کے لیے انڈہ روٹی کھاؤں۔ جب یہ خواہش پیدا ہوئی تو وہ اس کی تکمیل کے لیے گھر سے باہر نکلے، راستے میں ایک دھوکے باز مل گیا، انہوں نے روٹی انڈے کے بارے میں پوچھا تو وہ آپ کو ایک دوسرے گاؤں لے آیا، اس گاؤں میں رات

کو ڈاکا پڑا تھا اور ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ جب لوگوں نے ڈاکو کو پکڑ لیا تو ڈاکو نے ابو تراب بخشی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھی میرا ساتھی ہے۔ وہاں آپ کو کوئی نہیں جانتا تھا اور آپ بھی خاموش رہے۔ جب صبح حاکم وقت کے پاس یہ معاملہ پیش ہوا تو اس نے بغیر تحقیق کے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اسے ۷۰ کوڑے مارو۔ جب آپ کو ۷۰ کوڑے لگے تو ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو ابو تراب بخشی ہیں، یہ تو بزرگ اور اللہ والے ہیں اور بڑے مشہور ہیں، یہ تو مسافر تھے راستہ چلتے چلتے ادھر آئے اور یہ معاملہ پیش آیا۔ جب پورا معاملہ کھل گیا تو سب نے آپ سے معافی مانگی۔ وہاں آپ کا ایک عقیدت مند رہتا تھا، وہ آپ کو اپنے گھر لے گیا اور آپ کی خوب خاطر تواضع کی، اپنی بیوی سے کہنے لگا: شیخ صاحب کے لیے پراٹھے اور انڈے بناؤ۔ جب آپ نے وہ پراٹھے اور انڈے کھا لیے تو بولے: واہ میرے خدایا! تو نے مجھے انڈہ پراٹھا تو کھلایا مگر ۷۰ کوڑوں کے بعد کیونکہ یہ میرے نفس کی خواہش تھی۔

لوگو! انہوں نے ایک مرتبہ نفس کی خواہش پر چلنے کا ارادہ کیا تو ۷۰ کوڑے کھائے، ہم تو ہر روز صبح سے لے کر شام تک اِس نفس کی خواہشات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں، اللہ کو بھول بیٹھے ہیں، ہمارا کیا بنے گا؟ مرشد کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ آپ کو رب کی یاد دلاتا رہے، آپ کو خدا کے حضور پیش کرے اور خواہشاتِ نفس کے پھندوں سے بچاتا رہے۔

آج کل لوگ کہتے ہیں: مرشد کی کیا ضرورت ہے؟ خود نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوۃ دو، حج کرو۔ حضرت بایزید بسطامی کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: تیس سال ہو گئے میں ساری رات شب بیداری کرتا ہوں، اور دن کو روزے سے ہوتا ہوں لیکن میرے دل کی دنیا نہیں بدلی۔ حضرت ابو یزید نے فرمایا: اگر تو تین سو سال بھی ایسا کرتا رہے تو تیرے دل کی دنیا نہیں بدلے گی۔ بیشک تو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے، ورد و وظائف کرتا ہے لیکن اپنے دنیاوی معاملات میں تُو اپنے نفس کی ہر خواہش پوری کرتا ہے، تُو نفس کا غلام ہے۔ جب تک تو ہر کام اللہ کی رضا کی خاطر نہیں کرے گا اس وقت تک تیرے

دل کی دنیا نہیں بدلے گی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: اپنے نیک کام اور ارادے میں مجھے شامل کرو، میں تمہارا مددگار بن جاؤں گا۔ حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں: میں نے خواب میں رب کو دیکھا، پوچھا: اے رب! تجھ سے ملاقات کیسے ممکن ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا: جسم اور روح کو الگ الگ کر، جسم کی خواہشات کو چھوڑ، روح کو پاک کر اور ہر دم میرے دیدار کا متمنی رہ، ہر معاملے میں میری تمنا رکھ تجھے میرا قرب اور دیدار حاصل ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیا رحمہ اللہ علیہ بیمار ہو گئے۔ مرشد نے فرمایا: آپ ایسی ہستی ہیں کہ میں یہ بات اپنے دل سے کہہ رہا ہوں: مجھے آپ سے بہت عقیدت ہے۔ اور بیماری اِس قدر طول پکڑ گئی کہ سب حکیم اور طبیب جواب دے گئے۔ دن بدن آپ کی صحت مبارک رو بہ زوال تھی۔ مریدوں نے عرض کی: حضور! ایک ہندو جوگی یہاں ہے جس کے پاس ایسا کمال ہے کہ بیمار کی بیماری اپنی نظر سے سلب کر لیتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو اس کو بلا لائیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ آپ حالتِ استغراق میں چلے گئے اور بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان مریدوں سے رہا نہ گیا اور وہ اس ہندو جوگی کو لے آئے۔ اس وقت آپ استراحت فرما رہے تھے، اِس ہندو جوگی نے آپ کو دیکھا اور فقط نظر کی قوت سے بیماری کو کھینچ کر باہر نکال دیا، آپ تندرست ہو کر بیٹھ گئے، اور مریدوں سے کہا: ہم نے منع کیا تھا کہ اس جوگی کو یہاں مت لانا۔ مرید بولے: حضور ہم سے آپ کی حالت دیکھی نہیں گئی اِسی لیے اسے لے آئے۔ آپ نے فرمایا: اچھا چلو جوگی نے اپنا کام کیا اب ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ آپ اِس جوگی سے مخاطب ہوئے: تمہیں یہ طاقت کیسے حاصل ہوئی؟ وہ بولا: جب سے میں نے ہوش سنبھالا بزرگوں سے یہی سنا کہ اپنے نفس کی مخالفت کرو، لہذا میں نے اپنے نفس کی کوئی خواہش پوری نہیں کی، جب نفس کہتا: کھانا کھا تو میں بھوکا رہتا، جب نفس نیند کے مزے لینا چاہتا ہے تو میں اُسے جگائے رکھتا، یعنی میں ہمیشہ اپنے نفس کی خواہشات کے برخلاف چلا جس کے صلے میں مجھے یہ کمال عطا ہوا۔

اللہ والے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں اور اِس سے اندر پاک ہوتا ہے، جب اندر پاک

ہو جائے تو ان کا بولنا خدا کا بولنا اور ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا ہو جاتا ہے۔ حضرت نظام الدین نے جب اِس جوگی کا باطن دیکھا تو وہ سر سے پاؤں تک نور ہی نور تھا مگر اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ تھا۔ فرمانے لگے: اے جوگی تیرا کہنا ہے کہ تو نے ساری عمر ہر کام اپنے نفس کے خلاف کیا، جس بات کا نفس نے اقرار کیا تو نے انکار کیا، تو کیا تیرا نفس تجھے یہ نہیں کہتا تھا کہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مت پڑھ، پھر تو نے اِس بات میں نفس کا انکار کیوں نہ کیا؟ اُس نے اُسی وقت کلمہ پڑھا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ بولے: ہم نے تمہیں سر تا پا نور میں ملبوس پایا مگر تیرے قلب میں ایک سیاہ نقطہ تھا، اگر تو کلمہ نہ پڑھتا تو سیدھا جہنم میں جاتا، جا آج تیری مغفرت بھی ہو گئی۔ اس حکایت سے پتا چلا کہ اللہ والوں کی نگاہ بندوں کی نجات کا سبب ہے۔ کوئی انسان نفس کی پاکیزگی خود سے حاصل نہیں کر سکتا، اس کے لیے کسی صاحبِ کامل کا دامن تھامنا ضروری ہے۔

ہم روزمرہ زندگی میں سیکڑوں ایسے مباح کام کرتے ہیں جن سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں؛ مثلاً کھانا پینا، روزہ مرہ کے کام کاج وغیرہ۔ اگر ان کاموں کے کرتے وقت ہماری نیت یہ ہو کہ ہم یہ سنت سمجھ کے کر رہے ہیں تو ہمیں اجر و ثواب ملے گا۔ نبی پاک ﷺ نے شادی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: جو شخص شادی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ شادی کرنا سنت ہے، لیکن اگر نیت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل ہو گی تو عمل فائدہ دے گا۔ جو مرید سچے دل سے اپنے مرشد کو پکارتا ہے تو مرشد اس کی پکار پر اس کی امداد کرتا ہے لیکن جو مرید بس ظاہری طور پر مرشد کے نعرے لگاتا ہے اور اپنی خواہشات میں اس کو پکارتا ہے تو اس پکار پر اس کی مدد نہیں کی جاتی؛ کیونکہ یہ نفسانی پکار ہے۔ مدد صرف حق اور سچ کے ساتھ ہے۔

مسلم اور مومن کا فرق

پھر آپ نے مسلم اور مومن کا فرق بیان کیا اور یہ فرق اللہ تعالی نے بھی بیان فرمایا

ہے: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۴) یہ دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے! آپؐ ان سے فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو: ہم مسلمان ہو گئے، ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ پتا چلا کہ کلمہ پڑھ لینے سے بندہ مسلمان تو ہو جاتا ہے لیکن صاحبِ ایمان نہیں کہلاتا۔ صرف بیعت ہونا کافی نہیں، بلکہ مرید وہ ہے جس کے دل میں مرشد کا عشق رچ بس جائے، صاحب ایمان وہی ہے جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت رچ بس جائے، "لا يؤمن أحدكم حتىٰ أكون أحبَّ إليه من ولده ووالده والناس أجمعين" تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کی اولاد، اس کے ماں باپ اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾ (الحجرات: ۱۵) بیشک ایمان والے وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان لائے اور پھر شک نہ کیا۔

جس نے شک کیا وہ صاحبِ ایمان نہیں، اس لیے اپنے عقیدے صحیح رکھو اپنے ایمان کی حفاظت کرو، اپنے اعمال درست کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، اللہ اللہ کرو اور "لا الہ الا اللہ" کا ورد جاری رکھو۔ اپنی خواہشات اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دو، اللہ ہی سے مانگو وہ تمہاری مانگیں پوری کرے گا۔ ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۶) جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو بتا دو کہ میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں انہیں بھی چاہیے کہ میری پکار کا جواب دیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ ان کی رہنمائی کی جائے۔

جن لوگوں نے دنیا طلب کی وہ آخرت سے محروم کر دیئے گئے، یہ ہندو، سکھ، کافر، یہودی اور عیسائی ہیں۔ اللہ نے ان سب کو دنیا کا کتنا مال دے رکھا ہے مگر ان سے آخرت پوشیدہ ہے۔ ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ،

وَمِنۡهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَفِي الۡآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ: ۲۰۰–۲۰۱) ہمیں اللہ نے آخرت کا اجر بھی دیا جو کہ ہمیشہ کی زندگی ہے اور دنیا میں بھی بھلائی دی۔

آپ سب لوگوں کو میرا یہی پیغام ہے کہ اپنی نیت اور ارادوں کو ٹھیک رکھو، کوئی کام بھی کرو تو اسے سنت کے طریقے پر کرو، مثلاً اگر پانی پینا ہو تو سنت سمجھ کر پیو، اس سے ایک تو پیاس بھی مٹ جائے گی اور سنت کا اجر و ثواب ملے گا تو وہی پانی شفا بن جائے گا۔ جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی سنت اور رضا شامل ہو جائے اس میں شفا ہے، برکت ہے، مال و دولت اور سب کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو بہت نوازتا ہے، ان کے معاملات احسن طریقے سے چلاتا ہے۔ میں نے ساری زندگی اپنی ذات کے لیے کسی سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی، وہ مالک تو بغیر مانگے ہی سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔ سب کا داتا وہی ہے جو اس کے راستے پر چلتا ہے تو وہ اپنے غیب کے خزانوں سے ایسے نوازتا ہے کہ کبھی کمی نہیں ہونے دیتا۔

تم لوگ دنیا والے ہو، دنیا کے کاروبار کرتے ہو، اگر کاروبار میں بھی اپنی نیت ٹھیک رکھو گے، بے ایمانی نہیں کرو گے، ہیرا پھیری نہیں کرو گے تو وہ اس میں برکت ڈالے گا۔ میرا ایک جاننے والا سرائے عالم گیر میں فرنیچر کا کام کرتا ہے، شادی بیاہ کا فرنیچر بناتا ہے، ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس اَسی نوے کاریگر کام کر رہے ہیں، وہ اپنے کاری گروں کے لیے کھانے کا انتظام کرتا۔ ہم نے پوچھا: آپ میں کیا کمال ہے؟ جب بندہ کسی فقیر کی فقیری دیکھتا ہے تو کہتا ہے تجھ میں کیا کمال ہے، اسی طرح جب دنیا دار دیکھتا ہے کہ اس کا کام بڑا اچل رہا ہے تو پوچھتا ہے تجھ میں کیا کمال ہے۔ اس شخص نے کہا: میرا کمال یہ ہے کہ میں جو لکڑی اپنے گاہک کو دکھاتا ہوں وہی فرنیچر میں استعمال کرتا ہوں، ملاوٹ نہیں کرتا، اس وجہ سے میری شہرت ہو گئی ہے، اس شہرت کی وجہ سے دنیا میرے پاس آتی ہے۔ اسی لیے میں نے یہ لنگر بھی چلا دیا ہے، کاریگروں کو کھانا کھلاتا ہوں تو آرڈر

بھی روز بروز بڑھتے جارہے ہیں اور ادھر ۸۰-۹۰ بندہ کھانا بھی کھالیتا ہے۔ میرا کمال یہی ہے کہ میں بے ایمانی نہیں کرتا، جائز قیمت لیتا ہوں۔ اب ایک شخص اگر بے ایمانی کرے تو اُس کی پانچ چیزیں بکتی ہیں اور اگر ایمانداری کرے تو پچاس چیزیں بکتی ہیں۔ یہ حلال اور حرام کا فرق ہے۔ اس لیے اپنی نیت اور ارادے ٹھیک کرو، ہم لوگ کام بعد میں کرتے ہیں نیت پہلے خراب کر لیتے ہیں۔ جب نیت ہی خراب ہو گئی تو کام نے کیا خاک پورا ہونا ہے؟ اسی لیے نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نية المؤمن خير من عمله" "مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے" لہٰذا عمل سے پہلے خالص نیت کر لینا بہتر ہے۔

لا الہ الا اللہ

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ۔ میں ہر کسی کو یہی وظیفہ دیتا ہوں–عورتیں ہوں یا مرد– گیارہ دفعہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا کرو اور گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ لیا کرو، یہ پڑھتے پڑھتے ہی ہمارے اندر کی صفائی ہو جائے گی اور اللہ ہمارے معاملات میں برکت عطا فرمائے گا۔ جن لوگوں نے خواہشِ نفس ترک کی تو دریاؤں نے رخ بدل لیا۔ اولیا اللہ کی کرامات کی اصل یا بنیاد تزکیہ نفس ہے۔ جب وہ خواہش نفس کو ترک کرتے ہیں تو اس وقت اللہ کا عشق اور اُس کی محبت ان پر غالب ہوتی ہے، پھر اللہ فرماتا ہے: جو منہ سے نکال وہ پورا ہو گا۔ اس لیے سچے مرید بن جاؤ اور سچا عشق رکھو، جتنی زیادہ مرشد کی صحبت رکھو گے اتنا ہی فائدہ ہو گا۔

سعودی مرید کا واقعہ

ہمارا ایک مرید سعودی عرب گیا، وہاں اسے ایسی بیماری لگ گئی کہ اس کے ہاتھ پاؤں جڑ گئے اور انہوں نے اسے نوکری سے نکال دیا۔ یہاں بھی ڈاکٹروں کو دکھایا مگر وہ ٹھیک نہ ہوا۔ وہ سرائے عالم گیر کا رہائشی تھا، جب میں سرائے عالم گیر دورے پر گیا تو اسے میرے پاس لے آئے، میں نے کہا: تو تو ٹھیک ہے، ہاتھ سیدھا کر، اُس نے زور لگایا۔ میں نے پھر کہا: ہاتھ سیدھا کر تو اُس نے زور لگایا۔ میں نے تیسری بار کہا: اپنی انگلیاں کھول۔ اُس

نے زور لگایا تو انگلیاں کھل گئیں، وہ ٹھیک ہو گیا۔ کس لیے؟ کیونکہ اس وقت بھروسا اللہ اور مرشد کی ذات پر تھا، اسی لیے وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس طرح کے معاملات تو یہاں روز بروز پیش آتے ہیں اور جو لوگ دربار میں حاضر ہوتے ہیں دیکھتے رہتے ہیں۔ بس سچے مرید بن جاؤ، مرشد کے ساتھ عشق اور محبت رکھو۔

جنات کے سردار سے ٹاکرا

لوگ پوچھتے ہیں مرید کا اپنے پیر سے تعلق کیا ہوتا ہے؟ اگر مرید سچا ہے تو پیر کا فیض اُسے پہنچتا ہے چاہے وہ پیر کراچی ہی کیوں نہ بیٹھا ہو۔ ہم یا رسول اللہ ﷺ کیوں کہتے ہیں؟ رسول پاک ﷺ تو مدینے میں ہیں۔ ہم یہاں یاد کرتے ہیں، رسول پاکؐ کے سچے عاشقوں کو مدینے سے یہاں بھی فیض مل جاتا ہے۔ اگر مرید سچا ہو تو اس کا فیض رک نہیں سکتا۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کسی گھر میں جنوں نے قبضہ کر لیا، بڑے بڑے عامل کامل آئے، وہ اپنا بیگ رکھتے تو انہیں مار پڑتی اور وہ بھاگ جاتے۔ میں گیا مجھے کچھ نظر نہ آیا، رمضان کا مہینہ تھا، روزہ کھولا تو اُس کا لڑکا چھت سے نیچے گر پڑا۔ میں نے کہا: یا اللہ یہ تو کوئی بڑا مسئلہ آن پڑا ہے۔ سارا دن وہاں کے مقامی لوگ ہمیں ڈراتے رہے کہ فلاں ملتان سے آیا تھا اُسے مار پڑی، اور فلاں فلاں آیا تھا مگر سب بھاگ گئے۔ میں ان کی باتیں سن سن کر تھک گیا، ڈرنے والا تو میں نہیں تھا کیونکہ بچپن سے طبیعت ہی کچھ ایسی تھی۔ میں نے کہا: جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

میں بتا رہا تھا کہ وہ لڑکا چھت سے گرا تو زخمی ہو گیا، میں نے اُس لڑکے کی بازو پکڑی اور دھیان اپنے مرشد کی جانب کیا تو وہ جن حاضر ہو گیا۔ اُسے کہا: ادھر دیکھ غور سے، تو نہیں جانتا میں کون ہوں۔ بہر کیف وہ مرحلہ گزرا۔ کھانا وغیرہ کھایا، تراویح پڑھی اور مصلے پر کھڑا ہو گیا، ۱۰۰ نفل پڑھ لیا، تہجد کا وقت ہوا تو تہجد پڑھی، صبح فجر کے بعد قرآن پاک

پڑھنا شروع کیا تو دس سپارے پڑھ لیے۔ دوسرے دن اور تیسرے دن بھی اِسی طرح کیا، تین دنوں میں قرآن پاک ختم کیا اور تین راتوں میں ۳۰۰ نفل پڑھا۔ تین دن میں اُس جن کا شور و غل سنتا رہا، وہ قابو میں نہ آئے۔ تیسرے دن جب میں نے اُس لڑکے کو پکڑا تو ایک بزرگ تشریف لے آئے، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ وہ بولے: میرا نام اسحاق ہے۔ اس لڑکے کو ایک غیر مسلم جن کا سایہ ہے؛ یہ اِس علاقے کے جنوں کا سردار ہے۔ میں حضرت شاہ رکن عالم ملتان والوں کا مرید ہوں اور اس علاقے کے تمام مسلم جنات پر میری حکومت ہے۔ آج رات مجھے شاہ رکن عالم نے طلب کیا اور فرمایا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ چلا جا اور وہاں جا کر چن پیر سرکار کی مدد کر اور انہیں فراغت دلا۔ اس شخص کو چار ماہ سے دورے پڑ رہے تھے اور وہ اسلام آباد میں افسر تھا۔ یہ کوئی بناوٹی کام نہیں تھا بلکہ اس کو واقع ہی مسئلہ تھا۔ تیسرے دن جب ہم ایک جن نکالیں تو کوئی دوسرا اُس میں گھس جائے۔ ہر طرف شور و غل، کبھی کوئی برتن گرے کبھی کچھ اور ہو جائے۔ پورا محلہ اس لڑکے کو قابو کرنا چاہے تو وہ قابو میں نہیں آتا تھا، سخت مشکل بنی تھی۔ میاں صاحب کے بقول:

آئی جان شکنجے اندر، جیوں وِچ ویلن دے گَنا۔
رَوہ نُوں کہہ ہُن رہ محمدؒ، جے رَہوے تے مَنا۔

بس مرشد کی طرف دھیان کیا تو ملتان سے شاہ رکن عالم نے اس جن کو فرمایا: جا کر چن پیر سرکار کی مدد کرو اور جو کفار جن ہیں انکو مارو اور یہاں سے نکالو۔ اس واقعے پر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے لوگوں نے بہت جشن منایا، وہ لوگ مجھے وہاں سے آنے ہی نہ دیتے تھے، میں کم و بیش ۱۳ یا ۱۸ دن وہیں مقیم رہا اور دو جمعے وہاں پڑھے، جمعے کے خطاب میں مولانا محمد شکوری نے اعلان بھی کروایا اور کثیر تعداد میں لوگ میرے مرید ہوئے۔ اس وقت ٹوبہ ٹیک سنگھ میں میرا صرف ایک مرید تھا اسی کے بلانے پر ہم وہاں گئے اور اسی کے گھر پریشانی بن گئی تھی۔ اس وقت بڑے حضور حیات تھے اور کراچی گئے ہوئے تھے، یہ لڑکا اور اس کے گھر والے آپ کے پاس گئے تو آپ نے کہا: ادھر میرے پاس کیوں آئے ہو، پنڈی میں

چن پیر سرکار سے رابطہ کرو اور انہیں وہاں بلاؤ۔ میں انہی لوگوں کے بلانے پر وہاں گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد ۲ یا ۳ دنوں میں ۲۰۰، ۳۰۰ لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ ہم نے واپسی پر کہا: اللہ کے سپرد جس مقصد کے لیے آئے تھے وہ پورا ہوا۔

مرشد دا احسان مرے تے سہار لئے محتاجاں
آؤر کھوالا صدا محمد اوسے نوں سبھے لاجاں

لوگوں نے ویسے ہی بغیر کسی وجہ کے مرشد مرشد نہیں کی، بلکہ جس نے دل کی آنکھوں سے حقیقت دیکھی اسے ہی سب کچھ نظر آیا۔

خس خس جنا قدر نہ میرا مرشد نوں سب وڈئیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا تے محل چڑھایا سائیاں

مرشد کی اطاعت میں رہنا

اگر میرے جیسی ہستی بھی اپنے مرشد کے سامنے سر اٹھائے تو میں کہتا ہوں ابو تراب بخشی کو تو ستر لگے تھے ہمیں تو بے شمار لگیں۔ جس نے مرشد کے سامنے سر اٹھایا بس اس کا سر پھر نظر نہیں آیا۔ یہ ظاہری سر نہ دیکھو، باطنی معاملات کو دیکھو۔ بس ہر وقت عاجزی میں رہو، مرشد کی محبت اور عشق میں رہو، اور ہر حال میں مرشد مرشد کرتے رہو۔ بس سب فائدہ اللہ خود ہی پہنچا دیتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: یہ میرے دوست ہیں، جب وہ سنتا ہے کہ کوئی اس کے دوست کو مدد کے لیے پکار رہا ہے تو اس سے رہا نہیں جاتا اور اپنی اس دوستی کے لاج میں وہ بات پہلے ہی پوری کر دیتا ہے۔ اگر کسی نیک اور صالح بیٹے کا کوئی دوست گھر میں آجائے تو باپ کو اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ میرے بیٹے کا دوست آیا ہے اس کی خاطر تواضع کی جائے۔ اللہ کے ولیوں کے سچے غلاموں کی فکر بھی اللہ خود ہی کرتا ہے۔ دیکھو کتنی آسان زبان میں ہم نے آپ کو یہ باتیں سمجھا دی ہیں۔ اللہ آپ سب کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔

یا اللہ سب کی مرادیں پوری فرما۔ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو، اِس راہ میں جتنا خرچ کرو گے اتنی برکت ہو گی۔ ایک بات یاد رکھو کہ دنیا میں اگر کوئی شخص لاکھوں روپے سخاوت کر دے تو وہ بھوکا نہیں مرے گا۔ لیکن اگر کوئی بے ایمانی یا حرام سے پیسہ کماتا ہے تو ۲۰ لاکھ بھی کما لے اس مال میں برکت نہیں ہوتی اور وہ اس طرح سے نکل جاتا ہے کہ خبر تک نہیں ہوتی۔ اس لیے جو لوگ سچے دل سے اللہ اور مرشد کی خدمت کرتے ہیں ان کے مال میں کمی نہیں آ سکتی۔ ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ:۲۰۱)

حضرت خواجہ معروف کرخی کا واقعہ

حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ عنہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔ جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ اپنے جوتے مبارک اتارتے تو معروف کرخی چپکے سے وہ اپنے عمامے میں رکھ کر اوپر پگڑی باندھ لیتے۔ ایک مرتبہ کسی گاؤں کے لوگ ایک بڑی تعداد میں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، وہ دریا کی شکایت لے کر آئے کہ دریا اپنا رخ بدل رہا ہے اور گاؤں کی زمین کاٹ کر اپنے قبضے میں کر رہا ہے، اس طرح لوگوں کا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک دن سارا گاؤں ہی بہہ جائے گا۔ جس وقت لوگ آپ کے گھر پہنچے اس وقت آپ گھر میں نہ تھے۔ حضرت معروف کرخی نے لوگوں سے کہا: امام صاحب گھر میں نہیں۔ وہ واپس چلے گئے۔ دوسرے روز پھر یہی ہوا۔ تیسرے روز بھی یہی ہوا تو معروف کرخی نے کہا: آپ لوگ تین دن سے آ رہے ہو اور امام صاحب بھی نہیں ہیں، آپ لوگوں کا مسئلہ کیا ہے؟ جب لوگوں نے سارا واقعہ بتایا آپ نے لوگوں سے کہا: جاؤ جا کر دریا سے کہو: معروف کرخی کہہ رہا ہے کہ امام علی رضا کی جوتیوں کے صدقے گاؤں سے دور ہو جا۔ لوگوں نے یہی کیا اور اس کی وجہ سے دریا گاؤں سے دور ہوتا گیا۔ جب حضرت امام علی رضا واپس لوٹے تو وہ لوگ آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے آئے۔ انہوں

نے آپ کو سارا واقعہ بتایا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو امام علی رضا فرمانے لگے: اے معروف کرخی آپ نے یہ کس لیے کہا کہ امام علی رضا کی جوتیوں کا صدقہ؟ وہ بولے: میں کافی عرصے سے آپ کی جوتیاں سر پر باندھ رہا تھا، سوچا امام کا تو کمال ہے ہی لیکن امام کی جوتی کا کیا کمال ہے۔ میرے پاس اس وقت آپ کی جوتیاں ہی تھیں لہذا میں نے جوتیوں کا وسیلہ دے دیا۔

جسے مرشد کی نسبت مل گئی اس کی دنیا اور آخرت سنور گئی۔ جب تک مرید کی محبت اور عشق میں خلوص ہو گا تو وہ اللہ کا دوست اور محبوب ہو گا۔ سو جب تک مرید میں یہ دونوں صفات نہ آجائیں اس وقت تک وہ اپنی منزل کو نہیں پا سکتا۔ یہ عشق مرشد کی بارگاہ سے ہی ملتا ہے اور کہیں سے نہیں ملتا۔ یہ دنیا کی زندگی بڑی مشکل اور عارضی فانی زندگی ہے، دنیا میں جدھر دیکھو بندہ ہی بندہ اور آلودگی ہی آلودگی نظر آتی ہے۔

جسے مل گیا کملی والے کا دامن

اسے دو جہاں کا خزانہ ملا ہے

جسے کملی والے کی نسبت ملی اسے اور کیا چاہیے۔ اللہ تعالی ہمیں آپ سب کو استقامت عطا فرمائے میں آپ سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔

ملفوظ-۱۸

توجہ کی اقسام

مرشد نے فرمایا: توجہ کی تین اقسام ہیں ۱-توجہ القا ۲-توجہ اصلاح ۳-توجہ اتحاد۔

توجہ اصلاح

سب سے پہلی توجہ توجہ اصلاح ہوتی ہے؛ جب کوئی پہلی بار مرشد کی بارگاہ میں جاتا ہے تو اُس کے دل میں ایک خوف، ایک حرارت پیدا ہوتی ہے، اسے خوف لاحق ہوتا ہے کہ میں ایک ولی اللہ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں کہیں مجھ سے کوئی بے ادبی نہ ہو جائے یا میری

سرزنش نہ ہو جائے۔ یہ توجہ اصلاح کہلاتی ہے۔ جو یہاں سنبھل جائے تو وہ فیض پا لیتا ہے اور اگر وہ محنت کرتا ہے تو اگلی منازل بھی طے کر لیتا ہے۔

توجہ القا

دوسری توجہ القا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو بندہ مرشد کی بارگاہ میں آ کر توبہ کرے اور پھر نیکی کا راستہ اختیار کرے۔ اس کو توجہ القا کہا جاتا ہے؛ یعنی یہ نیکی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

توجہ اتحاد

تیسری توجہ اتحاد ہے، یہ لاکھوں میں سے کسی ایک بندے پر ہوتی ہے، جیسے مجھ عاجز مسکین پر میرے مرشد نے توجہ فرمائی۔ یہ ایسی توجہ ہے کہ شیوخ اپنے مرید پر ایسی توجہ کرتے ہیں کہ اُس کی دین اور دنیا سنوار دیتے ہیں۔ اس توجہ میں مرید کو ہر طرح کا فیض عطا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ توجہ اسی بندے کو دی جاتی ہے جو توجہ اصلاح اور توجہ القا کی منزل پار کر لے۔

ساری بات مرشد کے حکم میں ہے، مرشد کہے: اللہ اللہ کرو، تو اُس کے حکم کی تعمیل کرو، اِس سے آپ کی عمارت مضبوط ہوتی ہے۔ مرشد فرماتے ہیں: مجھے تو جو کچھ بھی ملا وہ مرشد سے ہی ملا، اگر میں مرشد مرشد نہ کروں تو اور کیا کروں؟ اسی لیے ہم آپ کو بھی حق کی گفتگو سنا دیتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہے مرشد ہی مرشد ہے۔ اگر شریعت میں جائیں تو بھی مرشد، اگر طریقت میں جائیں تو بھی مرشد، اگر معرفت کی گفتگو کرنی ہو تب بھی مرشد اور اگر رب کا دیدار کرنا ہو تو بھی مرشد۔ میں نے تو جدھر بھی دیکھا مرشد کا ہی نظارہ نظر آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مرشد کے بغیر کسی کو اپنا ولی اپنا دوست بھی نہیں بنایا۔

وعظ و نصیحت

وعظ-۱

کلمے کی فضیلت

معزز سامعین و حاضرین! ہر جمعے کی طرح آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ دوستو، عزیزو! مالک الملک رب ذوالجلال کا یہ کرم ہے کہ آج ہم سب مل کر اللہ کی یاد میں یہ وقت گزار رہے ہیں۔ پچھلے ہفتے میں بہت مصروف رہا۔ دو دن سے لگاتار سفر میں ہوں، اپنے مرشد پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تھکن بھی بہت تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر مرشد کی بارگاہ میں حاضری ہو جائے تو یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ پھر کل کا سارا دن گیار ہوں شریف میں بیٹھا رہا اور وہاں سے فیصل آباد کا سفر کیا، وہاں ملاقات رہی اور رات سفر کرتے ہوئے واپس پہنچا ہوں۔ کچھ تھکن بھی زیادہ تھی مجھے آرام تو بس اللہ اور اللہ کے ذکر میں ہی ملتا ہے، اب ظاہری بدنی آرام تو مشکل ہے۔ اللہ کے دوست وہ ہوتے ہیں جو اپنی زندگی اللہ کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوئی چھٹی نہیں ہوتی، نہ عید، نہ جمعہ نہ اتوار۔ عید والے دن میں نے سب کو ٹائم دیا صبح سے لے کر شام تک بیٹھا رہا باقی سب چلے گئے، مجھے تھکاوٹ ہو گئی۔

فنا فی الشیخ

اللہ کے قرب میں پہنچنے والی پہلی منزل فنا فی الشیخ کہلاتی ہے۔ جسے یہ منزل حاصل ہو جائے اس پر رسول پاک ﷺ بھی مہربانی فرماتے ہیں اور اللہ تعالی کی طرف سے بھی مہربانی ہوتی ہے۔ فنا فی الشیخ وہ ہے جو مرشد کے عشق میں فنا ہو گیا۔

جو عشقِ خدا میں فنا ہو گیا　　　خدا جانے وہ کیا سے کیا ہو گیا

میں نے بارہا کہا ہے: مرشد جسے مہر لگا دے، پاس کر دے، وہ ہر طرف پاس ہی پاس

ہے۔ ساری بات محبت اور عشق کی ہے۔

آپ لوگ جب بھی اس دربار میں آتے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ "لا الہ الا اللہ" کا ورد جاری ہوتا ہے۔ یہاں اس لیے ذکر جاری رہتا ہے کہ جب کوئی سائل اپنی پریشانیاں اور مسائل لے کر دربار کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو اُس کے کان میں پہلی آواز یہی پڑتی ہے: "لا الہ الا اللہ"۔ جب اُس کے کان سے یہ آواز اُس کے دل تک پہنچتی ہے تو اسی وقت اس کے دل کی صفائی شروع ہو جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو بندہ بھی آئے وہ دل کی صفائی کر کے جائے۔ قلب کی صفائی صرف اللہ کے ذکر میں ہی ہے۔ پھر اس ذکر کی فضیلت یہ ہے کہ دین و دنیا کی مشکلات آسان ہوتی ہیں اور یہ بخشش اور نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس لیے تلقین کی جاتی ہے کہ دن رات لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اگر آپ لوگ اس ذکر کی شان کو سمجھ لیں تو پھر آپ کا ہر لمحہ اللہ کی یاد میں ہی صَرف ہوگا۔

کلمے کی فضیلت

یہ ایسا کلمہ ہے کہ جس دل میں رچ بس جائے وہ معطر ہو جاتا ہے، یہ دل کی خوشبو ہے۔ یہ آلودہ دلوں کی صفائی کرتا ہے۔ یہ کلمہ گندگی کو دور کرتا ہے اور قلب کو معطر کرتا ہے، پھر سونگھنے والے اسی خوشبو کے تعاقب میں یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ آپ لوگ جو یہاں آتے ہو تو اسی خوشبو کو سونگھتے آتے ہو۔ یہ اللہ، اللہ کے رسول اور مرشد کی خوشبو ہے، یہ عشق و محبت کی خوشبو ہے۔ مولانا سعدی فرماتے ہیں: جہاں اللہ کا ولی رہتا ہو تو اس کے پاس، اس کے گھر، اس کے محلے اور اس کے شہر سے خوشبو آتی ہے۔ پھر جن لوگوں کا اندر صاف ہو جائے تو انہیں گھر بیٹھے بھی خوشبو آتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب کوئی بندہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا ہے تو عرش الٰہی کے سامنے نور کے ستون میں جنبش پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ستون ساکن ہو جا، تو حرکت کیوں کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے: دنیا میں فلاں بندے نے تیرا یہ کلمہ

پڑھا، تو اس کی بخشش فرما دے۔ اللہ تعالی اس ستون کی سفارش پر اس بندے کی بخشش فرما دیتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ کے ذکر میں کیا رکھا ہے؟ اگر اس کی فضیلت سمجھ آ جائے تو بندہ کوئی اور کلام ہی نہ کرے، بلکہ اگر کلام بھی کرنا ہو تو لا الہ الا اللہ کہہ کر سمجھائے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ (ابراہیم: ۲۴) پاک کلمے کی مثال مبارک درخت جیسی ہے کہ جس کی جڑ زمین میں ہے اور تنا آسمان کی طرف ہے۔ یہ کھجور کا مبارک درخت ہے، جس کی جڑیں زمین میں اور اس کی شاخیں آسمان کی طرف سیدھی جاتی ہیں۔ یہ اس لیے کہ کلمہ پڑھنے والا زمین میں کلمہ پڑھتا ہے لیکن عرش الٰہی کے ستونوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ کھجور کا درخت سب درختوں سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسے اللہ اور نبی پاک ﷺ نے پسند فرمایا۔ جب بندہ کلمہ پڑھتا ہے تو اس کی جڑ اس بندے کے دل میں لگتی ہے۔ دربار شریف پر جو بندہ آتا ہے ہمارا اس کو یہی کہنا ہوتا ہے کہ اس کلمے کا ذکر جاری رکھو تاکہ اس کی جڑ اُس کے دل میں لگے اور اِس کی خوشبو دنیا میں پھیلنا شروع ہو جائے۔

دل نیڑے تے مدینہ دور کی؟

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (آل عمران: ۱۸) اللہ نے گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ یہ جملہ اپنے دل میں بٹھالو کہ اللہ تعالی کو یہ کلمہ پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ نے عرش کے پائے اسی کلمے سے سجائے، جناب آدم علیہ السلام نے یہ کلمہ پڑھا تو اللہ کے قرب کے خواستگار ہوئے۔ آیت کا ترجمہ: "اللہ نے شہادت دی، نہیں کوئی معبود مگر اللہ، اور ملائکہ نے شہادت دی، اور علم والوں نے شہادت دی، انصاف پر قائم ہو کر کہ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ عزت والا اور حکمت والا ہے۔" اللہ کو یہ کلام بہت

پسند ہے، آپ لوگوں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے ولیوں کے جس دربار پر جاؤ وہاں ہر وقت کلمے کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔

کلمے نال میں نہاتی دھوتی کلمے نال ویاہی
کلمے پڑھیا جنازہ میرا تے کلمے گور سہائی

اللہ کے دوستوں کے لیے سب کچھ کلمہ ہی ہے، کیونکہ وہ اس کلمے سے رب تعالیٰ تک پہنچے۔ قرآن پاک میں اللہ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے: اللہ تعالیٰ نے شہادت دی، پھر فرشتوں نے شہادت دی، پھر علم والوں نے شہادت دی۔ کلمہ پڑھنا اصل میں قرآن کی تلاوت ہے کہ قرآن میں جابجا یہ کلمہ آیا ہے۔ کلمے کی فضیلت بیان سے باہر ہے، جتنی بیان کی جائے اتنا ہی کم ہے۔

قرآن کی فضیلت

قرآن کیا ہے؟ قرآن اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، ہماری رشد وہدایت کا ذریعہ ہے۔ قرآن کے ذریعے ہم رب تک پہنچے اور اُس کی صفات کے بارے میں جانا۔ یہ اللہ کا پیغام ہے اور اُس کی آیات نورانی ہیں۔ قرآن کی فضیلت کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے (یا سننے) پر دس (۱۰) نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (ترمذی شریف) اُس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہر مجلس میں فوقیت تلاوتِ قرآن کو حاصل ہے۔

کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہر مجلس کی ابتدا میں قرآن پاک کی تلاوت کیوں کی جاتی ہے؟ نہ ہمیں اِس کا ترجمہ آتا ہے اور نہ مقصد کا پتا چلتا ہے؟ آج ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ قرآن کی تلاوت اس لیے کی جاتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے جس نے قرآن کا ایک لفظ پڑھا (یا سنا) اسے دس نیکیاں حاصل ہو گئیں، اس کے دس درجے بلند ہوئے اور دس گناہ مٹ گئے۔ تو قرآن سننے سے بہت سے گناہگاروں کا بھلا ہو

جاتا ہے، بخشش ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے بیٹھ کر نماز میں قرآن پڑھا تو اِس کے ہر حرف کے بدلے اسے پچاس نیکیاں ملیں، اس کے پچاس درجے بلند ہوئے اور پچاس گناہ معاف ہوئے۔ آگے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پڑھا تو اِس کے ہر حرف کے بدلے اُسے سو نیکیاں ملیں، اُس کے سو درجے بلند ہوئے اور سو گناہ معاف ہوئے۔

قرآن شریف کی بڑی فضیلت ہے میں ایک سورت کی فضیلت بیان کرتا ہوں۔ قرآن پاک کی ایک سورت سورہ سجدہ ہے۔ اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک تابعی حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں: جو شخص روزانہ اس سورت کی تلاوت کرتا ہے چاہے وہ دنیا کا گناہگار ترین شخص ہی کیوں نہ ہو، لیکن وہ اسے پڑھتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس پڑھنے سے اللہ تعالی اس کی بخشش فرما دیں۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے ایک بہت گناہگار شخص کو دیکھا کہ اس کا انتقال ہو گیا، جب اس پر عذاب نازل ہونے لگا تو اس سورت نے اسے اپنے پروں میں لپیٹ لیا اور اس عذاب سے اس کی ڈھال بن گئی۔ پھر وہ سورت بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگی: اے اللہ! یہ مجھے پڑھنے والوں میں سے تھا میں تیرے سامنے یہ دعا کرتی ہوں کہ تو اسے بخش دے۔ اللہ کا کلام اللہ تعالی سے اس بندے کی شفاعت کرے گا اور کہے گا: یارب العالمین اگر تو نے اس بندے کی بخشش نہیں کرنی تو پھر مجھے اپنے کلام سے خارج کر دے تاکہ مجھے پڑھنے والا دل میں یہ تمنا نہ رکھے کہ مجھے پڑھ کر اس کی بخشش ہو گی۔ اللہ تعالی اس سورت کی شفاعت قبول کریں گے اور کہیں گے: ہم نے اسے بخش دیا اور اس طرح سے بخشا کہ اس کے ہر ہر گناہ کو نیکی میں بدل دیا۔ یہ ہے اللہ کا کلام اور اس کی برکت۔ یہی ہماری بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہے۔ ہم اس دنیا میں اپنی بخشش اور مغفرت کے لیے آئے ہیں۔

کلمہ اسلام کا رکن اعظم

اسلام لانے کا سب سے اولین فرض کلمہ طیبہ پڑھنا ہے۔ اِسے پڑھے بغیر کوئی اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا، یہی وہ پہلا دروازہ ہے جس سے اسلام میں داخل ہوا جاتا ہے۔ اس کے بعد نماز ہے، جو بیمار قضا بھی کر سکتا ہے، خواتین کے لیے بھی مخصوص ایام میں معاف ہے لیکن کلمے کی چھوٹ نہیں۔ روزے کی بھی معافی ہے، فدیہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ زکوۃ اور حج بھی مال داروں کے لیے ہے غریبوں پر فرض نہیں۔ لیکن کلمے کو نہ پڑھنے کا کوئی عذر نہیں۔ اللہ کو یہ کلمہ اتنا پسند ہے کہ اس نے اسے اسلام میں داخلے کا دروازہ بنایا۔ اسی لیے دربار شریف میں جو بھی آئے انہیں سب سے پہلے کلمے کا ذکر کروایا جاتا ہے۔ اس کی شان اور فضیلت آپ لوگ نہیں سمجھتے لہذا اس کو پڑھتے رہو، اپنے دل کی صفائی کرتے رہو، گندگی دور کرو، جب دل پاک ہوتا ہے تو اس میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ایک دِن ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا، جِس کے کپڑے بہت ہی اجلے تھے اور بال بہت کالے، اور اُس (کے حلیے اور شخصیت) پر سفر کے کوئی آثار دِکھائی نہ دیتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی اُسے نہیں جانتا تھا (کہ وہ کون ہے)، وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ کر آپؐ کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا، اور سوال کیا: اے محمدؐ! مجھے بتاؤ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اِسلام یہ ہے کہ تُم اِس بات کی گواہی دو "اللہ کے سوا کوئی سچا اور حقیقی معبود نہیں اور مُحمدؐ اللہ کے رسول ہیں، نماز ادا کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔ اس شخص نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد اسی حدیث میں آگے اس شخص نے ایمان اور احسان کا سوال کیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپؐ نے حضرت عمر سے پوچھا: اے عمر! تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا؟ حضرت عمر بولے: اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو آپ لوگوں کو آپ کا دین سکھانے آئے تھے۔ (صحیح مسلم)

اس جگہ بھی جب رسول پاک ﷺ سے اسلام کا پوچھا گیا تو آپؐ نے سب سے پہلے کلمے کا ذکر کیا کیونکہ کلمہ اسلام کا رکن اعظم ہے۔کلمے کی شان اتنی بلند ہے کہ ہر انسان اسے سمجھ بھی نہیں سکتا۔ جب تک یہ کلمہ آپ کے دل میں رچ بس نہ جائے اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں نبی پاک ﷺ نے، غوث پاک نے، مرشد پاک نے کلمہ پڑھایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا

حضور ﷺ نے فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ سے) عرض کی: یارب! مجھے کوئی ایسی چیز سکھا جس سے میں تیرا ذکر بھی کروں اور تجھ سے دعا بھی کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! پڑھو لا الٰہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ نے کہا: یا رب! تیرے سارے بندے یہی پڑھتے ہیں، رب نے کہا: پڑھ لا الٰہ الا اللہ۔ آپ نے کہا: لا الٰہ الا انت؛ میں کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جو آپ مجھ سے مخصوص کریں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں رہنے والے اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔ (سنن نسائی) یعنی چودہ طبق (سات زمینیں اور سات آسمان) ایک طرف رکھ دو اور یہ کلمہ دوسری طرف رکھ دو تو یہ کلمہ بھاری ہو جائے گا۔ اب سمجھو کہ چودہ طبق کیا ہیں؟ یہ اللہ تعالی کے وجود کا سایہ یعنی کل کائنات ہے۔ ایک وجودِ باری تعالی ہے اور ایک اُس کا سایہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان ہے اور ایک اس کا سایہ۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ انسان وزنی ہے یا اس کا سایہ؟ ظاہر سی بات ہے کہ انسان کا وزن ہے جبکہ سایے کا وزن نہیں۔ یہ چودہ طبق وجودِ باری تعالی کا سایہ ہیں۔ جب یہ سایہ وزن میں آیا تو ہلکا ہو گیا اور وجود یعنی کہ ''لا الہ الا اللہ'' دوسرے پلڑے میں آیا تو بھاری ہو گیا۔ جن اللہ والوں نے خود کو اِس کلمے سے متحقّق کیا تو پھر وہ نور ان لوگوں میں بھی آیا۔ مثلاً شہنشاہ بغداد غوث پاک فرماتے ہیں: میں اِس دنیا کو رائی کے دانے کے

برابر دیکھتا ہوں۔ یہ چودہ طبق میری ہتھیلی پر ایک رائی کے دانے کے برابر ہیں۔ بتاؤ کلمہ بھاری ہے یا رائی کا دانہ۔ اس لیے کلمے کی بڑی فضیلت ہے۔

ایک غیر مسلم بادشاہ کا واقعہ

فرید الدین عطار، نجم الدین کبری اور امام رازی کا دور تھا۔ کہتے ہیں اس دور میں ایک غیر مسلم ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں اور ایذا پہنچائے اور لاتعداد مسلمان مروائے۔ ایک دن مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا، جب مشاورت کی گئی کہ اِسے کیا سزا دی جائے تو سب اس بات پر متّفق ہوئے کہ اسے دیگ میں بند کر نیچے آگ لگا دی جائے۔ جب مسلمانوں نے اسے بند کر کے آگ لگائی اور اسے سیک پہنچا تو وہ تڑپنے لگا۔ اس وقت اُس نے اپنے تمام معبودات کو پکارا کہ میں نے تو تمہاری خاطر ان لوگوں سے جنگ کی تھی اب میری مدد کرو۔ جب کسی نے بھی اس کی پکار کا جواب نہ دیا تو اُس نے سوچا اب تو بچنا مشکل ہے، مسلمانوں کے ہتھے چڑھا ہوں چلو اب مسلمانوں کے رب کو ہی یاد کرتا ہوں۔

آئی جان شکنجے اندر جو ویلن وچ گنا

جب شکنجے میں جان آتی ہے تو مرشد یاد آتا ہے، نمازیں یاد آتی ہیں، جیلوں میں دیکھو تو قیدی دن رات نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں، جب باہر نکلتے ہیں تو پھر وہی روش۔ کوئی اِکّا دُکّا ہی توبہ کرتا ہے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرا چل رہا تھا تو آپ پڑھ رہے تھے: لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے عاشق جب مصیبت میں لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو انہیں کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یہی ہے کہ اگر کوئی پانی پر آرا چلائے، پانی کو کیا پروا۔ اللہ کے عاشقوں کی مثال بھی پانی جیسی ہے۔ ان لوگوں کو ظاہری تکلیف کچھ نہیں کہتی، نہ امام حسین علیہ السلام کو کوئی تکلیف ہوئی، نہ یحیی علیہ السلام کو تکلیف، نہ ایوب علیہ السلام کو تکلیف ہوئی۔ بس یہ خیال کرنا تھا، اللہ کو پکارنا تھا کہ ایسی آندھی آئی کہ وہ دیگ ہی اٹھا کر لے گئی اور اسے اس عذاب سے نجات ملی۔ اللہ کے لیے تو کوئی کمی نہیں، اگر وہ اپنے جاہ و جلال، اپنی قدرت،

اپنی فضیلت کے کرشمے دکھانا چاہے تو ہر شے پر قادر ہے۔ بعد میں اس بادشاہ نے بتایا: میں دیگ میں بیٹھا تھا مجھے رب کا دیدار ہو گیا، بس اب سارے پڑھو لا الہ الا اللہ۔ اس ملک میں جا کر اس نے کلمہ پڑھایا اور اللہ کے ولیوں میں سے ہو گیا۔

یہاں میرے پاس بہت بندے پریشانیاں اور تکلیفیں بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی بندہ بڑی سے بڑی مشکل اور پریشانی میں بھی گرفتار ہو تو میں کہتا ہوں: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا ورد کرتے رہا کرو۔ وہ کہتے ہیں: حضور کچھ اور بتائیں۔ اب کچھ اور ہو تو بتاؤں، جب کچھ اور ہے ہی نہیں تو کیا بتاؤں؟ ہمارے پاس تو یہی ہے: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" جس نے پڑھنا ہے پڑھ لے، سیکھنا ہے سیکھ لے اسی سے سب مشکلیں آسان ہوں گی۔ کئی لوگ بڑی بڑی پریشانیاں لے کر آتے ہیں، بار بار کہتے ہیں: کچھ اور بتائیں۔ آخر کار ہم جھڑک کر کہتے ہیں: جاؤ باہر بیٹھ جاؤ وہاں ذکر ہو رہا ہے دو گھنٹے ذکر کرو۔ دو گھنٹے بعد خود آ کر کہتا ہے: سرکار! دل مطمئن ہو گیا ہے، پریشانی دور ہو گئی ہے، اب نگاہ اور دعا فرما دیں۔ ہم کہتے ہیں: یہ کلمہ پڑھتے رہو تمہارا کام ہو جائے گا۔

چودہ طبق کی کیا حیثیت رہ گئی۔ آج کل تو سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ آپ کائنات کی وسعتوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، گھر بیٹھے زمین کے کسی حصے کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب جسے رائی کے دانے پر ساری دنیا نظر آ جائے تو اس کے سامنے دنیا کی حقیقت کیا رہ جائے گی؟ وہ تو پھر کلمے کا ہی ذکر کرے گا۔

ہم تو چھوٹی عمر میں ہی بیٹھ گئے، اتنا علم نہیں تھا، جو ملا مرشد سے ملا، مرشد نے جو فرمایا وہی سنا، وہی بیان کرتے ہیں۔ اس وقت جب میرے مرشد بیان کرتے تھے تو ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ ایک ایک نقطہ بیس بیس سال بعد جا کر سمجھ آیا۔ کیا سمجھنا آسان ہے؟ بڑا مشکل ہے ہر بندہ کدھر سمجھ سکتا ہے۔ ہمارے مرشد فرماتے تھے: جب ہمیں دنیا کی طلب تھی تو دنیا ہم سے بھاگتی تھی۔ اس وقت جب ظاہری آنکھوں سے دیکھو تو اونچے اونچے پہاڑ وسیع و عریض میدان اور ملک نظر آتے تھے۔ لیکن جب خدا کا نور عطا ہو جائے تو پھر یہ

پہاڑ اور یہ میدان کیا، جسے خدا مل جائے اُس کے سامنے دنیا کی حقیقت کیا؟ آج آپ لوگوں کو چودہ طبق کی حقیقت بھی بتادی۔ آج سے پہلے آپ کو کسی نے یہ باتیں نہیں بتائی ہوں گی۔ بس مرشد کی عطا ہے، جو دل دماغ ذہن میں آتا ہے میں کہہ دیتا ہوں۔ بڑا عرصہ خاموش رہا ہوں، اب عازب صاحب نے کہا کہ سرکار جمعے کے بعد کچھ بیان کیا کریں۔ میں نے بھی کہا جو ذہن میں آتا ہے بیان کر دوں گا۔ میں کوئی پڑھا لکھا تو ہوں نہیں۔ مجھے یہاں سب جانتے ہیں، میں کسی مولوی کسی خطیب سے باقاعدہ نہیں پڑھا۔ بس یہ مرشد کی عطا ہے کہ آج آپ لوگوں کے سامنے کچھ عرض کر رہا ہوں۔

کلمے کی فضیلت کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: أفضل الذكر لا إله إلا الله (سنن ترمذی) سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" ہے۔ ذکر پر میں نے بہت بیان کیا ہے، ذکر کے کئی طریقے ہیں لیکن سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ شہادت دی اللہ نے، سب سے بڑی شہادت اللہ کی ہے، اس سے بڑی شہادت نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ تعالی نے شہادت دے دی کہ "لا الہ الا اللہ" اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اسی شہادت میں فرشتوں کو شامل کیا: ﴿وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ اور پھر علم والوں نے انصاف قائم کرتے ہوئے اسی کلمے کی شہادت دی۔

اس لیے لوگو! دن رات جب بھی باوضو ہو ضرور اس کلمے کا ذکر کیا کرو، یہ ظاہری اور باطنی ہر مشکل کا حل ہے۔ اللہ کو یہ کلام سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے اس کلمے کا ورد جاری رکھو، اللہ ہمیں آپ سب کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔

نرینہ اولاد کا واقعہ

یہاں میرے ایک مرید بیٹھے ہیں ان کی ولادت کا بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ان کے والد کے ہاں چار بیٹیاں ہوئیں لیکن بیٹا نہ ہوا۔ ان کے خاندان والے سب کہنے لگے: چل سرکار

چن پیر بادشاہ سے دعا کرواتے ہیں تو تو ان کا مرید ہے۔ وہ کہنے لگا: میں دنیا کی دعائیں نہیں کرواتا، بس مرشد کا عشق ہی کافی ہے۔

بعض لوگ ظاہری طور پر دنیادار نظر آتے ہیں لیکن اگر ان کا عشق دیکھا جائے تو اُن کی پرواز میرے جیسوں سے بھی بلند ہوتی ہے۔ ہم تو ظاہری لوگ ہیں، باطنی عشق کو کون دیکھ سکتا ہے۔ ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام جارہے تھے کہ دیکھا ایک شخص راستے میں بیٹھا کہہ رہا ہے: اے اللہ! تو میرے پاس ہوتا، میں تیرے سر میں تیل لگاتا، تجھے سرمہ لگاتا، تیری کنگھی کرتا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو بولے: اے نادان! اللہ تعالیٰ کوئی انسان تو نہیں، تو انسان کی طرح اللہ کا بناؤ سنگھار کر رہا ہے۔ وہ پریشان ہوگیا۔ جب آپ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ پہلے میرے اس بندے کو راضی کرو۔ اسے کہو: مجھے اس کی یہ باتیں اچھی لگیں۔ اے موسیٰ! مجھے عاشقوں کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔

جس منزل تے عشق پہنچائے ایمان نوں خبر نہ کوئی

تو یہ دیکھا نہ کرو کہ دربار میں فلاں اس لباس میں آیا، فلاں نے داڑھی نہیں رکھی ہوئی، یا فلاں نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا۔ آہستہ آہستہ تربیت ہوتی ہے تو ایک دن بندہ منزل پر پہنچ ہی جاتا ہے۔ جو لوگ دوسروں کے چکروں میں پڑے رہتے ہیں وہ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں۔ اس لیے کبھی یہ نہ سوچو کہ دوسرا کیا کر رہا ہے، اس طرح سے دوسروں پر نظر کرنے سے نفس کے اندر یہ تکبر پیدا ہوتا ہے کہ میں ان سے بہتر ہوں۔ لہذا کبھی اپنے دل میں یہ تصور تک نہ لاؤ۔

میں عاجز مسکین اپنے مرشد کی بارگاہ میں جاتا رہتا ہوں، کل جب میں وہاں حاضر ہوا تو میرے بڑے بھائی مرشد پاک سرکار چارپائی پر بیٹھے تھے، میرا بازو پکڑ کر کہنے لگے: آپ صوفے پر بیٹھیں، میں نے کہا: نہیں جی میں تو نیچے ہی بیٹھوں گا۔ جب وہ بھی نیچے بیٹھنے لگے تو میں نے کہا: میں جب سے اپنے مرشد کی بارگاہ میں آرہا ہوں کبھی یہاں چارپائی پر نہیں بیٹھا، میں زمین پر ہی بیٹھتا ہوں۔ جب اندر بھی جاتا ہوں اور سارے اوپر بیٹھے ہوں تو

میں انہیں کہتا ہوں: بھائی آپ لوگ جہاں بیٹھے ہیں بیٹھے رہیں۔ ہم جو یہ زمین پر بیٹھتے ہیں تو اس کی برکت سے مرشد ہمیں کس کس بلندی پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس لیے سب کچھ مرشد کی نگاہ کا مرہون ہے۔

اس لیے جب ان کے والد صاحب کو ان کے گھر والے زبردستی لے آئے، حضرت سید لعل حسین سرکار نے پوچھا: کس طرح آنا ہوا، بولے: حضور ان کی چار بیٹیاں ہیں لیکن بیٹا نہیں، دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی اور کہا: جا ٹھکیدارا! اللہ بیٹا دیسی، پھر فرمایا اس کے بعد دوسرا بیٹا دے گا، اس کے بعد تیسرا ہو گا، اس کے بعد چوتھا ہو گا۔ جب آپ نے چوتھا کہا تو وہ بولا: حضور بس کافی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو بس نہ کرتا تو آج ہم موج میں تھے۔ یہ بات ویسے ہی پوری ہوئی جیسا کہ حضور سید لعل حسین بادشاہ سرکار نے کہا تھا۔ آج یہ چار بھائی ہیں اور یہ اپنے علاقے کے مشہور بندے ہیں۔ اسی لیے تو کہتے ہیں:

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کینسر سے شفایابی

اسی طرح آج سے تیس سال قبل سرکار کے ایک مرید غلام غوث کو کینسر ہو گیا، اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ یہ سن ۸۰ کا واقعہ ہے اس وقت میں عاجز مسکین اپنے مرشد کے حضور کھڑا رہتا تھا، آپ کی جوتیاں صاف کرتا اور ان کو چومتا تھا۔ وہ میری کم عمری کا دور تھا، ہر وقت مرشد کی ڈیوٹی کرتا۔ اس دور میں حضور رات کو کسی سے نہیں ملتے تھے لیکن وہ روتا پیٹتا آ گیا۔ مجھے پتا تھا کہ یہ سُبّن کا رہنے والا ہے تو سرکار ضرور محبت فرمائیں گے۔ علاقے کا بھی اپنا اثر اور محبت ہوتی ہے۔ میں نے جا کر بتایا کہ غلام غوث صاحب آئے ہیں، کینسر کے مریض ہیں ڈاکٹروں نے لا علاج کہہ دیا ہے، آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ حضور نے اوپر بلا لیا۔ آپ چارپائی پر بیٹھے تھے اسے بھی کہا چارپائی پر بیٹھو۔

پوچھا کیا ہو گیا ہے؟ وہ بولا: سرکار کینسر ہے۔ بولے: جا ساری عمر تو کینسر سے نہیں مرے گا بلکہ اگلے پچیس تیس سال موت کے بارے میں سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔ سن ۸۰ میں وہ دعا کے لیے آیا تھا اور ابھی دو تین سال پہلے اس کی وفات ہوئی ہے۔ یہ ہے ولی کی زبان کی تاثیر کہ جب بات نکل جائے تو بات پوری ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب ان کی نگاہ سے حجاب اٹھ جاتا ہے تو وہ تقدیر کی تختی پڑھ لیتے ہیں، اور پڑھ کر بتا دیتے ہیں۔ اسی بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: میں بیان کرتا ہوں تو تقدیر کی تختی میرے سامنے ہوتی ہے۔ اس لیے جب ولی بیان کرتا ہے تو تختی کو دیکھ کر کرتا ہے اور اگر جلدی میں زبان سے کچھ نکل جائے تو اللہ تعالی اپنے محبوب کا پاس کرتے ہوئے اسے ہی تقدیر بنا دیتا ہے۔ میاں محمد صاحب فرمایا:

قلم ربانی ہتھ ولی دے، لکھے جو من بھاوے

اس لیے لوگو! اپنے عقیدے اپنے ایمان درست کرو، اللہ اللہ کرو، اللہ رسول کو یاد کرو، مرشد کا راستہ اختیار کرو، بس یہی کامیابی ہے۔ مثال کے طور پر ایک یونین کونسل کا چیئرمین ہو تو وہ دور سے پائپ لائنیں ڈلوا کر گیس پانی پہنچا دیتا ہے تو جس ولی اللہ کو اللہ تعالی نے اپنے قرب کی طاقت بخشی ہو تو وہ سات پشتوں سے فیض لے لیتا ہے۔اس لیے سید کا ادب ہر حال میں کرو، فقیر کا ادب کرو۔ اللہ کی ذات سے تو فرعون جیسے فیض پا جاتے ہیں۔ فرعون سارا دن موسی علیہ السلام سے حجتیں کرتا، خدائی دعوی کرتا، اُن کا مقابلہ کرتا لیکن جب رات ہوتی تو اللہ کی بارگاہ میں روتا رہتا، اے اللہ! میرا پردہ رکھیں، اب میں یہ بات کہہ چکا ہوں میرا پردہ رکھیں۔ صبح اُس کی بات بھی بعض دفعہ پوری ہو جاتی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا: یارب العالمین! یہ کیا ماجرا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا: اے موسی! رات کو اتنی عاجزی و انکساری دکھاتا ہے کہ مجھے رحم آ جاتا ہے اب کیا کیا جائے۔ سو جو مرید عاجزی و انکساری سے پکارتا ہے تو ہم کیا کریں خود غوث پاک اس کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس لیے اپنی عقیدت، محبت اور نسبت کو مضبوط کرو، اللہ تعالی ہم سب کو استقامت عطا

فرمائے۔ اگر میں اس دربار کی فضیلت، شان اور فضائل بیان کرنا چاہوں تو کتابیں بھر جائیں۔

پچھلے دنوں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: حضور میں آپ کے بیان کو قلم بند کرنا چاہتا ہوں، ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہذا لوگوں کی رہنمائی کے لیے کچھ نہ کچھ بیان کیا کریں۔ مرشد فرماتے ہیں: میری گفتگو علم والوں کے لیے بھی فائدہ مند ہے اور درویشوں کے لیے بھی۔ فقیروں کی گفتگو کی مثال ایسے صابن جیسی ہے جو کپڑے کا میل کچیل نکال دیتا ہے، اسی لیے جب فقیروں کی گفتگو دوسرے فقیر پڑھتے ہیں تو ان کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ہم میاں محمد صاحب کی گفتگو کیوں پڑھتے ہیں، داتا صاحب کا کلام کیوں پڑھتے ہیں؟ یہ اس لیے کہ جب ہمیں کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے تو ان بزرگوں کی گفتگو میں اِس کا حل ہوتا ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی کتنے بڑے بزرگ گزرے ہیں لیکن جب انہیں بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو داتا صاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ معین الدین چشتی کو داتا صاحب کی کیا ضرورت، یہ تو میری توہین ہے۔ اس لیے فقیروں کی صحبت میں جانا چاہیے اور جو مسئلہ درپیش ہو ان سے پوچھنا چاہیے۔ داتا صاحب فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی روحانی مسئلہ پیش آتا تو میں بایزید بسطامی کے مزار پر چلا جاتا۔ معلوم ہوا کہ داتا صاحب بھی جاتے تھے، انہیں بھی ضرورت پیش آتی تھی۔ گھر بیٹھے تو بندہ صرف لکیر کا فقیر ہی ہوتا ہے۔ اس طرح بات نہیں بنتی، کسی کی غلامی اختیار کرنی پڑتی ہے، کسی کی خدمت میں جانا پڑتا ہے۔

میں اپنے مرشد پاک کی بارگاہ میں لاہور جاتا تھا، میں ہر وقت کھڑا رہتا تھا، کہ ہو سکتا ہے روز محشر مرشد کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب ہو جائے تو ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں: جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ حضرت امام جعفر صادق کی بارگاہ میں جاتے اور مسئلہ حل ہو جاتا۔ آپ لوگوں نے ہمارا معمول دیکھا ہے ادھر لوگ کیا کیا پریشانیاں لے کر آتے ہیں اور ہم کہہ دیتے ہیں: جا تیرا کام ہوا، تیری

پریشانی حل ہوئی، یہ مرشد کی نگاہ ہوتی ہے۔ جب بایزید بسطامی کو ضرورت پڑی تو انہوں نے ایک دفعہ نگاہ کی اور بیڑا پار ہو گیا۔ داتا صاحب کو ضرورت پڑی تو انہوں نے نگاہ کی اور بیڑا پار ہو گیا۔ داتا صاحب فرماتے ہیں: میں تین ماہ بایزید بسطامی کے مزار پر رہا۔ اس کے بعد میری آزمائش آ گئی، میری تسلی نہ ہوئی، حکم ہوا: ادھر سے چلا جا۔ داتا صاحب چل پڑے۔ دیکھو اگر مرشد فرمادے کہ چلا جا تو اس کی تعمیل ضروری ہے، داتا صاحب سمجھتے تھے کہ اس میں حکمت ہے اب میری مشکل حل ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔ اُس وقت پیدل سفر ہوتے تھے۔ اس دور میں مسافر خانے ہوتے تھے، کہتے ہیں: ایک جگہ رات ہوئی تو میں بھی ٹھہر گیا، میں بھوکا پیاسا تھا جبکہ باقی مسافر کیلے کھا رہے تھے۔ دل میرا بھی چاہ رہا تھا کہ کوئی کیلا ملے اور میں بھی کھاؤں لیکن میں مانگنا نہیں چاہتا تھا۔ فقیر سوال نہیں کرتا کہ یہ بھی آزمائش ہوتی ہے۔ وہ کیلے کھا کھا کر چھلکے میری طرف پھینکتے۔ داتا صاحب نے یہ سب برداشت کیا، آگے حکم ہوا کہ یہی آزمائش تھی اگر آپ بھی ان لوگوں کو چھلکا مار دیتے تو پھر آپ کا کام نہیں ہونا تھا۔ اس لیے عشق محبت رکھنے والو! اگر تمہیں کوئی چھلکے مارے، تھپڑ مارے یا گالیاں دے تو آگے سے بولنا نہیں ہے۔

ہمارے پاس ادھر ایک سید صاحب تھے، ایک دن کسی مجلس میں ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ ہمارے کسی مرید نے انہیں زور دار تھپڑ لگایا، لیکن وہ بولے نہیں۔ دوسرے تیسرے دن جب یہ مقدمہ ہمارے پاس آیا تو ہم نے کہا: یہ تھپڑ کام کر گیا ہے۔ اس وقت ہماری مجلس میں تھپڑ مارنے والا بھی موجود ہے اور تھپڑ کھانے والا بھی۔ بعد میں جب مجھے انہوں نے یہ بتایا تو ہم مسکرائے اور کہا: آپ کا کام ہو گیا ہے۔ بھٹی میں جب لوہا گرم کیا جاتا ہے تو پھر اس کو ہتھوڑے پڑتے ہیں تب جا کر اس کی شکل نکھرتی ہے، اس لیے یہ سب برداشت کرو۔

ھو ھو دیاں ضرباں لائی جاؤ   جیویں مَنْ دَا ہے یار منائی جاؤ

بس منہ سے نہ بولو۔ پہلے تھپڑ کھایا، دو چار دن بعد دھکے کھائے، میں نے کہا:

؎ دھکے، مکے کھائی جاؤ، در نہ چھوڑو، لڑ نہ چھوڑو

اس لیے دوستو اس دنیا میں دھکے دینے والے، تھپڑ مارنے والے بہت ہیں۔ یہی شیطان ہیں، جو مرشد سے گمراہ کرے، مرشد کے خلاف بات کرے، سمجھ لو یہ شیطان ہے۔ مرشد کے خلاف بات سننے والا بھی شیطان ہے اِس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اپنے اندر ایسا عشق پیدا کرو۔

یہ دربار ایسا ہے یہاں غوث پاک کا فیض جاری ہے۔ ہم سبّن شریف کے رہنے والے ہیں، مرشد لعل حسین شاہ سرکار کا ہمیں فیض ہے، یہ سارا سلسلہ بغداد شریف سے چلا ہے۔ یہی بات ہوتی ہے جس کی نسبت کسی ولی کامل سے ہو تو اس کا بیڑا پار ہی ہوتا ہے۔ اس لیے آپ لوگوں کو بھی دھکے مارنے والے، مکے مارنے والے اور چھلکے مارنے والے بہت ہیں، میں معنوی دھکوں، مکوں اور چھلکوں کی بات کر رہا ہوں۔ جو بھی مرشد کے خلاف بات کرے تو سمجھ جاؤ کہ یہ شیطان ہے۔ شیطان کا کام سیدھے راستے سے ہٹانا اور مرشد سے متنفّر کرنا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دربار میں آنے والوں کو دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازے، کبھی مایوس نہ ہوا کرو بس اپنے عشق کو مضبوط کیا کرو۔

وعظ–۲

ذکر الٰہی

معزز سامعین و حاضرین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہر جمعے کی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے، اللہ کا احسان ہے کہ ہم سب اکھٹے بیٹھے ہیں اور یہ لمحات اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں گزر رہے ہیں۔ دوستانِ محفل! جس مجلس میں بیٹھو اُس کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ ذکر شریف کا ایک مقصد ہے، اگر وہ سمجھ آ جائے تو پھر بندہ اپنی عمر ذکر میں ہی گزارتا ہے۔ آج کل میرا موضوع ''لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ" کلمہ شریف کی فضیلت اور اس کی شان کے حوالے سے چل رہا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں۔ یادِ الٰہی کا سب سے اعلیٰ درجہ محبتِ الٰہی، تصورِ الٰہی، ذکرِ مولیٰ یا الفتِ مولیٰ جو بھی کہہ لو؛ یعنی ہر دم بندے کے دل میں اللہ کا دھیان ہی رہے۔ یہ ذکر الٰہی کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، یہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ درجہ صرف صوفیا، اولیا اور ذاکرین کو حاصل ہوا؛ یعنی ان کا ہر لمحہ اللہ کی محبت، اس کی اطاعت اور یاد میں گزرتا ہے، یہی ذکر کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ جن لوگوں کو یہ محبت حاصل ہو جائے تو ان کا دھیان ہر وقت اللہ کی طرف لگا رہتا ہے۔

اسی درجے کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے، اللہ کے بندوں میں سے بعض لوگ ان چیزوں سے اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں؛ مثلا اللہ کی اطاعت کرنا، اپنے فرائض کو ادا کرنا، احکام میں کوتاہی نہ برتنا، مثلاً فرض نمازیں باجماعت پڑھنا وغیرہ۔ سب سے پہلے اللہ کا محبوب بندہ ان فرائض کی بجا آوری میں لگا رہتا ہے جو اللہ نے اس پر فرض کیے۔ اِس کے بعد وہ بندہ آگے بڑھتے ہوئے نوافل یعنی زائد عبادت سے اُس کا قرب چاہتا ہے۔ اُس کے دن رات یاد الٰہی اور محبت الٰہی میں گزرتے ہیں۔ ان لوگوں کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رہتی ہیں۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھو۔ یہ لوگ راتوں کو اٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾ (الفرقان: ٦٤) اور جب ان لوگوں کو اللہ کا قرب حاصل ہو جائے تو اللہ فرماتا ہے: "جب میرا بندہ نوافل سے میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے تو میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کی سماعت ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگ ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔" (صحیح البخاری) اس سے پتا چلا کہ جسے اللہ کا ذکر اور محبت الٰہی حاصل ہو جائے تو اُس کا دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا پھرنا، ہر قول اور ہر عمل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ بہت عظیم اور اعلیٰ درجہ ہے جو ہر کسی کو

حاصل نہیں ہوتا۔ اور جسے یہ حاصل ہو جائے تو اس کا براہ راست اللہ تعالی سے تعلق اور واسطہ ہو جاتا ہے۔ لوگ اللہ والوں کے پاس دعا کے لیے اسی لیے آتے ہیں کہ ان کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اگر یہ لوگ اپنی زبان سے ہماری خواہش کی تکمیل یا پریشانی کے دور ہونے کا کہہ دیں تو اللہ کی زبان ہونے کے ناطے ہماری مشکل دور ہو جاتی ہے۔ یہ جس کے لیے دعا کرتے ہیں اللہ قبول کرتا ہے۔ ان کے دم میں شفا ہے اور اِن کے دیکھنے سے بندے کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ کہتے ہیں:

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی　　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یہ لوگ جس حال میں بھی ہوں بس اللہ کو یاد کرتے ہیں، ان کی زبان پر دوسری بات نہیں آتی، اللہ خود ان کی مدد فرماتا ہے۔

ابو ہمزہ خراسانی کا واقعہ

آپ اپنا حج کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس دور میں حج کے لیے پیدل یا قافلوں کی شکل میں جانا ہوتا تھا، راستے میں جنگل بھی ہوتے تھے۔ کہتے ہیں: میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اچانک سامنے ایک پرانا کنواں آگیا۔ میں اپنے دھیان، یادِ الٰہی اور حج کی لگن میں چل رہا تھا کہ میں اس کنویں میں گر گیا۔ کہتے ہیں: اِس گرنے سے مجھے کچھ نہ ہوا لیکن بڑی مشکل بن گئی کہ میں حج کو جا رہا تھا یہ کہاں پھنس گیا۔ اب شور کروں تو کوئی فائدہ نہیں۔ پھر خیال آیا کہ تو ذکر الٰہی جو کر رہا ہے تو اللہ کو ہی یاد کر جو سب سے قریب ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (ق:۱۶)اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی قریب ہیں۔ تو اس شاہ رگ سے قریب والے کو پکار۔ کہتے ہیں: میں نے ذکر الٰہی شروع کر دیا کہ اب اللہ ہی کچھ سبب بنائے گا۔ میں ذکر میں مشغول تھا، کیا دیکھتا ہوں کنویں کے اوپر دو بندے آگئے ہیں۔ وہ آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ یہ کنواں بڑی غلط جگہ ہے، یہ غیر آباد کنواں ہے۔ کوئی مسافر نہ گر جائے اس کنویں کو بند کر دینا چاہیے۔ وہ کچھ دیر مشورہ

کرتے رہے پھر چلے گئے اور لکڑیاں لے آئے، اس کے بعد انہوں نے کنواں بند کرنا شروع کر دیا۔ وہ فرماتے ہیں: میں بہت پریشان ہوا کہ میں اندر کنویں میں ہوں اور یہ اسے بند کر رہے ہیں۔ میں خاموش رہا اور دوبارہ اللہ کی یاد میں گم ہو گیا۔ اب انسان ہونے کی حیثیت سے پریشانی بھی ہے لیکن اللہ کے ولیوں کی پریشانی آزمائش ہوتی ہے بشرطیکہ اللہ اور مرشد کے ساتھ تعلق مضبوط ہو۔ جس کا تعلق مرشد سے مضبوط ہے اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

میاں محمد صاحب فرماتے ہیں:

تیری اوٹ پناہ خُدایا، ہور نہیں کُجھ سُجھدا
جس دیوے نوں آپوں بالیں، کد کِسے تھیں بُجھدا

بس خیال آرہا تھا کہ اللہ جو شاہ رگ سے بھی قریب ہے وہ تو سن رہا ہے، اب اور کسی کو کیا سناؤں۔ کچھ دیر ذکر الٰہی میں بیٹھے تو محسوس ہوا کہ اوپر کوئی چیز لکڑی کو کرید رہی ہے، کہتے ہیں: جب میں نے غور کیا تو مجھے کسی جانور کا پاؤں لگا۔ وہ پاؤں حرکت کر رہا تھا اور گویا مجھے کہہ رہا تھا کہ میرا پاؤں پکڑ۔ فرماتے ہیں: اتنی بلندی سے مجھے محسوس نہیں ہوا کہ کس طرح میں نے اُس کا پاؤں پکڑ لیا۔ اس نے کھینچا اور میں کنویں سے باہر نکل آیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ شیر جس نے مجھے باہر نکالا۔ اُس نے مجھے سلام کیا اور واپس جنگل کی طرف چلا گیا۔ میں بڑا حیران ہوا، یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابو ہمزہ! تو نے ہمیں یاد کیا، تو ہم نے تجھے ایک موت سے نکال کر دوسری موت کے ذریعے نجات دی۔ ایک موت تو وہ کنواں تھا جس میں تو گر گیا اور دوسری موت وہ درندہ تھا جس نے تجھے زندگی بخشی۔ کنواں بھی موت ہے اور شیر بھی موت ہے۔

حضرت جنید بغدادی کا واقعہ

ہر انسان اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا، صرف وہ لوگ اس مقام پر پہنچتے ہیں جنہوں نے سچے دل سے رب کی اور رب کے کسی محبوب کی غلامی کی۔ مرشد کی غلامی کے بغیر کوئی

اللہ کے قریب نہیں ہو سکتا۔ ایک واقعہ سناتے ہیں: حضرت جنید بغدادی اپنے دور کے بڑے مشہور ولی اللہ گزرے ہیں، آپ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ دریا پر مصلہ بچھا کر پار ہو جاتے تھے۔ میں نے کتابوں میں بھی یہ پڑھا ہے اور اہل علم سے بھی سنا ہے کہ آپ کے ۸۴ کامل خلیفہ ہوئے۔ حضرت مولانا شبلی بھی آپ کے خلفا میں سے ہیں، اسی طرح حضرت داتا گنج بخش لاہور والے بھی آپ کے خلفا کے خلفا میں سے ہیں، دو تین پشتیں ہیں۔ حضور شہنشاہِ بغداد غوث پاک بھی آپ کے خلفا کے خلفا میں سے ہیں۔ ایک دن آپ دریا پار کرنے لگے تو ایک شخص کہنے لگا: مجھے بھی پار لے جاؤ۔ آپ نے کہا: میرے مصلے پر کھڑا ہو جا اور یا جنید، یا جنید کہتا جا۔ وہ مصلے پر ساتھ کھڑا ہو گیا، جب مصلہ چلا تو اُس نے یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ کا ورد شروع کر دیا، شیطان نے اُس کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ خود تو اللہ اللہ کر رہے ہیں اور تجھے یا جنید یا جنید کرنے کا کہتا ہے۔ اللہ تیرا بھی اتنا ہی ہے جتنا ان کا ہے تو بھی اللہ اللہ کر۔ یہ خیال آیا تو اس نے بھی اللہ اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ جب اُس نے اللہ اللہ کی تو مصلہ ڈولنا شروع ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہا ہے۔ وہ بولا: آپ اللہ اللہ کر رہے ہیں تو میں بھی اللہ اللہ کر رہا ہوں۔ آپ نے کہا: میری تو اللہ تک پہنچ ہے جبکہ تیری پہنچ تو جنید تک بھی نہیں۔ میں نے تجھے یا جنید اس لیے پڑھنے کو کہا کہ پہلے تو جنید جیسا عشق، جنید جیسی محبت جنید جیسی رسائی پیدا کر تب جا کر تیری اس تک پہنچ ہو گی۔ یہ اعلی درجے کا عشق الٰہی ہے کہ جنہیں حاصل ہو جائے ان کے مصلے پانی پر بھی چل پڑتے ہیں۔

آپ سب کے علم میں ہے کہ میرے مرشد پاک نے بھی سمندر پر مصلہ بچھایا ہے۔ اُس نے یا جنید یا جنید کہا تو مصلہ پار چلا گیا، جنید کی غلامی اختیار کی تو بیڑا پار ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ پار جانا ہے تو کسی اللہ والے کی غلامی اختیار کرنی پڑے گی، مرشد نظر کرے تو بیڑا پار ہوتا ہے، وگرنہ بہت مشکل ہے۔

اللہ والوں کے دل میں اللہ کے سوا کسی شے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی، جنہیں مرشد رب سے ملا دے ان کے دل میں پھر اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں:

ھُو ھُو دیاں ضرباں لائی جا جینوے مندا اے یار منائی جا

اگر کوئی بغیر اجازت کے ضربیں لگائے تو کچھ نہیں ہوتا، لیکن اگر مرشد ایک ضرب لگا دے تو تقدیر سنور جاتی ہے۔ ایک دفعہ بابا فرید سفر میں تھے کہ کسی جگہ تھک کر بیٹھ گئے، وہاں سے کچھ طالب علموں کا گزر ہوا، باباجی نے کہا: مجھے پانی پلا دو، پیاس لگی ہے۔ انہوں نے کہا: بابا پانی کڑوا ہے۔ جب استاد صاحب نے پوچھا تو وہ بولے: باباجی پانی مانگ رہے تھے لیکن ہم نے بتایا کہ پانی کڑوا ہے۔ استاد صاحب نے کہا: باباجی کو مناؤ۔ وہ واپس گئے اور باباجی نے پھونک ماری تو وہی پانی میٹھا ہو گیا۔ استاد صاحب نے پوچھا کہ باباجی نے پانی پینے سے پہلے کیا پڑھا تھا۔ فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی تھی۔ بعد میں استاد صاحب نے بہت پھونکیں ماریں لیکن پانی میٹھا نہ ہوا۔ یہ باباجی کی پھونک اللہ کی پھونک تھی، اللہ فرماتا ہے اس کا بولنا میرا بولنا ہے۔ یہ اللہ والے جو پھونکیں مارتے ہیں دم کرتے ہیں تو اس میں اثر اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی زبان ذکر الٰہی سے تر ہوتی ہے۔

اللہ کے عاشق

اللہ والوں کو بہت سی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک روز جنابِ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: یارب العالمین! کیا کوئی تجھے مجھ سے بڑھ کر محبت کرنے والا بھی ہے؟ فرمایا: ہاں ہمارا ایک عاشق ہے، اگر اس سے ملنا ہے تو آپ فلاں جنگل میں فلاں جگہ چلے جائیں۔ یہ جو بزرگ دوسرے بزرگوں کا پتا دیتے ہیں تو یہ بھی سنتِ الٰہی ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب بندوں کے پتے بتاتا رہا ہے۔ جب آپ اس جگہ گئے تو دیکھا کہ اللہ کا ایک عاشق بیٹھا ہے اور سوکھ کے تیلا ہو گیا ہے۔ پوچھا: کب سے بیٹھے ہو؟ وہ بولا: اتنی مدت ہو گئی ہے کہ اب یاد بھی نہیں۔ پوچھا: کیا آپ کے دل میں کوئی خواہش ہے؟ وہ بولا: میرے دل میں دو خواہشیں پیدا ہوئی تھیں: ایک بڑی مدت ہو گئی ہے ٹھنڈا پانی نہیں پیا، لہذا ٹھنڈا پانی پینے کا دل کرتا ہے۔ اور دوسری خواہش یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کروں،

آپ بولے: میں ہی موسی ہوں تو وہ بہت خوش ہوا کہ یہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا اس بندے کو پانی پلاتے ہیں لہذا وہ پانی کی تلاش میں نکل پڑے۔ جب پانی لے کر واپس آئے تو دیکھا کہ شیر اللہ کے اس بندے کو چیر پھاڑ کر کھا رہا ہے۔ بڑے حیران پریشان ہوئے، یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اللہ تعالی سے ہم کلام ہوئے، یا اللہ تیرا کہنا تھا کہ یہ تیرا عاشق ہے اور تو نے ہی مجھے اس کا پتا دیا، اب یہ کیا بات ہے؟ اللہ نے فرمایا: یہ عاشق ہمارا ہی تھا چلو اگر کوئی خواہش آئی بھی تھی تو مجھ سے کہتا، ہم یہاں پانی کی نہریں بہا دیتے۔ لیکن جب اس نے تجھ سے ان خواہشات کا اظہار کیا تو پھر میرا عاشق نہ رہا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے اپنی خواہشات کا اظہار بھی غیر اللہ سے نہیں کرتے۔

ایک واقعہ

شاہ رکن الدین ملتانی کے دادا شاہ بہاء الدین ملتانی کی بارگاہ میں ایک بی بی آئی، عرض کرنے لگی: حضور میری اولاد نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: تیری تقدیر میں اولاد نہیں۔ باہر آپ کھیل رہے تھے، جب وہ جانے لگی تو اُس سے پوچھنے لگے: کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ تیری تقدیر میں اولاد نہیں۔ آپ فرمانے لگے: ان سے جا کر کہو: اگر تقدیر میں اولاد ہوتی تو آپ کے پاس کس لیے حاضر ہوتی؟ آپ کے پاس آنے کا مقصد یہی ہے کہ میری تقدیر میں اولاد نہیں ہے۔ کہتے ہیں:

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
ولیاں نوں رب قوت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

جنہیں اللہ تعالی یہ شان عطا فرما دے پھر ان کی زبان سے جو نکلے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ مردے زندہ ہو جاتے ہیں، بیمار شفا پاتے ہیں، بے اولادوں کو اولاد نصیب ہوتی ہے، سزائے موت کے قیدی بری ہو جاتے ہیں۔ یہ ولیوں کی شان ہے اس لیے اولیا اللہ کے پاس آیا جایا کرو، فائدہ ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنے اکثر معاملات میں اللہ کے حکم سے نہیں ہٹتے، ہمیشہ

اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں لیکن جب جوش میں آ جائیں تو اللہ بھی ان کی مان لیتا ہے کیونکہ اللہ نے خود یہ فرمایا ہے کہ اُن کا بولنا میرا بولنا ہے۔ جس وقت ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں تو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کام کتنا مشکل ہے، کتنے ظاہری مراحل درکار ہیں، یہ کس درجے کا بیمار ہے۔ ڈاکٹر حکیم تو ہر طرح کے ٹسٹ کرنے کے بعد ہی بیماری کو جان پاتے ہیں لیکن اگر کوئی اللہ والا بول پڑے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کتنے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ جناب غوث پاک نے اشارہ کیا تو ڈوبی کشتی تَر گئی، آپ نے یہ تو نہیں سوچا کہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے کشتی گل گئی ہو گی، مچھلیاں مردے کھا چکی ہوں گی۔ انہوں نے تو ایک اشارہ کیا اور وہ ساری کائنات دوبارہ سے تیار ہو کر سامنے آ گئی۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا واقعہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا واقعہ ہے آپ اس وقت تک بیعت نہیں ہوئے تھے اور تلاش مرشد میں مسافر تھے۔ چلتے چلتے آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی بارگاہ میں اجمیر پہنچ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خواجہ صاحب ایک سوکھے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ بابا فرید صاحب کو خیال آیا کہ معین الدین چشتی اگر درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں تو وہ درخت سوکھا رہ ہی نہیں سکتا۔ آپ نے توجہ کی تو وہ درخت ہرا ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے توجہ دی تو درخت دوبارہ سوکھ گیا۔ آپ نے پھر توجہ سے ہرا کر دیا، خواجہ صاحب نے دوبارہ سے سوکھا دیا۔ پھر ہرا ہو گیا اور جب تیسری مرتبہ خواجہ صاحب کی توجہ سے درخت سوکھ گیا، کہنے لگے: بابا فرید یہاں فقیری دکھانے آیا ہے یا غلامی کرنے؟ فقیری دکھانی تھی تو اُدھر ہی رہتا ہمارے سامنے یہ سب کرنے کا کیا فائدہ؟ بات یہ ہے کہ چاہے مرید بابا فرید جیسا ہی ہو مرشد مرشد ہی ہوتا ہے۔ آپ نے کہا: دہلی میں خواجہ بختیار کاکی کے پاس چلے جاؤ آپ کا فیض اور حصہ ان کے پاس ہے۔

خواجہ بختیار کاکی خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ اور مرید تھے۔ خواجہ بختیار کاکی

نے آپ کو بیعت کیا اور یہ ڈیوٹی لگا دی کہ وضو کروایا کرو، وضو کا پانی لایا کرو۔ سردیوں کے دن تھے اور پانی سخت ٹھنڈا تھا، آپ کے پاس پانی گرم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ باہر نکلے تو دیکھا ایک جگہ آگ جل رہی ہے۔ ایک بی بی بیٹھی تھی، وہ بھی اللہ والی تھیں، یہ منزلیں ہوتی ہیں۔ آپ نے کہا: مجھے آگ چاہیے۔ وہ بولی: آگ ویسے نہیں ملنی پہلے آنکھ دے۔ آپ نے کہا: مرشد کے لیے پانی لے کر جانا ہے تو آنکھ لے لے۔ آنکھ نکلوا دی اور آگ لے کر گئے، خواجہ بختیار کاکی نے وضو کیا۔ صبح دیکھا تو آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی تھی، پوچھا کیا ہوا ہے؟ بولے: "اکھ آئی ہے"، ان علاقوں میں جب آنکھ دکھ رہی ہو تو آئی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "لا پٹی اکھ سوائی ہے"۔ جب پٹی اتاری تو آنکھ بڑی اور نظر بھی تیز۔ یہ ہے ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ اے فرید تو نے میرے دوست کو گرم پانی سے وضو کروانے کے لیے آنکھ کی قربانی دی تو ہم نے تیری آنکھ پہلے سے بھی بڑی اور روشن کر کے تجھے لوٹا دی۔ اب بابا فرید صاحب کی جتنی اولاد ہے میں نے سفر پاک پتن میں اِس کا مشاہدہ بھی کیا ہے کہ ان کی یہی نشانی ہے، ایک آنکھ بڑی ہوتی ہے اور ایک چھوٹی۔ یہ بابا فرید کی نشانی ہے۔

کہتے ہیں ولی کے پاس قوت نہیں۔ ولی والی طاقت حاصل کرنے کے لیے عشق اور محبت چاہیے۔ ہر کسی میں وہ عشق و محبت وہ استعداد نہیں ہوتی کہ کچھ حاصل کرے۔ جن لوگوں نے اللہ کو راضی کیا تو اللہ نے انہیں ایسی کرامات سے نوازا کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔

سائیں کریم بخش کا واقعہ

ایک واقعہ یاد آرہا ہے کچھ دن پہلے مجھے ایک بندے نے سنایا ہے۔ چراہ[1] میں ایک سائیں کریم بخش ہوئے ہیں جو عرف عام میں سائیں کریمو کے نام سے مشہور ہوئے۔ پنج گرائیں والے سائیں دولت سائیں کریمو کے مرید تھے۔ دونوں پیر مرید پھرتے رہتے تھے۔

[1] چراہ اور پنج گراں اسلام آباد کے مشہور گاؤں ہیں جو لہتراڑ روڈ پر واقع ہیں۔

ایک دفعہ ایک جگہ سے گزر رہے تھے آگے نالا تھا۔ سائیں کریم بخش نے اپنے مرید سے کہا: اس نالے میں چھلانک لگا دو۔ جب انہوں نے چھلانگ لگائی تو ان کے پیچھے ان کے پیر صاحب نے بھی چھلانگ لگا دی۔ جب باہر نکلے تو سائیں دولت نے پکارنا شروع کر دیا: یہی خدا ہے، یہی خدا ہے، یہی خدا ہے۔[1] ان کے ہاتھ میں ایک چمٹا تھا، سائیں کریم بخش نے بہت کہا: بھائی چپ کر۔ جب سائیں دولت سے پوچھا گیا: ہوا کیا ہے؟ وہ بولے: چھلانگ تو ہم نے پانی میں ماری لیکن دیکھتے کیا ہیں کہ نیچے نبی پاک ﷺ کا دربار لگا ہے ہم ادھر جا پہنچے۔ دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کھانا تناول فرما رہے ہیں اور آپؐ کے ساتھ امام حسن، امام حسین اور کچھ صحابہ کرام بیٹھے ہیں۔ وہاں میرے ہاتھ پانی کا ایک گلاس لگا، جب میں نے وہ پیا تو میں اس عالم سے باہر نکل آیا۔ سو پانی کے اوپر ایک عالم اور پانی کے نیچے دوسرا عالم۔ میں سمجھ گیا کہ یہ رب (کا پیامبر) ہے جو مجھے رسول کی بارگاہ میں لے آیا۔ بس پھر وہ ساری عمر یہی کہتے رہے اور کہتے کہتے سوکھ کر تیلا ہو گئے، جس طرح بابا لعل شاہ سوراسی[2] والے۔ جس پر مرشد ہاتھ رکھ دے اس کے لیے فاصلے بے معنی ہو جاتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی حج کا واقعہ بیان کرتے ہیں، میں نے حج کی تیاری کی اور اونٹنی پر بیٹھا لیکن میری اونٹنی کعبے کی سمت چھوڑ کر روم کی طرف چلنے لگی۔ میں نے بڑی کوشش کی لیکن اونٹنی اس طرف رخ ہی نہ کرے۔ بولے: میں نے سوچا ضرور اس میں کوئی راز ہے، میں نے اسے بے مہار چھوڑ دیا۔ روم کی طرف چلتی چلتی کچھ منزلیں آگے گئی تو ایک شہر آگیا، شہر کے لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہا: کیا آپ کوئی حکیم ہیں؟ وہ بولے: میں حکیم تو نہیں البتہ ایک حکیم کا غلام ہوں۔ وہ بولے: ہمارے بادشاہ کو کسی حکیم کی تلاش تھی آپ

---

[1] یہ حالتِ جذب کی کیفیت تھی کہ ان کو رب کا جمال نبی پاک ﷺ، امام حسن اور امام حسین کی صورت میں نظر آیا۔

[2] پترائٹہ مری کے قریب ایک گاؤں کا نام سوراسی ہے۔

بزرگ لگتے ہیں تو چلیں بادشاہ کے پاس۔ بادشاہ نے بتایا کہ میری ایک بیٹی ہے لیکن وہ پاگل ہے، اسے جنون ہے وہ آپے سے باہر ہو جاتی ہے اور خود پر اس کا کنٹرول نہیں رہتا۔ ہمیں ایک عرصے سے حکیم کی ضرورت تھی کیا آپ اس کا علاج کر سکتے ہیں؟ آپ بولے: میں اس کا علاج جانتا ہوں۔ آپ کو پتا تھا کہ جو اونٹنی مجھے یہاں لے کر آئی ہے تو یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ بادشاہ نے کہا: میری ایک شرط ہے۔ بڑے بڑے آئے ہیں لیکن اس کا علاج نہیں کر سکے۔ اب ہم نے سوچا ہے کہ جو علاج کا دعوی کرے اور علاج نہ کر سکے تو اسے کچھ سزا بھی ملنی چاہیے۔ وہ بولے: ہمیں اس دنیا کی سزاؤں سے کیا ہماری سزا اور جزا کا اختیار ہمارے رب کے پاس ہے۔ جب بادشاہ نے آپ کو وہ لڑکی دکھائی تو اس نے بہت شور وغل مچایا۔ جب آپ اس کے کمرے میں گئے تو اسے پہلے سلام کیا، اس نے جواب میں کہا: یا جنید! آپ پہنچ گئے؟ آپ بڑے حیران ہوئے اور پوچھا: تو تو ایک مجنون اور دیوانی ہے تجھے میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ وہ بولی: جس رب نے آپ کی اونٹنی کو ستر مرتبہ ادھر موڑا ہے اس نے مجھے آپ کا نام بھی بتایا ہے۔ بولے: تو تو ولیہ کاملہ ہے پھر یہ ماجرا کیا ہے؟ وہ بولی: یہ سب غیر مسلم ہیں، انہیں میری پہچان نہیں اس لیے میں انہیں اپنے قریب نہیں آنے دیتی۔ آپ نے پوچھا: تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ وہ بولی: ایک رات میں چھت پر اندھیرے میں لیٹی تھی کہ مجھے کان میں یہ آواز آئی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ کہتی ہے: جب میں نے یہ دو نام سنے تو میرے دل میں ان دو ناموں کا عشق پیدا ہو گیا۔ میرے اندر عشق نے ایسی آگ لگائی کہ میں اپنا آپ بھول گئی اور میرے دل میں ایک اللہ اور دوسرا محمد یہ دو لفظ رچ بس گئے۔ آپ پہنچ آئے ہیں تو اب میرا وقت بھی کم رہ گیا ہے، میری زندگی آخری لمحات میں ہے۔ میں نے کچھ دن پہلے اللہ کی بارگاہ میں یہ عرض کی تھی کہ اے اللہ مجھے مرنے سے پہلے اپنے کسی کامل ولی کی زیارت کروا، اور میں جس کے سامنے کلمہ پڑھ کر مکمل ایمان کی حالت میں دنیا سے جاؤں۔ وہ بولے: میں تو حج کے لیے جا رہا تھا، مجھے یہاں لانے والا کوئی اور ہے۔ جنہیں عشق ہو جائے ان کے لیے پھر

فاصلے مٹ جاتے ہیں۔ یہ ذکر الٰہی کے اعلیٰ ترین درجات کے واقعات ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے جب اپنے دل میں اللہ کی یاد کو بسایا تو پھر کوئی اور شے اس دل میں داخل نہ ہو سکی۔

شایان شان تحفہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بنے تو آپ کے بچپن کا ایک دوست آپ سے ملاقات کو حاضر ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے از راہِ محبت پوچھا: تو میرے پاس تو آیا ہے لیکن جب کوئی کسی سے ملنے جاتا ہے تو تحفہ لے کر جاتا ہے۔ بتا میرے لیے کیا تحفہ لایا ہے؟ وہ بولا: حضور مجھے آپ کے شایان شان کوئی تحفہ نظر نہیں آیا، میں آپ کے لیے آپ کو ہی تحفتاً پیش کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کس طرح؟ اس نے جیب میں سے ایک آئینہ نکالا اور آپ کو پیش کیا۔ جب آپ نے آئینہ میں اپنی صورت کو دیکھا، تو وہ بولا: آپ کے لیے آپ ہی تحفہ ہیں۔ اس لیے روزِ محشر یا روزِ وفات اللہ فرمائے گا: اے بندے! میرے لیے کیا تحفہ لے کر آیا ہے؟ اب اللہ کی شان کے مطابق تو ہمارے پاس کوئی تحفہ نہیں، لیکن اللہ فرماتا ہے ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعرا:۸۸) جس روز نہ مال نفع دے گا نہ اولاد مگر جو قلبِ سلیم لے کر آئے۔ یعنی اللہ اپنے نام اپنے ذکر کا تحفہ ہی پسند کرے گا، اور ہم اللہ کے لیے کیا لے کر جا سکتے ہیں!۔ (۲ ستمبر ۲۰۱۶)

وعظ–۳

ذکر کے طریقے

مرشد فرماتے ہیں: پچھلے کئی جمعوں سے میں ذکر کے فضائل پر بات کر رہا ہوں۔ میرا آج کا موضوع ذکر کے طریقوں کے حوالے سے ہے۔ ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مجلس

میں بیٹھ کر ذکر کرنا ہی یاد الٰہی کا طریقہ ہے، لیکن یاد الٰہی کو اپنے عمل میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سے مواقع دیئے ہیں۔ حضرت بشر حافی مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کسی غرض سے جارہے تھے کہ آپ نے زمین پر ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا دیکھا جس پر لکھا تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم"۔ لوگ گزر رہے تھے اور یہ ٹکڑا پیروں میں روندا جارہا تھا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو آپ نے اِس کاغذ کو اٹھایا اور جب دیکھا کہ اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہے تو عرض کی: اے مولی! تو اتنا عظیم مالک اور خالق ہے اور یہاں تیرا نام مٹی میں روندا جارہا ہے۔ آپ نے اس کاغذ کو صاف کیا اور اِس پر خوشبو لگا کر اپنے سر کے عمامے میں باندھ لیا تاکہ اسے کسی مناسب جگہ دفن کر سکیں۔ جب آپ نے ایسا کیا تو رات خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا، اللہ تعالیٰ فرمارہا تھا: اے بشر! تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی اسے پاک صاف کر کے خوشبو لگائی اور اِسے اپنے عمامے میں رکھا، ہم تیرے نام کی خوشبو آسمانوں تک پھیلا دیں گے۔ فرمایا: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾

بشر حافی ایسے ولی کامل تھے کہ ہر چیز ان کا ادب اور احترام کرتی تھی، حتیٰ کہ وہ جس شہر میں رہتے جانور اس محلے اور گلی میں پیشاب نہیں کرتے تھے، جانور بھی آپ کی تعظیم کرتے۔ آپ نے اللہ کے نام کی تعظیم کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بخشش کر کے اپنے قرب سے نوازا۔ یہ بھی یادِ الٰہی کا ایک طریقہ ہے، دوستو! ادب کا خاص خیال رکھنا چاہیے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ مقدس اوراق زمین پر پڑے ہوتے ہیں، اگر کوئی انہیں اٹھالیتا ہے تو یہ بھی اس کی بخشش کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

یاد الٰہی کا مقصد اپنی بخشش کروانا ہے۔ اس کی مثال دنیا کے امتحان کی سی ہے، جب ہم سکول کالج میں پڑھتے ہیں اور امتحان آتے ہیں تو ہماری یہی خواہش ہوتی ہے کہ بس کسی طرح پاس ہو جائیں۔ جو پاس ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں بہت سے مواقع دیئے ہیں کہ ہم کسی بھی موقع کو استعمال میں لا کر پاس ہو جائیں۔ دیکھیں ہم پر اللہ کا کتنا انعام ہے کہ وہ ہماری بخشش کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ ہمیں بھی

چاہیے کہ ان مواقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ جو اللہ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے اللہ اس کو اپنا دوست بنالیتا ہے، پھر جب وہ انہیں شرفِ دوستی بخشتا ہے تو ان لوگوں کو دوسرے لوگوں کے لیے رہنمائی کا مینار بناتا ہے کہ عوام ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ بندہ جس طرح رب کو یاد کرتا ہے رب تعالیٰ بھی اسی مناسبت سے اس بندے پر رحمت اور انعام کرتا ہے اور اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہے۔ یہ ہے ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾

بنی اسرائیل کی ایک عورت کا واقعہ

بعض روایات میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کا تذکرہ آیا ہے۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنا چھوٹا بچہ اٹھائے جنگل میں جا رہی تھی کہ اچانک بھیڑیا آیا اور اس پر حملہ آور ہوا، وہ بھیڑیا اس کا بچہ اٹھا کر لے گیا۔ وہ عورت بہت روئی پیٹی لیکن اس کا بس نہ چلا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھتی ہے کہ ایک شخص اسی کا بچہ اٹھائے آ رہا ہے اور اس نے بچہ اس کو واپس کر دیا۔ وہ کہنے لگا: اے بی بی! آج صبح کھانا کھاتے ہوئے جب فقیر نے تجھ سے سوال کیا تو تیرے پاس اور کچھ نہ تھا، سو تو نے اپنی روٹی کا ایک لقمہ فقیر کو دے دیا تھا، اپنے منہ کا نوالہ تو نے فقیر کو دے دیا تو ہم نے بھیڑیے کے منہ کا نوالہ تیرا بچہ تجھے دے دیا۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مشکل وقت میں ان کو اس طرح یاد رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بھی یاد الٰہی کا ایک طریقہ ہے اگر کوئی کسی کو کھانا کھلا دے، کسی کی مہمان نوازی کرے یا کسی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر کے اسے یاد کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں دیا ہوا ایک لقمہ بھی یاد الٰہی کا ذریعہ ہے۔ دیکھو ایک شخص نے کاغذ کا ٹکڑا اٹھا کر چوما اُس کی بخشش ہو گئی، دوسری بی بی نے ایک لقمہ فقیر کو دیا تو اس کا بچہ بچ گیا۔ یہ اللہ کا یاد کرنا ہے۔ ہم اللہ کو کیسے یاد کرتے ہیں اور اللہ ہمیں کیسے یاد

کرتا ہے۔ ہم نے کاغذ کا ٹکڑا اٹھایا جس میں اللہ کا نام تھا یعنی ہم نے اللہ کو یاد کیا، اس عورت نے لقمہ فقیر کو دیا تو اللہ کی رضا کے لیے دیا یعنی اللہ کو یاد کیا، پھر اللہ نے اس کی مصیبت ٹال کر اُسے یاد کیا۔

اولیا اللہ کی شان کیوں بڑھ جاتی ہے، اسی لیے کہ وہ لنگر جاری کرتے ہیں۔ اگر ایک لقمے کی بدولت اس بچے کی جان بچ گئی تو جن اولیا اللہ کے لنگر جاری ہیں ان کی کیا شان ہو گی۔ اللہ ان کو دیتا ہے اور وہ اللہ کی راہ میں کھلاتے ہیں۔ صرف لنگر جاری کرنے والوں کے بچوں کی حفاظت نہیں ہوتی بلکہ آنے والے زائرین کے لیے جب دعا کرتے ہیں تو ان کی بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔ یہ سب لنگر کی برکت ہے، کھانے والے کھاتے ہیں تو کھانے سے بھی شفا ہوتی ہے۔

اِسی طرح کسی امت میں ایک شخص تھا وہ نماز کے لیے جا رہا تھا، دیکھتا ہے کہ عبادت گاہ کے دروازے پر اشرفیوں کی ایک تھیلی پڑی ہے۔ شیطان نے کہا: اس کو اٹھا لے، اس نے اس وسوسے پر توجہ نہ دی۔ جب واپس باہر نکلا تو وہ وہیں پڑی تھی اس نے پھر توجہ نہ دی۔ وہ ایک لکڑہارا تھا، اپنی مزدوری پر گیا، اور اچھی خاصی لکڑیاں جمع کر کے جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ وہ تھیلی لکڑیوں میں موجود ہے۔ بڑا حیران و پریشان ہوا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ آواز آئی: اے میرے بندے! تو نے آتے جاتے مجھے ترجیح دی اسے اہمیت نہ دی، مجھے یاد کیا تو میں نے اسی تھیلی کو تیرے گھٹڑی میں ڈال کر تجھے یاد کر لیا۔ آج کل ہم مسلمانوں نے عجیب رنگ ڈھنگ اپنا رکھے ہیں۔ حرم شریف میں جائیں تو جیبیں کٹ جاتی ہیں، مسجدوں میں سے موبائل، پرس اور جوتیاں چوری ہو جاتی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی چوروں اور ڈاکوؤں کو خوشحال دیکھا ہے؟

وعظ—۴

اہل ذکر کا بیان

اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر اپنی یاد کا موقع فراہم کیا۔ جان لو کہ آج کے اس پر فتن دور میں اللہ کی یاد کا کوئی موقع بھی ملے تو سمجھو کہ یہ اس کا احسانِ عظیم ہے۔ پچھلے جمعے ہم اہل ایمان اور اہل قرآن کی شان بیان کر رہے تھے کہ میدانِ محشر میں اہلِ ایمان اور اہلِ کفر ایک ہی زمین پر ہوں گے۔ اہلِ ایمان اور اہلِ قرآن انبیا و مرسلین کے ساتھ رب کے عرش کے سائے میں ہوں گے جبکہ اہل کفر اسی میدان میں گرمی اور دھوپ کی شدت برداشت کر رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اہل تفسیر نے اِس آیتِ مبارکہ کی لمبی تشریح بیان کی ہے۔ میں مثال دیتا ہوں کہ اب ہم سارے ہی ادھر اللہ کی یاد میں بیٹھے ہیں لیکن وہ ہمیں کیسے یاد کرتا ہے؟ اگر روزِ محشر سے اس کی مثال لی جائے تو اس شدید گرم دن جس کی گرمی کا کوئی اندازہ نہیں، جس کی گرمی میں اہل جہنم جل رہے ہوں گے وہ گرمی اہل ایمان اور اہل جنت پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ یہ ہے خدا کا یاد کرنا، ہم اُسے آسانی اور راحت میں یاد کرتے ہیں لیکن وہ ہمیں تکلیف اور تنگی میں یاد رکھتا ہے۔ اب اسی آیت کے ضمن میں قرآن پاک سے دو واقعات بیان کرتا ہوں انہیں سمجھنے کی کوشش کریں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم پر عذاب

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد جب رب کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب نازل کیا۔ سات راتیں اور آٹھ دن اتنی تیز ہوا چلی کہ مکان بنیادوں سے اکھڑ گئے اور درخت جڑوں سے، جانور ہوا میں اڑ اڑ کر دور جا گرے، حتیٰ کہ کوئی چیز ویسی نہ رہی جیسی پہلے تھی۔ یہ اتنا شدید عذاب تھا کہ اس کا تصور بھی محال ہے لیکن

اسی عذاب میں حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو کچھ نہ ہوا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو یہ حکم ہوا کہ آپ اہل ایمان کی جماعت کو لے کر ایک کھلے میدان میں چلے جائیں اور اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ لیں۔ یوں حصار بنانے اور دائرہ کھینچنے کی ابتدا حضرت ہود علیہ السلام سے ہوئی۔ جب آپ نے حصار بنایا تو حکم ہوا: خبردار اَب کوئی اِس حصار سے باہر نہ نکلے۔ اگر کوئی اس سے باہر آیا تو وہ اس طوفان میں ہلاک ہو جائے گا۔ اِس حصار میں بڑی حکمتیں ہیں۔ جنہوں نے مرشد کا دامن سچائی سے پکڑا وہ حصار میں آ گئے اور جس نے مرشد کا دامن چھوڑ دیا وہ حصار سے نکل کر طوفان کی زد میں آ گیا، یعنی گمراہ ہو گیا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (الاسرا: ۷۱) جس دن ہم لوگوں کو اُن کے امام کے نام سے پکاریں گے۔ دنیا میں جو کوئی کسی کی مجلس میں بیٹھا ہو گا قیامت میں اسی کی مجلس میں اٹھایا جائے گا۔ جو کوئی اس مجلس سے نکل کر کسی دوسری مجلس میں گیا تو قیامت والے دن وہ اسی مجلس والوں کے ساتھ ہو گا۔ اِس لیے مرشد کے بنائے حصار سے باہر مت نکلنا، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور شیطان تم پر آسانی سے غالب ہو جائے گا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے جب لوگوں کو دائرے کے اندر کر لیا اور اللہ کا عذاب شروع ہوا تو اِس دائرے سے باہر والوں کے لیے وہ عذاب تھا لیکن دائرے کے اندر والے اِس سے انجان تھے۔ وہ یہ سب تباہی اپنی آنکھوں سے تو دیکھ رہے تھے لیکن یہ عذاب محسوس نہیں کر رہے تھے کیونکہ وہ اللہ کی حفاظت میں تھے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ جن لوگوں نے مجھے یاد کیا وہ اس آندھی اور طوفان میں بھی امن سے رہے۔

حضرت موسی علیہ السلام کے واقعات

اِسی مناسبت سے حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کے متعدّد واقعات ہیں۔ عام لوگ تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا اور حضرت موسی اور ان کی قوم کے لیے دریا نے راستہ چھوڑ دیا اور وہ پار ہو گئے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت

موسی نے بارہا فرعون اور اس کی آل کو اللہ کی طرف بلایا لیکن انہوں نے نشانیاں دیکھ کر بھی وہی ہٹ دھرمی کی روش اختیار کیے رکھی۔

اگر اللہ دنیا میں کسی کو بادشاہت عطا کرتا ہے تو یہ دنیا ہمیشہ رہنے کا گھر نہیں، یہ تو آزمائش کی جا ہے۔ اگر اللہ والے کسی جگہ ۱۲ سال گزارتے ہیں تو وہ انہیں ۱۲ منٹ محسوس ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں: آتے ہوئے اذان ہوئی اور جاتے ہوئے نماز، بس اتنا وقت ہی ہم نے دنیا میں گزارا۔ بڑے بڑے بادشاہ یہاں آئے اور گئے اب کسی کو کیا خبر۔ میں نے سندھ میں مکلی قبرستان دیکھا ہے وہاں ہزار سال پرانی قبریں ہیں، وہ لوگ بھی اپنے وقت کے بادشاہ تھے، ان بادشاہوں نے اپنی زندگی میں کیا کیا بنایا ہوگا مگر آج ان کے مقبرے بھی کھنڈر بن کر رہ گئے ہیں۔

ہم حضرت موسی علیہ السلام کی طرف لوٹتے ہیں۔ جب آپ نے فرعون کو توحید کی دعوت دی تو اس نے سرکشی دکھائی، آپ کو جھٹلایا اور ستایا۔ آخر اللہ نے پانی کا عذاب نازل کیا۔ اللہ کا کرنا یوں تھا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے گھر پانی سے بھر گئے، سیلاب آ گیا، ہر طرف جل تھل ہو گیا، لیکن یہی پانی مومنین کے گھروں میں نہ گیا وہ بالکل خشک رہے۔ ان پر یہ عذاب سات دن تک جاری رہا۔ لہذا جنہوں نے رب کے رسول کا انکار کیا وہ ڈوب گئے، غرق ہوئے اور جنہوں نے رب کے رسول کو مانا وہ محفوظ رہے۔ آخر ساتویں روز فرعون نے توبہ کی تو وہ عذاب ٹلا۔ کچھ عرصہ وہ لوگ اپنی اس توبہ پر قائم رہے لیکن پھر دوبارہ سے سرکشی اختیار کی تو اللہ نے اس دفعہ انہیں ٹڈی کے عذاب سے آزمایا۔ کثیر تعداد میں ٹڈیاں وہاں آنکلیں اور انہوں نے چن چن کر کافروں کے کھیتوں اور فصلوں کو تباہ و برباد کر دیا جبکہ مومنین کے کھیت اور فصلیں برقرار رہیں کہ ان میں ایک ٹڈی بھی داخل نہ ہوئی۔ یہ عذاب بھی سات دن جاری رہا۔ انہوں نے پھر توبہ کی اور اللہ نے عذاب ٹال دیا۔ اسی طرح اللہ نے پے در پے ان پر عذاب نازل کیے، کبھی مینڈک کا عذاب کبھی دریائے نیل کے پانی کو خون میں تبدیل کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالی قرآن مجید کی

سورت الاعراف میں فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ (الاعراف: ۱۳۰) اور ہم نے آل فرعون کو قحط اور پھلوں کی کمی سے پکڑا کہ شاید انہیں نصیحت ہو۔ ﴿وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ﴾ (الاعراف: ۱۳۲-۱۳۶) وہ بولے تو ہم پر جو نشانی بھی لے کر آئے گا– جس سے تو ہم پر جادو کرتا ہے– لیکن ہم تجھ پر ایمان نہیں لانے والے۔ پھر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی، جوئیں یا چچڑ، مینڈک، خون سے واضح نشانیاں بھیجیں لیکن انہوں نے تکبر اختیار کیا اور وہ مجرموں کی قوم تھی۔ جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے اس عہد سے دعا کرو کہ اگر تونے ہم سے یہ عذاب اٹھا دیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے۔ لیکن جب ہم ایک مدت کے لیے – جس پر ان کو پہنچنا تھا– عذاب اٹھاتے تو وہ عہد توڑ ڈالتے۔ پھر ہم نے ان سے یوں انتقام لیا کہ انہیں پانی میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غافل تھے۔ اور کمزور سمجھے جانے والی قوم کو ہم نے زمین کی مشرق اور مغرب– کہ جس میں ہم نے برکت رکھی– کا وارث بنا دیا، اور بنی اسرائیل پر تیرے رب کا اچھا کلمہ پورا ہوا کہ انہوں نے صبر کیا، اور ہم نے اسے برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم والے بناتے اور چڑھاتے تھے۔

لہٰذا اے دوستو! غفلت میں مت پڑے رہو بلکہ ربّ کو یاد کرو، وہ متعال فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (الرعد:۲۸) جان لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی قلوب اطمینان پاتے ہیں۔ اسی طرح صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جب لوگ ہمارے پاس اپنی مشکلات اور پریشانیاں لے کر آتے ہیں تو ہم انہیں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ مرشد کے پاس حاضر ہونے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ آپ کے ایمان کو قوت ملتی رہے، اس کے بعد ہی استقامت ملتی ہے۔ اور استقامت ہی اللہ تک پہنچاتی ہے۔ یہ مت سمجھو کہ دنیا میں تکلیفیں صرف کافروں اور سرکشوں کو ہی برداشت کرنا پڑتی ہیں، بلکہ مومنین اور اہلِ ایمان کو بھی راہِ خدا میں سختی تنگی اور تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ جس طرح تنگی میں کافروں کی آزمائش ہوتی ہے اسی طرح سختی میں مومنین کی آزمائش بھی ہے کہ آیا یہ تنگی میں اپنے رب کو بھول تو نہیں جاتے۔ مرشد کے پاس حاضر ہونے کا مقصد یہی ہے کہ آپ کا آپ کے رب سے تعلق بنا رہے۔

مریدین کے لیے ہدایات

کوشش کیا کریں کہ جمعے کی نماز مرشد خانے میں ادا ہو اور نماز کے بعد مرشد کا دیدار ہو۔ مرشد کا دیدار ہونا بھی نعمت ہے، مرید کے لیے مرشد کی ذات میں ہر لحاظ سے اصلاح ہی اصلاح ہے۔ مرشد کی خاموشی بھی حکمت ہے، اس کا بولنا بھی حکمت ہے۔ ہر ممکن کوشش کریں کہ مرشد کے حکم کے خلاف نہ ہو، "الأمر فوق الأدب" حکم ادب سے بڑھ کر ہے۔ مرشد کا حکم ماننے سے ہی مرشد کا فیض ملتا ہے۔ اگر حکم ہو جائے کے چلے جاؤ تو فوراً چلے جاؤ، جس نے حکم مانا اور چلا گیا وہ فیض پا گیا اور جو کھڑا رہا تو وہ بس کھڑا ہی رہا اس نے کچھ نہ پایا۔ جب مرشد آپ سے پوچھے کہ کیسے آنا ہوا؟ تو فوراً اپنے آنے کا مقصد بیان کیا کریں اور بار بار مرشد کو تنگ نہ کیا کریں اس سے مرشد کی طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے اور تنگی

ہوتی ہے۔

دعا کے بعد سب لائن بنا کر آیا کریں اور دھکے نہ دیں، ہماری آپ سب پر نظر ہوتی ہے۔ یہاں بہت دور دور سے مہمان آتے ہیں اور کسی مہمان کو دھکا لگے تو یہ ہمیں ناگوار گزرتا ہے۔ آپ سب یہاں مہمان ہیں اور مہمان کی تکریم میں ہی میزبان کی تکریم ہے۔ کچھ لوگ تو روزانہ یا ہر ہفتے حاضری دیتے ہیں لیکن بعض لوگ سال میں ایک آدھ بار ہی آتے ہیں تو ان لوگوں کو پہلے ملنے دیا کریں۔ جو دوسروں کو دھکے دے کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہماری نظر میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ ہم نے ایک مجذوب بزرگ کی باتیں سنی ہیں، زیارت تو میں نہیں کر سکا، وہ جس کی طرف ایک نظر کرتے تھے اس کا کام ہو جاتا تھا۔ لہٰذا وہ بندہ سمجھ جاتا کہ میرا کام ہو گیا اور اجازت بھی ہو گئی۔ اسی طرح جب لوگ لائن میں لگ کر ہم سے ملنے آتے ہیں تو ہماری دس مرتبہ اس شخص پر نظر پڑتی ہے جو لائن میں لگا ہو، سو ہر نظر میں فیض ملتا ہے۔ جب بھی مرشد کو دیکھو عشق سے دیکھو، یہاں آؤ تو آداب کا خیال رکھو اور جس قدر ممکن ہو مرشد کی جانب اپنی پیٹھ نہ کرو۔ یہ نہ ہو کہ مرشد کی نظر آپ پر ہو اور آپ کی نظر کہیں اور ہو۔ کیونکہ مرشد کے حضور ہر وقت متوجہ رہنا ہی مرید کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

وعظ – ۵

شکر کی حقیقت

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس بات کی توفیق دی کہ ہم لوگ یہاں بیٹھ کر اُسے یاد کر رہے ہیں۔ میں کافی دنوں سے ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ پر بات کر رہا تھا اور پچھلے جمعہ وہ موضوع اختتام پذیر ہوا۔ ہمارا آج کا موضوع اس آیت کا اگلا حصہ ہے: ﴿وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ (البقرۃ: ۱۵۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تم میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو۔ پہلے ارشاد فرمایا: تم لوگ میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔ جن

لوگوں نے اللہ کو یاد کیا جس طرح یاد کیا، اللہ بھی اُسی طرح اُن کو یاد کرتا رہا؛ مساوات رکھی، برابری رکھی۔ یہ عام برابری والے مقام کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ لوگ آپس میں کہتے ہیں: آپ مجھے یاد کرو گے تو میں بھی یاد کروں گا، آپ بیٹھو گے تو میں بھی بیٹھوں گا، آپ کھاؤ گے تو میں بھی کھاؤں گا۔ اس طرح اللہ نے اپنی یاد کے لیے فرمایا: تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اِس کے بعد فرمایا: ﴿وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ (البقرة: ۱۵۲) تم لوگ میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ کیا ادھر بھی یہی ہونا چاہیے تھا کہ تم میرا شکر کرو اور میں تمہارا شکر کروں گا، لیکن اس طرح نہیں فرمایا بلکہ تبدیلی فرمائی؛ کیونکہ وہ مالک الملک ہے، بادشاہ ہے، خالق ہے۔ اور ہم اُس کی مخلوق اُس کے بندے اور غلام ہیں۔ لہذا یہ اُس کے شایان شان نہیں کہ وہ یہ کہے: تم میرا شکر ادا کرو، میں تمہارا شکر ادا کروں گا۔ بلکہ فرمایا: تم میرا شکر ادا کرو، اگر شکر ادا کرو گے تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کرتا جاؤں گا۔ میرا شکر کرو، میں تم پر احسان کروں گا، فرمایا: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠) کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں۔ تم شکر کرو میرے احسانات اور نعمتیں بڑھتی جائیں گی۔ ایک جگہ پر ارشاد فرمایا: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم: ۷) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔ لیکن اِحسان فراموش لوگ اِس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، بلکہ وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ جس نے اللہ کا شکر ادا کیا تو اللہ نے اس کو اتنا نوازا کہ اس میں کوئی کمی نہیں رہی۔ اللہ کے ولی، اللہ کے دوست دن رات اس کا شکر ادا کرتے ہیں، تو اللہ انہیں اسی شکر کے بدلے میں نوزاتا ہے کہ دنیا دیکھتی ہے۔ یہ شکرِ الٰہی کی فضیلت اور اس کا صلہ ہے۔

اگر کوئی بھی آپ کے ساتھ نیکی کرے تو احسان سے لازماً اُس کا شکر ادا کرو۔ نہ کہ نیکی کے بدلے اسے نقصان پہنچاؤ۔ نقصان پہنچانے والا ہمیشہ خسارے اور گھاٹے کا سودا کرتا ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: تم سب میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو۔ بے احسان شخص ہمیشہ محروم رہتا ہے، وہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا بلکہ تباہی اور بربادی اس کا مقدر ہوتی

ہے۔ اسی لیے اللہ کا شکر ادا کرو، والدین کا شکر ادا کرو، مرشد کا شکر ادا کرو۔ جب کوئی آپ کے ساتھ بھلائی کرے اور آپ صرف اتنا ہی کہہ دیں کہ شکریہ تو اِس بندے کا دل کتنا خوش ہو جاتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ اس نے میرا احسان مان لیا۔ اسی طرح اگر آپ اللہ کا شکر ادا کریں گے تو اللہ آپ سے خوش ہو گا۔

ماہ ذوالحج کی مناسبت سے شکر

یہ حج کا مبارک مہینہ ہے، پچھلے سال اللہ کے فضل سے ہم سب بھی وہیں تھے۔ آج رات حاجی منی کو روانہ ہوں گے۔ اگر کوئی پوچھے کہ حج کیا ہے؟ حج کرنا بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلَام کو بڑھاپے میں حضرت اسماعیل عَلَیہِ السَّلَام عطا فرمائے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے خواب دیکھا، نبیوں کے خواب اور خیال بھی اللہ کے طرف سے ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے خواب دیکھا کہ اللہ کا حکم ہو رہا ہے: اپنے اس فرزند کو میری راہ میں قربان کریں۔ جب آپ نے متواتر یہ خواب دیکھا تو اپنے بیٹے اسماعیل عَلَیہِ السَّلَام کو بلوایا اور ان سے کہا: مجھے رب کی طرف سے حکم ہو رہا ہے کہ میں آپ کو اللہ کی راہ میں ذبح کروں۔ جیسا باپ ویسا بیٹا، باپ بھی نبی بیٹا بھی نبی۔ انہوں نے فرمایا: ابا جان! اگر اللہ کا حکم ہو رہا ہے تو پھر دیر نہ کریں۔ پس دونوں راضی ہو گئے اور اس حکم کی بجا آوری میں سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ (الصافات: ۱۰۵) ہم نے پکارا اے ابراہیم! تم نے تو خواب ہی سچا کر دیا۔ پھر آپ نے حضرت اسماعیل کے بدلے وہ مینڈھا ذبح کیا۔ جب وہ مینڈھا ذبح ہو گیا تو اسی دن سے قربانی کی بنیاد رکھ دی گئی۔ یعنی جو لوگ بھی حج کے لیے آئیں اُن پر واجب ہے کہ وہ بھی قربانی کریں۔جب حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلَام اپنا اکلوتا بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کرنے چلے تو اللہ نے آپ کی نسل کو وہ دوام بخشا کہ کتنے ہی انبیا آپ کی نسل میں سے ہوئے، خود نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم آپ کی نسل میں سے ہیں۔ پھر اولاد بھی ایسی کہ شرف، عزت اور شان والی، جسے

دنیا میں نبوت کا تاج، حکومت اور بادشاہت عطا کی گئی۔

حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کے دو بیٹے تھے: حضرت اسماعیل عَلَیہِ السَّلام اور حضرت اسحاق عَلَیہِ السَّلام۔ بنی اسرائیل کے تمام انبیا حضرت اسحاق عَلَیہِ السَّلام کی اولاد میں سے ہیں۔اور حضرت اسماعیل عَلَیہِ السَّلام کی اولاد پاک جسموں میں منتقل ہوتی ہوتی آقائے دو جہاں حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچی۔ دیکھیں حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کی شان کہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے آپ نے اپنے بیٹے کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ ہے ﴿وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "من سن سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة" جو کوئی بھلی بات کی بنیاد رکھے تو اُسے اِس کا ثواب ملے گا اور قیامت تک اُس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی ملے گا، جبکہ ان کے ثواب میں کمی نہ ہو گی۔ اب حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام نے جو قربانی کی بنیاد رکھی تو قیامت تک ہونے والی تمام قربانیوں کا ثواب حضرت ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کو پہنچ رہاہے۔ اس لیے اس حدیث کی روشنی میں ہمیشہ اچھی بات کیا کرو، کوشش کرو کبھی کسی بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ ہو، کوئی گالی نہ دو کہ چھوٹے بچے اُسے سیکھ جائیں۔ اسی طرح آگے اسی حدیث میں فرمایا: کہ اگر کوئی کسی برے کام کی بنیاد رکھے گا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور قیامت تک جو کوئی یہ برائی کرے گا ان سب کا گناہ بھی ملے گا اور اُن کے گناہ میں کمی نہ ہو گی۔ حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اچھی بات پر عمل کرو اور بری بات کو چھوڑ دو، نیکی کے کاموں میں پہل کرو اور برائی کے کاموں کو چھوڑ دو۔ سو جو لوگ برائیوں کی بنیاد رکھتے ہیں وہ بھی عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے پہلے فرمایا: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ پھر فرمایا: میرے شکر ادا کرو اور نہ شکری نہ کرو۔ اسی شکر کے بارے میں مزید فرمایا: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراہیم: ۷) شکر کے بدلے تمہیں نعمتیں عطا کروں گا۔ جو لوگ دنیا میں آئے اللہ نے انہیں نعمتیں عطا فرمائیں، مثلاً اگر

دنیا میں کوئی امیر ہے تو اللہ نے اسے طرح طرح کی نعمتیں دے رکھی ہیں، لیکن اگر کوئی غریب ہے اور اس کے پاس وہ نعمتیں نہیں، پھر اُس نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالی اسے بھی شکر کرنے والوں جتنا ثواب عطا فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے صابر اور شاکر دونوں ایک جگہ ہی ہوں گے۔﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (البقرۃ: ۱۵۳) معلوم ہوا کہ جو صبر کرتا ہے اسے اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی دوسرے کے پاس کوئی ایسی نعمت ہے جو آپ کے پاس نہیں تو اِس نعمت پر حسد نہیں کرنا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں صبر کرنا ہے، کیونکہ صبر اور شکر کرنے والوں کو برابر کا ثواب ملتا ہے۔

کیا شکر کا حق ادا ہو سکتا ہے؟ انسان جتنا مرضی اللہ کا شکر ادا کرتا رہے وہ اس کا حقیقی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اس انسان میں دو بڑی شدید بیماریاں ہیں: ۱- حسد، ۲- ناشکری۔ جو کوئی کسی دوسرے سے حسد کرتا ہے تو اس کی نیکیاں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔ اگر کسی درخت کو آگ لگا دی جائے تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے، اِسی طرح حسد کرنے والا حسد میں جل کر اپنی نیکیوں کو آگ لگا لیتا ہے۔ دوسرا جو لوگ اللہ کی ناشکری کرتے ہیں وہ اس کی نعمتوں کو گنوا بیٹھتے ہیں۔

انسان بڑی کمزور اور بے بس چیز ہے۔ ہم سانس اندر لیتے اور باہر نکالتے ہیں تو یہ زندگی ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے سانس رک جائے تو انسان کا کیا حال ہوتا ہے؟ انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ ایک ایک سانس سے پتا چلا کہ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں سانس عطا فرمایا، جس میں ہماری زندگی ہے۔ سانس باہر آتا ہے تو ہمیں سکون اور راحت ملتی ہے، اگر یہ اندر ہی رک جائے بس زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے ہر سانس میں اللہ کو یاد کرنا چاہیے۔ بزرگان دین نے اس بارے میں تحقیق کی تو کیا خوب فرمایا؟ سلطان باہو فرماتے ہیں:

جو دَم غافل سو دم کافر

یعنی ہر سانس میں اس کا شکر ادا کرو، اگر شکر ادا کرتے کرتے سو جاو گے تو بھی عبادت، جاگتے رہو گے تو وہ بھی عبادت میں شامل ہے، لیکن جس سانس میں آپ نے اس کا شکر ادا نہ کیا آپ نے وہ سانس اس کی ناشکری میں باہر نکالا۔

شکر کیسے ادا ہو؟

موسی علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: یارب العالمین! تو نے ہمیں اتنی نعمتیں دے رکھی ہیں کہ اگر ہم ساری زندگی تیری عبادت کرتے رہیں تو تیری کسی ایک چھوٹی سی نعمت کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ ہم تیرا شکر کس طرح ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تو یہ جان گیا کہ یہ نعمتیں میری طرف سے ہیں تو تو نے شکر ادا کر دیا۔ پتا لگا کہ اگر بندہ یہ جان لے اور سمجھ جائے کہ مجھے عطا ہوئی تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں، دینے والا اللہ ہے، یہ خیال نہ کرے کہ میں نے یہ اپنی محنت سے حاصل کیں، اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرے تو یہی اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ کتنا آسان کام ہے صرف جان لینا سمجھ لینا، اس میں کوئی محنت تو نہیں کرنا پڑی۔ صرف دل میں خیال لانا ہی ہے۔

دیکھیں خیال ایسی چیز ہے کہ اگر خیال صحیح ہو جائے تو بندہ زمین سے آسمان تک پہنچ جاتا ہے لیکن اگر خیال میں ہی خرابی ہو جیسا کہ ہم نے پہلے بات کی کہ حسد کرنا، حسد کیا ہے ایک خیال ہی ہے یہ کوئی ٹھوس ظاہری چیز تو نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد کرنے والا دو طرح کی آگ میں جلے گا: دنیا میں حسد کی آگ میں اور آخرت میں دورخ کی آگ میں۔ اس لیے خیال کو درست کرو، اللہ کا تقوی اختیار کرو، اللہ کے رسول سے سچی محبت کرو، اپنے مرشد کی صحبت اختیار کرو۔ آپ کو یہ باتیں اور کوئی نہیں بتائے گا یہ اللہ والوں سے ہی ملتی ہیں۔ جس کسی کو بھی کچھ مقام و مرتبہ ملا وہ مرشد کی بارگاہ سے ہی ملا، کسی وزیر اعظم نے تو اللہ کا قرب نہیں دیا۔ وزیر اعظم کے سامنے دھرنے دو، احتجاج کرو، بیٹھے رہو، کچھ نہیں ملتا۔ اتنی آہ وزاری اگر اللہ کے سامنے کرو تو سب کچھ مل جاتا ہے۔

آج ہم آپ کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ حسد نہیں کرنا، اس سے بچنا ہے، قربانی کا مہینہ ہے تو اگر کوئی دو بیل قربانی کرے تو اس سے حسد نہیں کرنا، سڑنا نہیں ہے- ہماری زبان میں حسد کرنے والے کے بارے میں کہتے ہیں: وہ سڑ گیا، یا جل گیا۔ یہ حسد سے جلنا یا سڑنا ہی ہے - بلکہ اس پر خوشی مناؤ کہ اللہ نے اسے یہ توفیق بخشی۔ جان لو کہ دنیا میں حسد کی آگ بُری چیز ہے اور شکر کا درخت بہت بلند ہے؛ یہ ایسا درخت ہے کہ اس سے جتنا پھل اتارو کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور حسد نعمتوں کے درخت کو جلاتا ہے، یہ نیکیاں ختم کرتا ہے۔ یہی آج کا سبق ہے کہ حسد کیا چیز ہے اوراس سے کیسے بچنا ہے۔

ہم عرض کررہے تھے کہ ایک سانس اگر رک جائے تو ہماری زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: یہ جان لینا کہ تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں، یہی اللہ کا شکر ہے۔ اِس لیے سمجھ جاؤ کھانا پینا، صحت و تندرستی، مال و اولاد اور اپنی جان تک یہ سب اللہ کا دیا ہے۔ اگر یہ سمجھ جاؤ گے تو اس کا شکر ادا کر سکو گے۔ اس دنیا میں اللہ کا شکر ادا کرو گے تو نجات پاؤ گے۔

ہارون رشید کا واقعہ

ہارون رشید مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ پرانے دور کے بادشاہ صرف بادشاہی نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حضور جھکے رہتے تھے، وہ معرفت اور معرفت والوں کے متلاشی رہتے تھے، اہل معرفت کی مجلس میں حاضری دیتے یا انہیں اپنے ہاں مدعو کرتے۔ ایک دفعہ ہارون رشید بیٹھے تھے کہ انہیں پیاس لگ گئی، انہوں نے خدمت گاروں سے کہا: پانی لاؤ۔ جب پانی آیا تو اس وقت آپ کے پاس حضرت سماک بن حرب اس دور کے مشہور بزرگ بیٹھے تھے۔ جب بادشاہ پانی پینے لگے تو انہوں نے روک دیا اور سوال کیا: اگر آپ کو پیاس لگی ہو، جان جارہی ہو تو کیا قیمت ادا کر کے پانی لو گے۔ بادشاہ بولے: اگر جان کا خطرہ ہوا تو اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا، جان بچاؤں گا۔ ان بزرگ نے کہا: اچھا اگر یہ پانی اندر جا کر

باہر نہ نکلے اور آپ کو تکلیف دے تو پھر کیا کریں گے؟ بولے اپنی ساری سلطنت دے کر بھی جان بچانی پڑے تو دوں گا۔ حضرت سماک نے فرمایا: بس دنیا کی حقیقت پانی کے دو گھونٹ ہیں۔

جس وقت کسی پر کوئی تکلیف اور پریشانی آتی ہے تو اس وقت بندہ خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے لیکن اگر اللہ والوں پر کوئی تکلیف یا پریشانی آتی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے، وہ خدا کی یاد میں ہوتے ہیں انہیں یہ دنیاوی تکلیفیں کچھ نہیں کہتیں۔ اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب بیت الخلا سے باہر آتے تو اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہتے: اے اللہ! تیرا شکر ہے، کتنی عظیم نعمت اور قدر کاش لوگ اسے جانتے، کہ یہ فضلہ کتنی آسانی سے جسم سے خارج ہو گیا۔ آپ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ تو اللہ کی نعمتوں کو صرف بڑی بڑی چیزیں سمجھے بیٹھے ہیں، ہمیں یہ تو پتا ہی نہیں کہ جسم سے خارج ہونے والا فضلہ بھی اُس کی کتنی بڑی نعمت ہے، اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ تیرا شکر ہے کہ فائدے والی چیز اندر رہ گئی اور نقصان والی چیز باہر نکل گئی۔ اگر نقصان والی چیز اندر رہ جاتی اور فائدے والی باہر آ جاتی تو کتنی خرابی تھی۔ اب جن لوگوں کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے، قبض ہو جائے یا ان کے اندر سے فضلہ باہر نہ نکلے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے، ان کی زندگی خطرے میں ہوتی ہے۔ اس لیے کھانا پینا اور اس کے اخراج پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس لیے حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہو کر اللہ کا شکر ادا کرو، ہاتھ دھوؤ اور وضو کرو۔ بزرگوں سے جب ملنا ہو تو با وضو ملو، بیشک ناپاک بندہ اللہ کی بارگاہ سے دور ہوتا ہے، اور وضو کرنے سے پاکی مل جاتی ہے۔

ایک دفعہ ایک سائل رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے ایک کھجور دے دو۔ جب اُسے کھجور دینے لگے تو اس نے ناخوشی کا اظہار کیا اور چلا گیا، وہ کھجور نہیں لی۔ پھر ایک اور سائل آیا آپؐ نے فرمایا: اسے ایک کھجور دے دو، اُس نے وہ کھجور تبرک سمجھ کر لے لی۔ آپؐ اتنے خوش ہوئے کہ فرمایا: اُمّ سلمہ کے

پاس جاؤ اور ان سے کہو فلاں جگہ چالیس دینار پڑے ہیں وہ لے آؤ۔ اللہ کے حبیب شکر ادا کرنے پر اتنے خوش ہوئے کہ اسے چالیس دینار دے دیئے۔ اب جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ اسے کتنی نعمتوں سے نوازتا ہو گا۔ اس لیے اگر کوئی محبت سے کسی قسم کا تحفہ دے تو اس کا شکر ادا کیا کرو۔ تحفے کا کوئی پیسہ تو نہیں دینا ہوتا بس دل و زبان سے شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح نہیں کہ دل میں تو کفر ہو اور زبان پر شکر ہو۔ بلکہ دل میں سے کفر، بے ایمانیاں، حسد، کینہ بغض نکالو، پھر جا کر بات بنے گی۔

مکّے گیاں گَل مُکدی ناھیں بھاویں سَو سَو جُمعے پڑھ آیئے
گنّگا گیاں گل مکدی ناھیں بھاویں سو سو غوطے کھایئے
بُلّھے شاہ گل تیّوں مکدی جے مُیں نُوں مَنوں گوایئے

دل سے ہی بات بنتی ہے۔ لہذا دل سے کفر نکالو، حسد، بغض، جھوٹ اور بے ایمانی سے بچو۔ اگر کوئی بندہ تحفہ دے تو اس کا شکریہ ادا کرو، اگر مناسب سمجھو تو لازما کچھ دو لیکن اگر نہ دے سکو تو شکریہ لازماً ادا کرو۔ اللہ اس عمل سے راضی ہوتا ہے۔ شکر کا درخت ایسا پھلدار ہے کہ جتنا پھل اتارتے جاؤ اس کا پھل ختم نہیں ہوتا۔ نماز روزہ ادا کرو تو اللہ کا شکر کرو، صدقہ خیرات کرو تو اللہ کا شکر ادا کرو، شادی بیاہ عقیقہ، منگنی نکاح جو کچھ ہو اُس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ ہر موقع پر جو چیز اللہ کی نعمت نظر آئے اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراہیم: ۷) اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور نوازوں گا۔ شکر کا پھل نعمتوں میں اضافے کا باعث ہے اور ناشکری کا ثمرہ تباہی اور بربادی ہے۔

قوم سبأ کا واقعہ

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے قوم سبأ کا واقعہ بیان فرمایا۔ یمن میں ایک سبأ قوم تھی جسے اللہ نے طرح طرح کے باغوں اور ثمرات سے نوازا تھا۔ ان باغوں میں اتنا پھل تھا کہ

اگر کوئی مسافر توڑ کر بغیر عوض کے بھی کھاتا تو کوئی پابندی نہیں تھی۔ اگر کوئی مسافر سر پر ٹوکرا رکھ کر ان باغات میں چلتا تو اتنے پھل گرتے تھے کہ ہاتھ لگائے بغیر اس کا ٹوکرا بھر جاتا۔ اس قوم کو حکم ہوا کہ کفر چھوڑو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ انسان اللہ کا ناشکرہ ہے کفر کی طرف جلدی کرتا ہے۔ اللہ نے انہیں بہت تنبیہ کی کہ یہ نافرمانی اور ناشکری کی روش چھوڑو لیکن وہ باز نہ آئے۔ آخر ایک پانی کا ریلا آیا اور وہ سب کچھ بہا کے لے گیا، سب باغ تباہ و برباد ہو گئے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ناشکرے لوگوں سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے، ان کے لیے تباہی و بربادی ہے۔ جبکہ اللہ شکر گزاروں کو نوازتا چلا جاتا ہے۔

اب یہ نہ سوچنا کہ اللہ نے یہودیوں کو بھی بہت مال دیا، نصرانیوں کو بہت نعمتیں دیں جو ہمیں بھی میسر نہیں۔ بے شک اللہ نے انہیں دنیاوی مال دیا ہے لیکن وہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ اگلے جہان تو اہل کفر کے لیے عبرت ناک سزائیں ہیں۔ اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اسلام اور ایمان کی دولت بخشی، نبی پاک ﷺ کا غلام بنایا۔ یہ رب کی بہت بڑی نعمت ہے۔

غوث پاک کے والد کا واقعہ

آپ لوگوں نے حضور شہنشاہ بغداد غوث پاک کے والد ماجد کا واقعہ اکثر سنا ہو گا۔ آپ کے والد حضرت ابو صالح موسی پاک ایک دریا کے کنارے سے گزر رہے تھے۔ آپ کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی، دیکھا ایک سیب پانی میں بہتا آ رہا ہے، آپ نے وہ اٹھایا اور کھا لیا۔ جب سیب کھایا تو بعد میں خیال آیا پتا نہیں کس شخص کے باغ کا ہے اور میں نے بغیر پوچھے کھا لیا۔ مجھے اس سیب کا ہدیہ دینا چاہیے یا اجازت لینی چاہیے۔ آپ باغ کی سمت چل پڑے، چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے تو وہ حضرت عبد اللہ جیلی رحمۃ اللہ علیہ کا باغ تھا۔ انہوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا تو عرض کی آپ کے باغ کا ایک سیب پانی میں بہتا آ رہا تھا تو میں نے کھا لیا۔ اب میں اس کا ہدیہ دینے آیا ہوں یا پھر آپ اس کی بخشش کر دیں۔ انہوں نے سوچا جو شخص

سیب کی بخشش کروانے آیا ہے یہ کوئی عام بندہ نہیں بلکہ یہ کوئی خاص بندہ ہے۔ جب آپ نے نام پوچھا تو بتایا: میرا نام ابو صالح موسیٰ پاک حسنی ہے۔ جبکہ حضرت عبد اللہ جیلی خود حسینی سید تھے۔ پھر بولے اب اس سیب کی معافی نہیں ہو گی بلکہ اس سیب کے بدلے اسی باغ کی حفاظت، اس کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنی پڑے گی، اس کے بعد دیکھیں گے۔ قصہ مختصر ایک طویل عرصہ گزر گیا آپ باغ کی دیکھ بھال کرتے رہے، آخر حضرت عبد اللہ جیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا اور کہا: بہت ڈیوٹی ہو گئی، آپ کی کوئی خواہش ہے، وہ بولے: وہی ایک خواہش ہے کہ جو سیب بغیر اجازت کے کھایا اُس کی معافی ہو جائے۔ وہ بولے اس سیب کی معافی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ میری ایک بیٹی ہے، میں اس کو آپ کے عقد میں دوں گا اور آپ اسے قبول کرو گے، اگر ایسا کرو گے تو معافی ملے گی۔ اب شرط یہ ہے کہ میری بیٹی آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، اور زبان سے گونگی ہے، گویا اپاہج ہے معذور ہے، کیا قبول ہے؟ وہ بولے مجھے قبول ہے بس معافی ہو جائے۔ آپ نے بلایا اور نکاح پڑھا دیا۔

جب آپ حجرہ میں گئے تو دیکھا کہ حجرہ بغیر چراغ کے روشن ہے۔ اندر گئے کہ یہ تو وہ لڑکی ہی نہیں شاید میں کسی اور حجرے میں آ گیا ہوں۔ فوراً باہر آئے کہ ایک غلطی معاف کرواتے کرواتے کوئی دوسری غلطی نہ ہو جائے، کسی نامحرم عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔ باہر آئے اور عرض کی: میں اس حجرے میں گیا لیکن وہاں تو کوئی اور لڑکی ہے۔ بولے: وہی آپ کی بیوی ہے۔ میں نے اُس کی ایسی تربیت کی ہے کہ وہ آج تک گھر سے باہر نہیں نکلی۔ آنکھوں سے اندھی ہے مطلب اس نے آج تک کبھی نامحرم کو نہیں دیکھا۔ کانوں سے بہری اس طرح کہ اس نے کسی نامحرم کی آواز نہیں سنی، کسی کی طرف چل کر نہیں گئی، کسی سے بات نہیں کی۔ ایسا باپ اور ایسی ماں کہ پھر ان کی اولاد میں حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی کی ولادت ہوئی۔ اللہ نے آپ کو کیسی اولاد بخشی کیسا بیٹا عطا کیا، اس بیٹے کی شان یہ ہے کہ غوث پاک کے مریدوں تک سے وعدہ ہے کہ قیامت والے دن اس کی بخشش ہو جائے

گی۔ اگر گناہ گار ہو گا تو مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق ملے گی۔ غوث پاک کی اولاد کو وہ شان اور مرتبے عطا فرمائے کہ قیامت تک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی طرح حضور غوث پاک شہنشاہ بغداد کی اولاد سے بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے: حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام۔

حضرت ابراہیم کے بیٹوں کا تذکرہ

آپ لوگوں کو اب ایک خاص بات بتاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ شرف عطا فرمایا کہ دونوں بیٹوں کو وہ شان بخشی کہ اور کسی کو عطا نہ ہوئی۔ آپ سے پہلے بھی تو نبی گزرے، اِن کی بھی اولادیں تھیں لیکن اس قربانی کی وجہ سے اللہ نے نبوت اور امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ ایک بیٹے کی اولاد میں بنی اسرائیل کے سب نبی۔ اور دوسرے بیٹے کی اولاد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی نہیں آیا۔ خانہ کعبہ کی سیادت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے پاس رہی، یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں رہی۔ تو اصل شرف یہ ہے کہ ایک بیٹے کو نبیوں کا سردار دے دیا اور دوسرے کو سارے نبی دے دیئے۔ اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو نواسے ہیں: امام حسن اور امام حسین۔ امام حسین کو یہ شان عطا فرمائی کہ ۱۲ اماموں میں سے ۹ امام امام حسین کی اولاد میں پیدا فرمائے۔ امام حسین کو یہ شرف عطا ہوا۔ امام زین العابدین آپ کے بیٹے، اور ان کے بیٹے امام محمد، امام جعفر صادق یہ سب حسینی سید ہیں۔ امام حسن کی اولاد میں کوئی امام نہیں لیکن امام مہدی آپ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ امام حسن کی اولاد میں گیارہویں پشت میں شہنشاہ بغداد غوث پاک پیدا ہوئے۔ امام حسن کی یہ شان کہ ولیوں کا سردار آپ کی اولاد میں سے ہے، جبکہ امت کے امام امام حسین کی اولاد میں سے ہیں۔ جب غوث پاک کو ظاہر کرنا مقصود ہوا تو غوث پاک کو امام حسن اور امام حسین دونوں کا فیض دلوانا تھا اور چونکہ غوث پاک کے والد حسنی سید، امام حسن کی اولاد میں سے تھے تو غوث پاک کی والدہ ماجدہ میں امام

حسین کا فیض بھی جاری کر دیا۔ یوں غوث پاک نجیب الطرفین حسنی حسینی سید ہیں۔ یہ سب خدائی کام ہیں، بندے کے بس میں کچھ نہیں بندے کی تقدیر میں جو لکھا ہے وہ اس کو ملنا ہی ملنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیسی ترتیب رکھی کہ امام حسن کا سارا فیض غوث پاک سے ظاہر کیا جبکہ امام حسین کا فیض ان اماموں کی صورت میں امت پر ظاہر ہوتا رہا۔

حضرت اسماعیل کی بیویاں

اسی قربانی کے حوالے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ایک واقعہ اور پیش کرتا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام چھوٹے سے تھے کہ اللہ کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بیٹے دونوں کو تن تنہا بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے۔ جب جانے لگے تو بیوی نے پوچھا: ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟ بولے: اللہ کے سپرد کر رہا ہوں۔ وہ بولیں: پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ آگے لمبا واقعہ ہے کیسے زم زم نکلا، وہ کسی اور وقت بیان کروں گا۔ جب پانی کا چشمہ پھوٹا تو مائی صاحبہ نے پانی کو کہا "زم زم" (یعنی رک جا) سو وہ پانی رک گیا۔ اگر مائی صاحبہ وہاں زم زم نہ کہتیں تو مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ پانی پوری روئے زمین پر پھیل جاتا اور اِس نے رکنا نہیں تھا۔ وہاں سے ایک تجارتی قافلے کا گزر ہوا، جب انہوں نے دیکھا کہ ادھر پانی ہے تو بڑے خوش ہوئے، دیکھا یہاں تو مائی صاحبہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام موجود ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی شادی بھی اسی قبیلے میں ہوئی۔ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا کہ جا کر اپنے بیٹے اور بہو کی خبر لوں۔ جب وہ تشریف لائے تو وہاں اسماعیل علیہ السلام موجود نہیں تھے، ان کی بیوی موجود تھی، پوچھا کیسا گزر بسر ہو رہا ہے؟ وہ بولی: بہت تنگ دستی ہے، مشکل سے وقت گزر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب آپ کے خاوند گھر آئیں تو ان کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ مکان کی چوکھٹ بدل دو۔ آپ نے رمز سے بات کی لیکن وہ نہ سمجھی۔ جب اسماعیل علیہ السلام گھر پہنچے تو دیکھا کہ انوار و تجلیات کا ظہور ہے، پوچھا: کون آیا تھا؟ بولی: ایک بزرگ آئے تھے اور یہ

بات چیت ہوئی۔ انہوں نے یہ پیغام دیا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔ آپ بات سمجھ گئے اور فوراً اس بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد دوبارہ شادی کی اور کچھ مدت بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے۔ دیکھا کہ دوسری بیوی ہے لیکن اسماعیل علیہ السلام موجود نہ تھے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اِس بیوی سے پوچھا: کیسی گزر بسر ہو رہی ہے۔ حالانکہ ظاہری حالات سے واضح تھا کہ گزر بسر میں تنگی ہے، لیکن وہ بولی: بہت اچھی گزر بسر ہو رہی ہے۔ میرے خاوند بڑے نیک اور صالح انسان ہیں اور میں بہت خوش ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بولے: اب ہم واپس جا رہے ہیں، جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں ہمارا سلام دینا اور یہ پیغام دینا: یہ دروازے کی چوکھٹ بہت اچھی ہے اس کو تبدیل نہ کرنا بلکہ اس کا خیال رکھنا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو اس خاتون نے پورا واقعہ سنایا۔ وہ بولے: وہ میرے والد گرامی تھے اور ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس بیوی کو نہیں چھوڑنا بلکہ اس کا خیال رکھنا۔

دیکھو پہلی بیوی ناشکری تھی، اس نے گلہ کیا لیکن اِس دوسری بیوی نے اُسی تنگی میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالی کو یہ شکر ادا کرنا اتنا بھایا کہ اس بیوی کو یہ شرف بخشا کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی بنیں، نبی پاک اسی کی اولاد میں پیدا ہوئے۔ اس لیے اگر کسی کی اولاد نیک ہو تو اس میں ماں باپ کا بھی کردار ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں رب کو یاد کریں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک میں پاک جسموں میں منتقل ہوتا آیا ہوں اور میرے آباؤ اجداد میں کوئی ایسا نہیں جس نے کفر کیا ہو۔

دوستو! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شکر الٰہی بہت بڑی نعمت ہے اور ذکر الٰہی بہت بڑی دولت ہے۔ اس لیے ہر حال میں شکر ادا کرو۔ دنیا میں ان دو بیماریوں سے بچو: ۱- حسد ۲- ناشکری۔ حسد کرنے سے چیز حاصل نہیں ہوتی۔ پھر فضول میں دل جلانے کا کیا فائدہ۔ اگر کسی کو حسد سے کچھ ملا ہے تو مجھے بھی بتا دو۔ اگر کوئی فائدہ نہیں تو پھر حسد کی کیا ضرورت ہے؟ ٹھیک ہے جسے اللہ عزت دے اس کی عزت کرو، اللہ نے جسے مرتبہ بخشا اس کی عزت

کرو۔ اللہ کے ولیوں کا ادب کرو کہ اللہ نے انہیں عزت عطا فرمائی۔

اس لیے دنیا میں جو کوئی بھی صاحب مقام ہوا اگر اس کی تہہ تک جاؤ گے تو یہی پاؤ گے کہ اِس کے پیچھے کسی کی دعا ہے۔ دعا کے بغیر کوئی پار نہیں پہنچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روز اللہ سے ہم کلام ہوئے تو اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! اب ذرا سنبھل کے رہ۔ پوچھا کہ یارب آج کیا خاص بات ہے۔ اللہ نے فرمایا: پہلے جب تو آتا تھا تو تیری ماں تیرے لیے دعا کرتی تھی لیکن اَب وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔

ہمارے مرشد سید لعل حسین بادشاہ سرکار کے بارے میں سنا، جب آپ نوکری لگے تو آپ کی والدہ صاحبہ دعائیں کرتی تھیں: اے اللہ میرے بیٹے کو اپنی نوکری میں لے لے اور دنیا کی نوکری چھڑا دے۔ میں عاجز مسکین آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، مجھے ماں باپ کی دعا ہے، مرشد کی دعا ہے۔ عازب صاحب بیٹھے ہیں، انہیں اپنے ماں باپ کی دعا ہے، اپنے دادے کی دعا ہے۔ اِس لیے دنیا میں کوئی بھی مرتبے والا ہوا تو لازما اس کے پیچھے کسی کا ہاتھ کسی کی دعا ہو گی۔ اس لیے اپنا تعلق اور نسبت کسی نیک شخص سے جوڑو۔ یہ دربار فقط اللہ اور اللہ کے محبوب کی رضا کی خاطر ہے۔ ہم دنیا کی تمنا نہیں رکھتے۔ ہمیں مرشد کا حکم ہے بس ڈیوٹی دے رہے ہیں، عارضی ڈیوٹی ہے۔ یہ دنیا عارضی ہے، مسافر خانہ ہے، ایک نے آنا اور ایک نے جانا ہے۔ بچپن میں بندہ سوچتا ہے کہ میں ساری عمر بچہ ہی رہوں گا۔ بچہ اُسے کہتے ہیں جو ذمہ داریوں سے بچا رہے۔ جب جوان ہوتا ہے ذمہ داریاں پڑتی ہیں تو کہتا ہے: یہ کیا ٹوکرا سر پے آن پڑا ہے، بڑی مشکل پڑ گئی۔ بوڑھے کو دیکھ کر سوچتا ہے یہ تو کوئی آدم علیہ السلام کے دور کا شخص ہے، میں تو جوان ہی رہوں گا۔ جب خود بوڑھا ہوتا ہے تو اُسے وقت کا پتا ہی نہیں چلتا دیکھتے ہی دیکھتے جوانی ڈھل جاتی ہے۔ یہاں جوان بھی بیٹھے ہیں وہ یہی سوچتے ہیں کہ ہم نے جوان ہی رہنا ہے۔ یہ سمجھو، کل بچے تھے آج جوان ہوئے ہو کل بوڑھے بھی ہو جاؤ گے۔ مجھے تو بچے جوان اور جوان بوڑھے لگتے ہیں۔ یہ دنیا، یہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔ شکر کا پھل نعمتوں کو بڑھاتا ہے اور ناشکری

تباہی اور بربادی لاتی ہے۔ یہ نہ سمجھو میرے پاس بڑا مال و دولت ہے فلاں کے پاس نہیں۔ جس کے پاس نہیں وہ اس کی دولت دیکھ کر حسد بھی نہ کرے، بس صبر کرے۔ صبر اور شکر والے جنت میں دونوں اکھٹے بیٹھے ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: تو نے صبر سے یہ مقام پایا اور تو نے شکر سے یہ مقام پایا۔ وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے اور کسی سے لے کر آزماتا ہے۔ اس لیے مرشد کی صحبت میں آیا کرو، جو گھڑیاں مرشد کے ساتھ گزر جائیں وہ بہت عظیم ہوتی ہیں، اللہ والوں کی تلاش اور ان کی محبت میں رہا کرو۔ اللہ تعالی ہمیں آپ سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آج کا سبق شکر ہے بس اسے یاد رکھنا۔ ہر حال میں شکر ادا کرو۔ وآخر دعوانا الحمد لله. الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين. ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾۔

وعظ–۶

عقیقہ سید عشارب لعل گیلانی

درویش ہر حال ہر رنگ میں اللہ کا شکر ادا کرتے اور اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ آپ سب لوگ جو یہاں تشریف لائے ہیں وہ اس لئے کہ آج اللہ تعالیٰ نے مجھے پوتے کی شکل میں زندگی کی ایک بہت بڑی خوشی عطا فرمائی ہے۔ آپ سب لوگ اس کی مبارک دینے کے لیے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "الإنسان سري وأنا سره" انسان میرا بھید ہے، اور میں اس کا راز ہوں۔ اگر ہم یہ سمجھ جائیں کے اشرف المخلوق انسان کیا چیز ہے تو رب اور انسان کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ راز وہ شے ہوتی ہے جو آپ اپنے دل میں چھپا کر رکھتے ہیں اور کسی کو نہیں بتاتے، یا اگر بتاتے بھی ہیں تو کسی خاص شخص کو بتاتے ہیں، اُسے راز کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: انسان میرا راز ہے، ایک چھپا ہوا خزانہ، جب اللہ تعالیٰ نے وہ راز پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں کو دینا چاہا تو وہ گھبرا گئے، کہنے لگے: اے

اللہ! ہم تیرے آگے عاجز ہیں، ہم تیرے جاہ و جلال کو برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ رازِ اِس انسان نے، نبی پاک ﷺ کی امت کے غلاموں نے، نبیوں اور ولیوں نے اپنے سینوں کے اندر برداشت کیا۔ جب انسان نے اسے اٹھایا تو اللہ نے فرمایا: یہ انسان ہی میرا راز ہے۔

جب یہ انسان ربّ کے راز سے واقف ہوتا ہے اور ایک دفعہ کہتا ہے "اللہ ھو"۔ اِس کے ایک مرتبہ "اللہ ھو" کہنے سے کئی انسانوں کے دل روشن ہو جاتے ہیں۔ جب وہ انسان اپنے سینے کے راز کو کسی دوسرے انسان کے سینے میں منتقل کرتا ہے تو اِسے ربّ کے اتنے قریب لے جاتا ہے کہ اِسے زمین سے اٹھا کر عرشِ الٰہی تک پہنچا دیتا ہے۔ اِس انسان کو اللہ نے اتنی قوت اور طاقت بخشی، فرمایا: اے انسان! میں نے تجھے تخلیق کیا تو اپنی حقیقت کی تلاش کے لیے تخلیق کیا۔ اللہ فرماتا ہے: میرا انسان کو اِس زمین پر پیدا کرنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان میرا راز، میرا بھید، میری معرفت حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اُس کے فرشتے ہی کافی تھے۔ اللہ تعالیٰ کو عبادت کی ضرورت نہیں، فرشتے اس کی عبادت اور یاد کے لیے کافی تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کا نور اپنے نور سے جدا کرنا چاہا، اور آپؐ کو اِس دنیا میں نور کی صورت میں بھیجنا چاہا، تو آپؐ کی خاطر اِس عالمِ رنگ و بو کی محفل سجائی، یہ دنیا بنائی۔ آپؐ کی خاطر یہ پورا جہان سجایا گیا کہ حضور تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ کی آمد اس ظاہری دنیا کے لیے تھی تو اللہ نے اتنی خوشیاں منائیں کہ انبیا اور ملائکہ سب مبارک باد دینے آئے۔

اگر اللہ اپنے کسی ولی کو بیٹا عطا کرتا ہے تو لوگ مبارکباد دینے آتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ نبیوں کی ولادت پر پہلے نبی مبارک دینے کے لیے آتے تھے۔ اور جب حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی تو سردار الانبیا، امام الانبیا ﷺ خود مبارک دینے کے لیے تشریف لائے۔ آج آپ سب لوگ یہاں کس لیے جمع ہوئے ہیں؟ اسی لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عازب لعل بادشاہ سرکار کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ آپ لوگ خوشیاں منانے اور مبارکباد دینے کے لیے آئے ہیں۔ اللہ والوں کی خوشیاں مخلوقِ خدا اس لیے مناتی ہے

کیونکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ فرزند اللہ تعالیٰ کے دین کے پرچار، اور دین کی حقیقت لوگوں کو بتانے کے لیے دنیا میں آیا ہے۔ وہ لوگ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جو دنیا میں رسول کی غلامی کا طوق پہن کر آئیں اور آپؐ کے دین کی تبلیغ کریں۔ ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے۔ اللہ کے ولیوں کو اپنی اولاد، اپنے صاحبزادگان کی بہت خوشی ہوتی ہے، انہیں پتا ہوتا ہے کہ رب کا فضل ہو گیا ہے؛ اللہ کا نام لینے والا، دنیا میں اللہ کے نام کو پھیلانے والا، رسول اللہ ﷺ کا عشق پیدا کرنے والا، رسول اللہ ﷺ کا غلام بنانے والا ایک اور شخص آ گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام جب آپ سے جدا ہوئے تو آپ اتنا روئے کہ آپ کی نظر چلی گئی۔ کسی نے پوچھا: آپ تو اللہ کے نبی ہیں، آپ کیوں روتے رہتے ہیں؟ فرمایا: میں اِس لیے نہیں روتا کہ یوسف مجھ سے جدا ہو گئے ہیں، میں تو اِس لئے روتا ہوں، میں پریشان تھا کہ کہیں میرا بیٹا مجھ سے جدا ہو کر دینِ اسلام سے خارج نہ ہو جائے! میں تو اس لئے روتا ہوں، دعائیں کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے بیٹے کو دین اسلام پر قائم و دائم رکھ۔ اس لیے اللہ والے ہر وقت یہی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے بیٹے تیرا نام لیتے رہیں، میری اولاد دنیا میں تیرے نام کا ڈنکا بجاتی رہے، تیرے نبی کے غلام رہیں، تیرے نبی کی غلامی میں ہی زندگی بسر کریں اور لوگوں کو نبی کا غلام بناتے رہیں۔ اے اللہ میری اولاد سیدھے رستے پر چلتی رہے اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتی رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس ہزار بیٹے بیٹیاں تھے ایک بیٹا شہید ہو گیا، دوسرے بھائی نے قتل کر دیا۔ چالیس ہزار میں سے ایک قتل ہوا پھر بھی آپ روتے رہتے کہ اے اللہ! تیرا نام لینے والا چلا گیا، آپ کو صبر نہ آتا۔ حضرت آدم کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ میرا ایک قتل ہو گیا ہے ایسا نہ ہو کہ میری نسل ہی ختم ہو جائے۔ چالیس ہزار بچوں کے باوجود صرف ایک کم ہوا تو فکر لگ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جنت میں سے ایک کپڑا دے کر بھیجا، جاؤ آدم علیہ السلام کے سامنے ایک جھنڈا ایک نشان لگا دو، آدم سے کہو:

یہ نشان لگا دیا ہے اِسے دیکھتے رہیں، آپ کو صبر آجائے گا، اور آپ کا یہ نشان قیامت تک قائم رہے گا، جتنی بھی انسانیت ہوگی آپ ہی کی اولاد ہوگی۔ اِسی لیے اللہ والوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ آدم کی سنت سمجھ کر جھنڈا لگائیں۔ اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! ہم نے تیری غلامی میں، تیرے احکامات کے مطابق زندگی بسر کی، ہمارے بعد بھی اِس نشان کو ہماری اولاد میں قائم دائم رکھنا۔

دربار پر جھنڈا لگانے کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی ولی اللہ کسی جگہ جا کر بیٹھتا ہے تو کہتا ہے: پہلے جھونپڑی کے باہر جھنڈا لگا دو۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ یہ نشان میری نسل میں قیامت تک قائم و دائم رہے، جیسے میں تیرے نام کا ڈنکا دنیا میں بجا رہا ہوں میری اولاد کو بھی اسی طرح توفیق دینا۔ میری نسل میں ایسے لوگ بھیجنا جو نبی پاک ﷺ کے غلام ہوں، تیرے دین کا پرچار کریں۔

آج آپ جس مقام پر بیٹھے ہیں یہاں میرے پیر و مرشد، والد گرامی سید لعل حسین شاہ آکر بیٹھے تھے، ایک جھونپڑی بنائی تھی، اُس وقت یہ جنگل بیابان تھا۔ آپ نے کیا کیا؟ ایک نشان جھنڈا لگا دیا۔ بس جھنڈے کو دیکھتے رہتے، دن رات یادِ الٰہی میں اپنا وقت بسر کرتے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو یادِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی میں وقف کیا، اور انہیں کی برکت سے آج اس نشان کے صدقے یہاں اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر بن گیا ہے۔ اللہ کے ولیوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ ایک نشان قائم کرتے ہیں یعنی جھنڈا لگاتے ہیں تو دوسرا نشان یعنی مسجد تعمیر ہو جاتی ہے۔ بری سرکار دیکھو مسجد بنی ہوئی ہے۔ داتا صاحب نے بھی پہلے مسجد کی بنیاد رکھی، جس بھی دربار پر جاؤ مسجد ضرور بنی ہوگی۔ اللہ والے جہاں جا کر بیٹھے ہیں وہاں مسجد کی بنیاد رکھتے ہیں؛ اِس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو اللہ کے بندے یہاں آئیں گے وہ اِس مسجد میں نماز پڑھیں گے، اللہ اللہ کریں گے، اللہ کا گھر آباد ہوگا۔ ہم اللہ کا گھر آباد کریں گے اللہ ہمارے گھروں کو آباد کرے گا۔

اللہ کے دوستوں، اللہ کے نبیوں کو اپنی اولاد کی بہت خوشی ہوتی ہے، یہ بھی

خوشیاں مناتے ہیں اور اللہ بھی خوشیاں مناتا ہے۔ اِسی لیے ہماری اولاد، ہمارے پوتے پوتیوں کے بارے میں کبھی کوئی بے ادبی، بد گمانی نہ کرنا۔

غوثِ اعظم متّقی ہر آن میں

چھوڑا دودھ ماہِ رمضان میں

مرشِد زادے دنیا میں آتے ہی اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ رسول پاکؐ کو پتا تھا کہ میرے چھوٹے چھوٹے نواسے جو میرے کندھوں اور پیٹھ پر کھیلتے ہیں قیامت تک ان کی اولاد اللہ اور اللہ کے رسول کا راستہ دکھاتی رہے گی۔ اللہ والوں کی اولاد ہونے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کا راستہ دکھاتے ہیں۔

میں عاجزمسکین! آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، آپ لوگوں کے آنے کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ میری اِس خوشی میں شامل ہوئے، جو نہیں آسکے اور دل میں محبت رکھتے ہیں وہ بھی شامل ہیں۔

دوستانِ محترم عزیز ساتھیو! مرشد کی باتیں مرشد کا پیغام غور سے سنا کرو یہی اسم اعظم ہوتا ہے، یہی فیض اور یہی تعلیم ہوتی ہے۔ اِس گفتگو پر خود بھی عمل کریں اور اللہ کی مخلوق تک یہ پیغام پہنچاتے رہیں۔ عزیز ساتھیو! عرصہ دراز سے مرشد نے مجھے حکم دیا اور میں آپ کے سامنے حاضر خدمت ہوں۔ سب سے بڑی چیز مرشد کا حکم ہوتا ہے جس نے حکم مان لیا وہ اِس دنیا میں بھی کامیاب اور اُس دنیا میں بھی کامیاب۔ کڑی سے کڑی جڑتی ہے، ہم ویسے ہی یہاں نہیں بیٹھے ہوئے، اگر آپ ہمارا حسب نسب دیکھیں تو یہی کڑی جڑتے جڑتے غوثِ اعظم شہنشاہ بغداد تک پہنچ جاتی ہے۔ عزیز ساتھیو! آج بہت بڑی خوشی کا موقع ہے، میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ سے مبارک وصول کرتا ہوں اور آپ سب کو مبارک پیش کرتا ہوں۔

اے مریدو! عقیدت مندو! جس طرح آپ لوگ یہاں آکر ہمیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اُسی طرح ہم بھی آپ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ مرشد سے سچی محبت

رکھتے ہیں سچی عقیدت رکھتے ہیں، اگر وہ اپنے گھروں میں بھی بیٹھے رہیں اُن تک فیض پہنچتا رہتا ہے۔ لیکن آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ ہمارا دیدار کریں اور ہم آپ کا دیدار کریں۔

اللہ تعالیٰ کو دیدار اور زیارت اتنی پسند ہے کہ اپنے محبوب کو زیارت کے لیے معراج پر بلا لیا۔ اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿سُبحٰنَ الَّذی أَسریٰ بِعَبدِهِ لَیلًا مِنَ المَسجِدِ الحَرامِ إِلَى المَسجِدِ الأَقصَا الَّذی بٰرَكنا حَولَهُ لِنُرِيَهُ مِن ءايٰتِنا﴾ (الاسراء:۱) اے محبوب عرش معلی پر آجاؤ، کعبہ سے سفر شروع کرو، بیت المقدس میں انبیا کی امامت کرواؤ، نبیوں سے ملاقات کرو۔ اِس مقام پر آجاؤ جہاں کوئی نہیں جا سکتا، جہاں جبرائیل علیہ السلام کے پر بھی جلتے ہیں۔ وہاں پانچ نمازیں فرض ہوئیں، اللہ تعالیٰ ایک ہی بار میں پانچ نمازیں دے سکتا تھا، لیکن بار بار جانا رب کا دیدار کرنا تھا۔ بار بار دیدار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے کہا: اے میرے محبوب! جو پانچ نمازیں پڑھے گا اُسے پچاس کا ثواب ملے گا۔ جو بار بار دیدار کے لیے آتا ہے وہ فیض یافتہ لوٹتا ہے۔

میں عاجز مسکین آج اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے عازب لعل کو ایک شہزادہ عطا فرمایا۔ عازب لعل کی پیدائش پر میری خواہش پیدا ہوئی کہ میں اپنی تیسری نسل بھی دیکھوں، اور اگر اللہ عازب لعل کو بیٹا عطا فرمائے تو میں اِس کا نام لاثانی رکھوں گا۔ میرے بیٹے کا نام عازب لعل گیلانی عرف عبد القادر ثانی اور پوتے کا نام عشارب لعل گیلانی عرف لاثانی ہے۔

وعظ–۷

تلاوتِ قرآن کی فضیلت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ (العنکبوت:۴۵) اے محبوب کریم! جو کتاب آپ پر وحی کی گئی اس کی تلاوت

کرو اور نماز قائم کرو۔ اللہ تعالی کو قرآن عظیم کی تلاوت بہت پسند ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ فرماتا ہے: جو شخص قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتا ہے اگر اسے دعا مانگنے کا وقت نہ ملے تو اللہ تعالی اسے مانگنے والوں سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔ یہ قرآن پاک کی فضیلت اور شان ہے۔ صبح و شام جب موقع ملے قرآن پاک کی تلاوت کر لیا کریں۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے لیکن قریش مکہ کو یہ بات بہت ناپسند تھی۔ آپ کو اتنا ستایا گیا کہ آپ ہجرت پر مجبور ہو گئے اور آپؓ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ آنحضور ﷺ نے انہیں ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب آپ چل پڑے تو راستے میں کفار مکہ کے سردار ابن دغنہ مل گیا ۔ پوچھنے لگا ابو بکر کدھر جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: میری قوم نے مکہ میں میری زندگی تنگ کر دی ہے۔ وہ بولا: آپ جیسا رحم دل، غریب پرور، یتیم پرور، مساکین کا حامی کوئی نہیں۔ یہ اچھا نہیں لگتا کہ آپ اپنا شہر چھوڑ کر جائیں۔ اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مکہ واپسی پر آمادہ کر لیا اور منزل بہ منزل ساتھ چلتا ہوا مکہ لے آیا۔ قریش کے سرداروں کو جمع کر کے اس نے اعلان کیا کہ میں نے ابو قحافہ کے بیٹے کو پناہ دی ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے انسان کو مکہ سے نہیں نکالا جا سکتا۔ اب کوئی ان سے بھلائی کے سوا کچھ اور سلوک نہ کرے۔

قریش کے سرداروں نے کہا کہ ”ہمیں خطرہ ہے کہ اس سے قرآن سن کر ہمارے بچے اور عورتیں فتنے میں نہ مبتلا ہو جائیں ۔ آپ ان کو کہیں کہ یہ اپنے گھر سے باہر قرآن پڑھ کر ہمیں اذیت نہ دیں ۔ اپنے گھر میں جس طرح چاہیں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔

ابن الد غنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے شہر پہنچا کر اور قریش مکہ کو خبر دار کر کے واپس اپنے قبیلہ میں چلا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں مسجد بنالی ۔ وہ نماز کے دوران بلند آواز سے تلاوت کلام پاک کرتے تو قریش کے بچے ان کے گھر کے سامنے اکٹھے ہو جاتے، وہ قرآن سنتے اور آپ سے متاثر ہوتے۔ قریش کے

سرداروں کو یہ بات نہ بھائی اور انہوں نے دغنہ سے شکوہ کیا کہ آپ اپنا امان واپس لیں یا انہیں کہیں کہ یہ اپنے گھر میں خاموشی سے قرآن پڑھا کریں۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق نے ان کی بات نہ مانی اور امان واپس کر دیا اور کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہے۔

صحابہ کرام نے ہر حال اور ہر موقع پر قرآن اور نماز کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں بھی قرآن اور نماز دونوں کا حکم ارشاد فرمایا۔ جب نبی پاک ﷺ قرآن پڑھتے تھے تو مشرکین مکہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے۔ قرآن ایسا عظیم کلام ہے جس نے سنا اور سمجھا وہ ایمان لے آیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ (ق: ۴۵) یعنی جو وعید سے خوف کھائے اسے قرآن سے نصیحت کریں۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الذاریات: ۵۵) اور قرآن سے نصیحت فرمادیں کہ یہ نصیحت مومنین کو فائدہ دیتی ہے۔ یہ قرآن جب پڑھا جاتا ہے اس کے احکام سنائے جاتے ہیں تو اس کا مومنین کو فائدہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کرو تاکہ لوگوں کو اس کا فائدہ ہو۔

یہ قرآن ایسا کلام ہے کہ اللہ تعالی نے قیامت تک اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹) بیشک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ (العنکبوت: ۴۵) اے محبوب کریم! جو کتاب آپ پر وحی کی گئی اس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ یعنی نماز میں قرآن کی تلاوت کرو۔ ﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ﴾ (العنکبوت: ۴۵) بے شک نماز بے جا اور فضول ناشائستہ حرکات سے روکتی ہے۔ (۲۵ نومبر ۲۰۱۶)

وعظ–۸

نماز کی حکمتیں

آج میں نماز کی کچھ حکمتیں بیان کرنا چاہتا ہوں، بہت اہم گفتگو ہوتی ہے اس کو ذہن نشین کر لیا کریں اگر ہم ایک ایک حکمت کو سمجھ جائیں تو اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہ سکتے۔ کل پیر عازب سرکار اپنی تقریر میں نعمت عظیم کے بارے میں بیان فرمارہے تھے کہ سب سے بڑی نعمت نبی پاک ﷺ کی ذات پاک ہے ﴿فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (سورۃ الرحمن) تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو نظر انداز کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ ہم ان کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتے۔ نبی پاک ﷺ معراج شریف پر تشریف لے گئے، اللہ تعالی سے ہم کلام ہوئے، تو اللہ تعالی نے واپسی پر نماز کا تحفہ عطا فرمایا، پچاس نمازیں تحفے میں ملیں۔ موسی علیہ السلام راستے میں ملے، انہوں نے کہا: جائیں معافی کروائیں۔ حضور ﷺ بار بار گئے تو پانچ باقی رہ گئیں۔ ایک بار میں ہی پانچ ہو سکتی تھیں لیکن حکمت یہ تھی کہ بار بار ملاقات ہو۔ اور آپ اسی لذّت کے حصول میں بار بار رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بعض علما اور مفسرین فرماتے ہیں کہ آپؐ پانچ مرتبہ تشریف لے گئے، پانچ مرتبہ جانے سے پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جب بندہ پانچوں وقت نماز پڑھتا ہے تو اُسے معافی مانگنے کا موقع ملتا ہے۔ پانچ نمازوں میں ایک تو رب تعالی نے ہمیں اپنے دیدار کا موقع عطا فرمایا، پانچ مرتبہ معافی مانگنے کا موقع عطا فرمایا، اگر پانچ مرتبہ معافی مانگی جائے میرا نہیں خیال کہ اس کی مغفرت اور بخشش نہ ہو۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کے گھر کے سامنے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اِس میں غوطہ لگائے، غسل کرے تو اُس کے جسم پر کوئی میل رہ سکتی ہے؟ یوں گناہگار بندہ پانچ مرتبہ مسجد آتا ہے، نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ دھل جاتے ہیں اور اُس کا روحانی غسل ہو جاتا ہے اور توبہ قبول ہوتی ہے۔

پانچ حواس

اِس کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پانچ حواس عطا فرمائے۔ وہ پانچ حواس کون کون سے ہیں؟ دیکھنا، سُننا، سونگھنا، ذائقہ چکھنا، گرمی سردی کو محسوس کرنا۔ یہ پانچ حواس انسان کے لئے بہت ضروری ہیں۔ یوں بندہ پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی پانچ نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے، اِن پانچ حواس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اِس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں یہ پانچ حواس ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک حس میں بھی کوئی مسئلہ ہو جائے تو انسان کے لیے بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے پریشانی بن جاتی ہے۔ اِس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کھانا پینا عطا کیا یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے، گرم سرد لباس بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کے علاوہ سکونت گھر جس کے اندر انسان رہائش رکھتا ہے یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ مردوں کیلئے عورت اور عورتوں کے لئے مرد یعنی شادی کرنا بھی بڑی نعمت ہے کہ اِس کے بغیر انسان کی نسل آگے نہیں بڑھ سکتی۔ سواری کے بغیر کوئی سفر نہیں ہو سکتا۔ جو شخص پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے سمجھو وہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان نعمتوں میں برکتیں عطا فرماتا ہے۔ ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراہیم:۷) اور جب تمہارے رب نے کہا: اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر کفر کروگے تو میرا عذاب بہت شدید ہے۔

پانچ غسل

مسلمانوں کی صفائی اور پاکی کے لئے پانچ غسل مقرر ہوئے۔ پہلا غسل حالتِ جنابت میں ہوتا ہے، دوسرا حیض کا غسل، تیسرا انفاس کا غسل، چوتھا اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہے تو اِس سے پہلے غسل کرتا ہے، پانچواں غسل مرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ اگر یہ پانچواں غسل نہ ہو تو جنازہ نہیں ہوتا۔ یہ پانچ غسل شریعت نے مقرر کیے ہیں۔

پانچ مشکل گھڑیاں

اِس کے علاوہ ایک اور نکتہ یہ بھی ہے کہ انسان پر پانچ مشکل گھڑیاں آتی ہیں جو شخص پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے اس کے لیے وہ پانچ مشکل گھڑیاں آسان ہو جائیں گی۔

۱. پہلا مشکل وقت موت کا ہے، جب موت کا فرشتہ آئے گا تو وہ مشکل وقت ہو گا لیکن نیک اور ایماندار لوگوں کے لئے آسانی ہو گی۔

۲. دوسرا مشکل وقت قبر کا ہے یعنی حساب کتاب کا وقت۔

۳. تیسرا حشر کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے

۴. چوتھا پل صراط سے گزرنے کا وقت ہے۔

۵. اور پانچواں جنت میں داخلے سے پہلے کا وقت ہو گا۔

یہ پانچ مختلف اور مشکل مراحل ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے اُس کے لیے یہ پانچ مشکل اوقات آسان ہو جاتے ہیں۔

آج سے پہلے یہ حکمتیں آپ نے نہیں سنی ہو گی۔ یہ باتیں درویش لوگوں سے ملتی ہے۔ اِسی کو کہا ہے: جس نے اپنی پہچان کی اُس نے رب کی پہچان کی۔ یہ انسان ایک بند لفافے کی مثال ہے، اِس کے اندر پوری کائنات موجود ہے۔

میں عاجز مسکین آپ کے سامنے پنجتن پاک کے قدموں کی خاک اور دھول اور مرشد کا غلام بیٹھا ہوں۔ اگر کوئی پنجتن پاک کی غلامی نہیں کرتا تو بے شک نماز پڑھتا رہے اور روزے رکھتا ہے، شیطان بھی بڑی توحید کی باتیں کرتا ہے۔ سجدے اُس نے بھی بہت کئے لیکن غلامی کے بغیر نجات بہت مشکل ہے۔ غلام کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے تن من دھن سے زیادہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ کرے۔ جو شخص پانچ نمازیں پڑھتا ہے وہ بدنی طور پر اللہ تعالی کے اتنے شکریے ادا کرتا ہے کہ اُس کی نجات اور مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور جو پنجتن پاک کا غلام ہو اُس کے لیے تو کوئی شک کی بات ہی نہیں۔ پنجتن پاک کا غلام کون ہے اس سے تو کتابیں بھری ہوئی ہیں، خواجہ معین الدین

چشتی فرماتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

دین است حسین دین پناہ است حسین

یہ بھی پنجتن پاک کے غلام ہیں، اِسی طرح میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں:

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زیانی

میاں محمد بخش بھی پنجتن پاک کے غلام ہیں۔ بری سرکار دیکھو پنجتن کے غلام۔ غوث پاک جیلان کے رہنے والے تھے اور عراق گئے، اپنے علم کی منازل طے کیں۔ غوث تو آپ ازل سے ہی تھے۔ آپ فرماتے ہیں: میں پڑھتے پڑھتے قطب بن گیا۔ جو بچہ پڑھتے پڑھتے قطب بن جائے تو آپ حساب لگائیں اس کی اگلی عمر میں اُس کا مقام کیا ہو گا۔ حضور نے فرمایا: میں بول نہیں سکتا تھا کیونکہ میں عجمی تھا۔ اب اگر یہاں کا کوئی بندہ سعودی عرب جائے، اُسے کہا جائے کہ تم عربی بولو تو نہیں بول سکتا؛ کیونکہ اُس کی مادری زبان عربی نہیں۔ حضرت غوث پاک فرماتے ہیں: میرے نانا جان نبی پاک ﷺ آ گئے، فرمایا: اے بیٹے! وعظ کرو۔ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ فصیح عرب ہیں اور بڑے عالم ہیں، مجھے ان کے سامنے بولنے میں شرم آتی ہے، یہ نہیں کہ غوث پاک کے پاس علم نہیں تھا۔ ولی اگر کسی سے نہ بھی پڑھے تو وہ علم رکھتا ہے۔ حضرت علی کس سے پڑھے ہوئے تھے؟ وہ ہر مسئلے کا حل بتاتے تھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: دنیا کے علم کا کوئی بھی مسئلہ مجھ سے پوچھو تو لوحِ محفوظ میرے سامنے ہوتی ہے۔ شہنشاہ بغداد نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے شرم آتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اپنا منہ کھولیں، سات مرتبہ پھونک ماری، یہ علم کا شہر تھا۔ حضرت علی سے عرض کی کہ آپ بھی مہربانی فرمائیں، اب اگر کوئی کہے کہ نبی پاک ﷺ نے مہربانی فرمائی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مہربانی کی کیا ضرورت ہے؟ اب اگر اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں ہی دینی تھیں تو بار بار بلانے کا کیا مقصد؟ ایک ہی مرتبہ پانچ دے دیتا، درمیان میں موسیٰ علیہ السلام کے کلام کی ضرورت کیا تھی۔ یہ

حکمت ہوتی ہے، حضرت علی کی شان کو بھی ظاہر کرنا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ پھونک ماری۔ غوث پاک نے عرض کی: دادا جان! آپ نے چھ مرتبہ مہربانی فرمائی، اور نانا جان نے سات مرتبہ اِس کی کیا حکمت ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: سات مرتبہ میں بھی مار سکتا تھا لیکن اِس طرح کرنے سے نانا جان کی برابری ہو جاتی۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے شانِ علی ظاہر کرنی تھی۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر جگہ اہل بیت اور حضرت علی کی شان کو ظاہر کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض تقسیم کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضرت علی نے بھی نوازنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ کوئی حسن اور حسین بنا دیے تو کوئی زین العابدین بنائے، کوئی امام رضا بنے، کوئی لال شہباز قلندر بنے، کوئی علی ہجویری بن گئے تو کوئی بری امام بنے، کوئی لعل شاہ قلندر مری والے بنے، کوئی لعل شاہ سندر والے بنے، کوئی عازب لعل اور کوئی عشارب لعل بن گئے۔ تو جو پنجتن پاک کی غلامی سے انکار کرے تو وہ شیطان ہے۔ اسی طرح جو اللہ کے ولیوں اور مرشد کے در سے روکے وہ بھی شیطان ہے۔ إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لِلْإِنسَٰنِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

کل ہم جہلم میں ایک مختصر بیان کر رہے تھے۔ ہم نے کہا: ہم لوگ تو آپ کے بلانے پر یہاں آئے ہیں، وعظ کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ اب ہمارے جانے کے بعد اگر کوئی ہماری مخالفت کرتا ہے تو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ وہ اپنا ایمان ضائع کرے گا۔ اگر کوئی خدا کی ربوبیت کا انکار کرتا ہے تو اس سے خدا کو فرق نہیں پڑتا البتہ وہ کافر ضرور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کا انکار کرتا ہے تو آپؐ کے مرتبے میں تو کمی نہیں آتی۔ اس لیے گستاخوں سے بچیں کیونکہ یہی اصل شیطان ہیں۔ (۱۶ دسمبر ۲۰۱۶)

وعظ۔۹

نمازوں کے اوقات

فجر کی نماز

فجر کا وقت اللہ تعالیٰ نے سورج طلوع ہونے سے پہلے مقرر فرمایا ہے۔ یہ بہت خوبصورت وقت ہوتا ہے، اِس کی حکمت یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ جنت میں نہ دن ہوگا نہ رات، نہ سردی ہوگی نہ گرمی، ایک نورانی سماں ہوگا، نورانی وقت ہوگا، جیسے فجر کا وقت ہوتا ہے۔ اور جنت میں دیدارِ الٰہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کے لیے فجر کے وقت کو مقرر فرمایا۔ فجر کا وقت دیدارِ الٰہی کا وقت ہے۔ دنیا میں جو لوگ فجر کی نماز پڑھتے ہیں وہ یہ تصور رکھیں کہ وہ اللہ کے دیدار کے لیے جا رہے ہیں۔ اور فجر کی نماز پڑھنے والوں کے لئے ﴿هَلْ جَزَاءُ الإِحسٰنِ إِلَّا الإِحسٰنُ﴾ (الرحمن: ٦٠) کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں۔ جنہوں نے فجر کا دیدار کیا بروز محشر انہیں حضوری اور دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔

ظہر کی نماز

ظہر کی نماز اس لیے مقرر ہوئی کہ ظہر کے وقت دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جاتا ہے۔ اور اس وقت دوزخ پکار پکار کے کہتی ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المومنون: ۱-۲) بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں خشوع اپناتے ہیں۔ اسی لیے ہمیں ظہر کی نماز عطا فرمائی گئی کہ جب دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہو تو مسلمان نماز میں مشغول ہوں۔ لہذا رب دیکھ رہا ہوتا ہے کہ دوزخ کے بھڑکتے وقت حضور ﷺ کے امتی نماز میں کھڑے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے جو مومنین نماز ظہر ادا کرتے ہیں ان پر اللہ دوزخ کی آگ حرام قرار دے گا۔

اس کی دوسری حکمت یہ ہے کہ نماز ظہر کے فرض ہونے سے قبل کچھ لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے، جب سورج چڑھنا شروع کرتا تو وہ اس کی پوجا کرتے۔ اس لیے مومنین کو یہ حکم دیا گیا کہ جب یہ سورج ڈھلنا شروع ہو تو تم لوگ حقیقی خدا کی عبادت کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ لہذا ظہر کا وقت مقرر ہوا۔

عصر کی نماز

عصر کے وقت ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیے جاتے ہیں، جو عصر سے لے کر فجر تک بندے کے ساتھ رہتے ہیں۔ فجر کے وقت وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے؟ اے فرشتو! تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں پایا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: یا رب العالمین! جب ہم وہاں گئے تو وہ نمازِ عصر پڑھ رہے تھے اور جس وقت واپس آئے تو وہ نمازِ فجر پڑھ رہے تھے۔ اُس وقت ارشاد ہوتا ہے: اے فرشتو! دیکھو تم کہتے تھے کہ یہ بندے خوں ریزی کریں گے، فساد کریں گے، آج میرے بندے مسجد میں عبادت میں مصروف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بڑے فخر سے بتاتے ہیں۔

مغرب کی نماز

نمازِ مغرب کی حکمت یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ نماز حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی۔ وہ اس طرح کہ جس وقت آپ کی توبہ قبول ہوئی وہ وقتِ مغرب تھا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نماز ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ نماز اس قدر پسند آئی کہ اسے مومنین پر فرض قرار دے دیا۔ اِس لئے جو شخص نمازِ مغرب پڑھتا ہے اس نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی دن بھر کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔

عشا کی نماز

عشا کی نماز پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ جو شخص نمازِ عشا پڑھے گا وہ چار طرح کی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا: پہلی موت کی سختی، دوسری عذاب قبر سے نجات، تیسری قیامت کے ہول سے حفاظت اور چوتھی دوزخ سے بے خوفی۔ یہی چار مشکل مقامات ہیں اور اللہ تعالیٰ نماز عشا کی بدولت مومنین کو ان سے محفوظ رکھے گا۔

اسلام سے پہلے کسی بھی مذہب میں عشا کا وقت عبادت کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا۔ اور وہ اپنی تقریبات شادی بیاہ وغیرہ عشا کے وقت ہی رکھتے ہیں۔ لیکن آج کل کے مسلمانوں میں بھی یہی قباحتیں اور غفلتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی آج کے مسلمان بھی ساری رات تقریبات میں گزار کر فجر کے وقت سو جاتے ہیں۔ آج کل تو مذہبی تقریبات بھی رات کو ہوتی ہیں، میلاد شریف کی محفلیں یا دیگر محافل رات کو رکھی جاتی ہیں۔ ان محافل میں شرکت کرنے والے اکثر فجر کی نماز سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہاں کچھ ایسے معاملات ہیں کہ ہم ان پر زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے حکمت کے تحت بندے کو خاموش رہنا پڑتا ہے۔ اختصار ہی بات پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اِس لیے عشا کی نماز مومنین اور غیر مومنین میں فرق کرتی ہے۔ نماز تو ویسے بھی مومن اور کافر کے درمیان فرق کرتی ہے۔ اگر کسی جگہ کافر اور مسلمان اکٹھے ہوں اور نماز کا وقت آ جائے تو مسلمان نماز پڑھے گا جس سے یہ واضح ہو جائے گا یہ مسلمان ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ عشاء کی نماز کے لیے بہت دیر سے آئے حتیٰ کہ صحابہ کرام کو نیند آنے لگی۔ وہ سونا شروع ہو گئے، جب آپؐ تشریف لائے اور نماز پڑھائی تو فرمایا: لوگو! خوش ہو جاؤ، مسلمانو خوش ہو جاؤ، کہ یہ وقت صرف اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مخصوص فرمایا ہے، تاکہ تم لوگ اللہ کے ذکر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ نہ کے غافلوں میں۔ (۲۳ دسمبر ۲۰۱۶ - ۳ فروری ۲۰۱۷)

وعظ۔۱۰

نماز کے سات فرائض

آج کا میرا موضوع نماز کے سات فرائض ہیں۔ میں اِن کے بارے میں وضاحت کروں گا۔ نماز کے اندر یہ سات فرائض کیا ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا فرض: تکبیر تحریمہ ہے، جب بندہ ہاتھ کانوں تک لے جاکر اللہ اکبر کہتا ہے تو اِسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا فرض نماز میں قیام کرنا یعنی کھڑے ہو جانا ہے۔

۳۔ تیسرا فرض قرات کرنا؛ یعنی الحمد شریف پڑھنا اور اِس کے ساتھ کوئی سورت پڑھنا۔ اگر یہ نہ پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی۔

۴۔ چوتھا فرض رکوع کرنا۔

۵۔ پانچواں سجدہ کرنا۔

۶۔ چھٹا التحیات میں بیٹھنا، جسے قعدہ کہتے ہیں۔

۷۔ اور ساتواں فرض دونوں طرف سلام پھیرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز میں یہ سات فرائض ہی کیوں رکھے؟ یہ اُس کی حکمتیں اور راز ہیں جو انسان کی سمجھ سے باہر ہیں۔ بعض باتیں کتابوں سے ملتی ہیں اور بعض نبی پاک ﷺ کے غلاموں اور درویشوں سے پتا چلتی ہیں۔ کیونکہ اِن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، وہ اُس کا کرم ہوتا ہے، جب دل روشن ہوتا ہے اور عُقدے کھلتے ہیں تو اِس علم کو علم لدنی کہا جاتا ہے۔ ایک ظاہری علم ہے اور ایک باطنی علم ہے۔ نماز بھی دو طرح کی ہے: ایک ظاہری نماز ہے اور ایک اس کا باطن ہے۔ لیکن ہمیں اتنی گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں۔

نماز میں سات فرائض ادا کرنے کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو سات اجزا

سے بنایا۔

۱- اِن میں سب سے پہلا جزو خون ہے۔

۲- دوسرا گوشت ہے۔

۳- تیسرا رگیں۔

۴- چوتھا ہڈیاں۔

۵- پانچواں جزو پٹھے۔

۶- چھٹا جزو دماغ۔

۷- اور ساتواں جزو کھال ہے۔

انسان جن سات اجزا سے مل کر بنا ہے وہ ان کا شکر ادا نہیں کر سکتا، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز میں سات فرائض مقرر فرمائے تا کہ جب بندہ نماز پڑھے تو ہر ایک جزو کا شکر ادا کرے۔ فرمایا: جس بندے نے نماز کے سات فرائض ادا کیے تو اللہ تعالیٰ اس کے اِن سات اجزا کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے گا۔ یہ ہے سات فرائض کی حکمت اور حقیقت۔ اس لیے جب آپ لوگ اب نماز پڑھیں تو یہ ذہن نشین کر لیں کے نماز کا مطلب اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ (۲۴ فروری ۲۰۱۷)

وعظ-۱۱

کعبے کی طرف منہ کرنا اور حکم ماننا

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالی ایک فرشتے کو مقرر فرماتے ہیں، وہ فرشتہ آتا ہے اور منادی کرتا ہے: اے لوگو! اُٹھو، تم نے جو گناہوں کی آگ جلا رکھی ہے اُسے بجھاو، اسے ٹھنڈا کرو۔ جو لوگ اٹھتے ہیں، وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں، وہ اس آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں، اور اِن کی بخشش اور نجات ہو جاتی ہے۔ اس آگ کے بارے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ کیسے جلتی ہے، بندہ نمازیں بھی پڑھتا رہتا ہے

اور ہر دو نمازوں کے درمیانی وقفے میں جو غلطی، گناہ، یا خطائیں سرزد ہوتی ہیں، یا بندہ کاروباری معاملات میں جو جھوٹ بولتا ہے تو وہ دراصل یہ آگ جلا رہا ہوتا ہے۔ اِس آگ کو بجھانے کے لئے آپؐ کے ارشاد کے مطابق فرشتہ آتا ہے، کہتا ہے: اٹھو جو گناہوں کی آگ تم نے جلائی ہے اِسے سرد کرو، ٹھنڈا کرو۔ جب بندہ اٹھتا ہے، نماز پڑھتا ہے تو وہ آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

ابتدائے اسلام میں جب نماز فرض ہوئی، نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو اُس وقت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی؛ کیونکہ بیت المقدس پہلے انبیا کا قبلہ رہا ہے اِس قبلے کی حقیقت اور سچائی کو ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ رسالت مآب ﷺ کی آمد کی پیشن گوئیاں آپؐ سے پہلے بہت سے انبیا نے کی۔ اِن تمام انبیا کے برحق اور سچے ہونے کی تصدیق کی خاطر کچھ عرصہ آپؐ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

زمین کی تخلیق خانہ کعبہ سے ہوئی

خانہ کعبہ کی فضیلت بیت المقدس سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶) بے شک لوگوں کے لیے خدا کا پہلا گھر مکہ کے اندر خانہ کعبہ ہی ہے۔ بیت المقدس ایک نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا، جبکہ خانہ کعبہ پانچ نبیوں نے تعمیر کیا۔ اِس واسطے خانہ کعبہ کی فضیلت زیادہ ہوئی۔ پھر دنیائے عالم میں پہلا گھر بھی خانہ کعبہ ہی ہے۔ جب دنیا میں ہر طرف پانی ہی پانی تھا، اُس وقت فرشتوں کے قبلے بیت المامور کے عین نیچے پانی میں سفید رنگ کی جھاگ نما چیز نمودار ہوئی۔ یہ اس دور کی بات ہے جب دنیا میں کہیں بھی خشکی نہیں تھی بس پانی ہی پانی تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین تخلیق کرنا چاہی تو خانہ کعبہ والی جگہ سے ہی خشکی نمودار ہونا شروع ہوئی۔ خانہ کعبہ اس کرہ ارض کا وسط ہے۔ اسی وسط سے زمین نمایاں

ہونا شروع ہوئی اور جہاں تک اللہ نے چاہا بنتی گئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

خانہ کعبہ پانچ نبیوں نے بنایا۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا تو آپ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ پھر طوفانِ نوح آیا تو مختلف روایات میں ہے کہ خانہ کعبہ کو آسمان پر اٹھالیا گیا، اُس پانی سے خانہ کعبہ کا کوئی نقصان کوئی بے حرمتی نہیں ہوئی۔ جب پانی اترا تو ایک سرخ ٹیلہ نمودار ہوا، پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اِس کی تعمیر کی۔ بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ازسر نو بنیادوں سے اسے تعمیر کیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام اِس گھر کی دیواریں اُٹھا رہے تھے تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرۃ:۱۲۷) اے ہمارے رب! ہماری اِس محنت، اِس کاوش کو قبول فرما۔ یہ دعا عاجزی وانکساری ظاہر کرتی ہے، جیسے اگر کسی بچے کو ماں باپ یا مرید کو مرشد کوئی حکم کرے کہ یہ کام کرو، تو وہ بندہ کام بھی کرتا ہے اور دل میں دعا بھی کرتا ہے: یا اللہ جو کام میں کر رہا ہوں اسے میرا مرشد یا میرے ماں باپ قبول کرلیں، اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں صحیح طریقے سے اِس خدمت کو سرانجام دے سکوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی وجہ سے دعا کر رہے تھے۔ اے ہمارے رب ہماری اس کاوش، اس محنت کو قبول و منظور فرما۔ سو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور آخر میں خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر فرمائی۔ ذہن میں یہ خیال ہوتا ہے کہ جو بندہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے تو اُسے ۵ نبیوں کا فیضان حاصل ہوتا ہے، وہ ان کا وسیلہ بھی پیش کر رہا ہوتا ہے کہ اے اللہ! ان نبیوں کے وسیلے سے میری یہ نماز قبول و منظور فرما۔

کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم کیوں ہے؟

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا، یعنی اللہ کی جتنی بھی مخلوقات

ہیں ان میں انسان سب سے افضل ہے۔ مخلوق سے مراد اللہ کی تمام تخلیقات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، ہر چیز حتیٰ کہ انسان کو فرشتوں سے بھی زیادہ فضیلت عطا فرمائی۔ چاند سورج ستارے یہ سب مخلوق ہیں، اِس کا مطلب ہے انسان کو کعبے سے بھی زیادہ فضیلت عطا فرمائی گئی، کیونکہ کعبہ بھی مخلوق میں شامل ہے۔

اللہ کو اپنی تمام مخلوق میں سے انسان کو اشرف المخلوق بنا کر حکم دینا بہت پسند آیا۔ پھر جس نے حکم عدولی کی وہ لعنت کا مستحق ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بنایا اور آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں کی فضیلت تھی، وہ نوری تھے آپ خاکی تھے۔ لیکن آپ کو اشرف المخلوق کا لقب ملا، تو فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے۔ اِنسان کی تخلیق سے پہلے فرشتوں کا مقام زیادہ تھا کیونکہ فرشتے نوری ہیں۔ اس وقت فرشتوں کا سردار شیطان تھا، جس کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ نور اور آگ یہ دونوں (عناصر) مٹی سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے مرتبے والو، بلندی والو، عزت والو! میں نے مٹی کا ایک قالب تیار کیا ہے تم سب اس کو سجدہ کرو۔ جب اللہ کا حکم ہوا تو فرشتوں نے کوئی عذر ظاہر نہیں کیا کہ ہم تو بڑے مرتبے والے ہیں، ہماری تخلیق نور سے ہے ہمیں خاک کے سامنے کیوں جھکایا جا رہا ہے۔ اللہ کے حکم پر تمام فرشتے جناب آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی مگر شیطان نے انکار اور حکم عدولی کی۔ شیطان نے اپنی سوچ کے مطابق کہا: اے اللہ! تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے، آدم مٹی سے پیدا ہوا ہے اس لئے میری شان اِس سے زیادہ ہے، میں اِس کے سامنے سجدہ نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۳۴) مگر ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ جب اُس نے انکار کیا تو لعنت کا طوق اُس کے گلے میں پڑ گیا۔ اِس سے پتا چلا کہ جب اللہ کا حکم آ جائے تو پھر چھوٹا بڑا نہیں دیکھا جاتا، اُس وقت کوئی سوچ، دلیل، علم، منطق نہیں چلتی، اُس کے حکم کو ماننا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ حکم کی شان ادب سے بھی زیادہ ہے۔ شیطان نے کہا: اللہ میں تیرا ادب کرتا ہوں، تیرے ہی سامنے سجدہ کرتا ہوں، تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا تیری عبادت، تیری نمازیں، تیرے سجدے، تیرا ادب، تیری ادائیں سب ضائع ہو گئیں، کیونکہ تونے میرا حکم نہیں مانا۔

جب انسان کو یہ شان ملی کہ فرشتوں نے اِسے سجدہ کیا تو انسانوں میں بھی تکبر اور غرور آگیا۔ حضور ﷺ کی امت کو اس تکبر اور غرور سے بچانے کے لیے پتھر کا ایک گھر بنا کر اشرف المخلوق کو کعبے کے آگے جھکا دیا گیا تا کہ یہ اپنے دل میں تکبر اور غرور نہ کرے۔ اب ہم جو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے ہیں تو کعبے کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ کعبے کی سمت میں سجدہ کرتے ہیں، ہمارا سجدہ اللہ کے لیے ہی ہے لیکن اس کی سمت کعبے کی طرف ہے۔ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے پھر جب اللہ کا حکم آیا تو دورانِ نماز نبی پاک ﷺ نے اپنا منہ خانہ کعبہ کی طرف موڑ لیا۔ اُس دن سے مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ بن گیا۔

آج یہودی اور نصرانی خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت نہیں کرتے، انہوں نے اللہ کا حکم نہ مانا سو کافر کہلائے، اور شیطان کے راستے پر ہو گئے۔ پہلے تمام نبی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اِس لیے ان میں تفریق کرنا بہت مشکل تھا کہ یہودی کون ہے؟ نصرانی کون ہے؟ اور مسلمان کون ہے؟ سارے یہی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بیت المقدس کو ماننے والے ہیں۔ اللہ نے فرشتوں اور شیطان میں اس طرح فرق واضح کیا کہ فرشتوں نے سجدہ کیا اور شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ اِسی طرح جب خانہ کعبہ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف سے منہ پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف کر لو، اِس حکم سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانتا ہے اور کون نہیں مانتا؟ جب نبی پاک ﷺ نے خانہ کعبہ کی طرف منہ پھیرا تو یہودیوں اور نصرانیوں نے اعتراض کیا۔ جس نے نبی پاک ﷺ کا حکم مانا وہ مسلمان ہوا

اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔ اِس ایک عمل سے مسلمان اور کافر کی پہچان ہو گئی۔

اِس کے علاوہ ایک اور نکتہ رسول پاک ﷺ نے پسند فرمایا: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (البقرۃ:۴۳) وہ یہ کہ نماز قائم کرو زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اسلام نے عبادات کے اندر اتفاق و اتحاد کو پسند فرمایا ہے جیسے جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے کہ سارے اکٹھے ہو کر جمعہ کی نماز پڑھو۔ اگر کوئی جمعہ کی نماز سے رہ جائے تو دوبارہ جماعت نہیں ہو گی۔ اِسی طرح باجماعت نماز میں جب لوگ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں، رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتے ہیں تو اس سے عبادت میں ایک حسن پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اسلام کے اندر حج کا بھی ایک دن مقرر ہے، جو سال میں ایک بار آتا ہے یہ نہیں کہ کوئی جب چاہے حج کر لے۔ اور سب کے لیے ایک ہی کلمہ مقرر فرما دیا۔ زکوۃ کے احکام بھی سب کے لیے ایک جیسے مقرر فرمائے۔ اسی طرح نماز کے لیے بھی ایک ہی سمت مقرر فرمائی کہ جب سب ایک سمت میں نماز پڑھیں گے تو اس سے عبادت میں ایک حسن اور خوبصورتی آئے گی۔ اگر کوئی بندہ اچھے طریقے سے وضو کرے، صاف ستھرا لباس بھی پہن لے، نماز کا وقت بھی ہو، لیکن اگر وہ خانہ کعبہ کی طرف منہ نہ کرے تو اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ جیسے اگر کوئی حلال جانور؛ بیل، گائے، بکری ذبح کرے گا تو اللہ کے حکم کے مطابق تکبیر پڑھے گا تب وہ حلال ہو گی، اگر تکبیر کے بغیر جان بوجھ کے ذبح کرے گا تو لاکھوں روپے کا جانور حرام ہو جائے گا۔ نماز میں سمت کے تعین کی ایک یہ بھی حکمت ہے۔

حکم کی اہمیت

اب دیکھو اللہ تعالیٰ کو اپنا حکم کتنا پسند آیا کہ حکم عدولی کرنے والا لعنتی قرار پایا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ انبیائے کرام، بزرگان دین، اولیا اللہ سب حکم پر زور دیتے ہیں، ایک قول ہے: الأمر فوق الأدب. حکم ادب سے بڑھ کر ہے۔ شیطان نے کہا تھا: اے

اللہ! میں تیری عبادت کروں گا، تیرے سامنے سجدے کروں گا، اُس نے اللہ کا ادب تو کیا مگر حکم عدولی کی۔ حکم ادب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، جس نے حکم عدولی کی اس نے کوئی نفع نہ پایا۔ اس لئے جب مرشد کا کوئی حکم ہو جائے تو اُسے فوراً بجالاؤ، اولاً ایسا تو کوئی حکم ہوتا ہی نہیں جو مرید کی ہمت یا طاقت سے باہر ہو۔ جنہوں نے حکم مانا وہ کامیاب ہوئے۔ رسول پاک ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ فلاں علاقے میں جاؤ۔ صحابہ کرام حکم کی بجا آوری میں ان علاقوں میں گئے اور اسی وجہ سے آج دنیا میں اسلامی ممالک بڑی تعداد میں ہیں۔ اللہ کے ولیوں، اللہ کے دوستوں نے اللہ کے ساتھ بندوں کا رشتہ مضبوط کرنے اور قربِ الٰہی تک پہنچانے کے لیے انہیں ذکر فکر اور تلقین اور حکم صادر فرمائے، جنہوں نے ان احکامات پر عمل کیا وہ منزل مقصود پر پہنچے۔

نظام الدین اولیا کا واقعہ

داتا صاحب مرشد کے حکم پر لاہور آئے، آج دیکھو اُن کی کیا شان اور کیا مرتبہ ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں بڑے عرصے سے مرشد کی تلاش میں تھا۔ مجھے کشف، الہام، اشارے یا کسی بھی طرح سے جب پتا لگا کہ میرے مرشد تو پاکپتن میں ہیں۔ آپ دہلی سے سفر کرتے کراتے پاکپتن شریف پہنچے۔ رات کا وقت تھا، آگے بابا فرید انتظار میں تھے۔ آپ سے ملے، پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ آپ نے کہا: حضور زیارت کے لئے آیا ہوں۔ پوچھا: نام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: نظام الدین۔ حضرت نظام الدین وہ بزرگ ہیں جنہیں محبوبِ الٰہی کا خطاب ملا اور اسی سلسلے کے کئی بزرگ آنے والوں کو سلام بھیجتے رہے کہ جب محبوبِ الٰہی آئیں تو ہمارا سلام پہنچایئے گا۔

حضرت بابا فرید نے ایک خواب دیکھا؛ ایک بہت بڑا شہباز اڑ رہا ہے آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کیا تو وہ آپ کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ شہباز حضرت نظام الدین اولیا کی جانب اشارہ تھا۔ جب حضرت نظام الدین آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رات کا وقت تھا،

حضرت بابا فرید نشست ختم کرنے کے بعد اپنے حجرے کی طرف جارہے تھے، جاتے ہوئے اپنے خدمت گاروں سے کہا: ان کے لیے بہترین صاف ستھرا بستر تیار کرو، انہیں اچھا لنگر کھلاؤ، صبح ملاقات ہوگی، ان شاء اللہ۔ حضرت نظام الدین اولیا نے درگاہ میں دیکھا کہ سب لوگ زمین پر سو رہے ہیں، کسی کے پاس دری نہیں اور کسی کے پاس چادر نہیں، آپ نے شرم محسوس کی لیکن خدمت گاروں نے آپ کو اچھے پلنگ پر ہی سونے کا کہا۔ جب آدھی رات گزری اور سب سو گئے تو آپ چپکے سے اٹھے اور زمین پر لیٹ گئے۔ ایک شخص نے دیکھ لیا کہ آپ زمین پر سو رہے ہیں۔ اُس نے حضرت بابا فرید کے داماد اور خلیفہ حضرت بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ -جو دربار کے انتظامات سنبھالتے تھے- کو جا کر خبر دی کہ نظام الدین صاحب تو زمین پر سو رہے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جا کر ڈانٹا، بولے: آپ کو حکم ہوا ہے کہ چارپائی پر لیٹیں، آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں، آپ یہاں حکم ماننے کے لیے آئے ہیں یا حکم عدولی کے لیے آئے ہیں؟ بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی بہت واقعات ہیں، حضرت بابا فرید جب کسی کو خلافت عطا فرماتے تو یہ بھی کہتے تھے کہ جا کر بدر الدین اسحاق سے مہر لگواؤ۔ اِسی طرح صابر پیا کو جب خلافت ملی تو فرمایا: بدر الدین اسحاق کے پاس جاؤ اور مہر لگواؤ۔ صابر پیا بھی بہت سخت جلالی تھے اور بدر الدین اسحاق بھی بہت سخت تھے۔ جب حضرت بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ڈانٹا تو آپ یعنی حضرت نظام الدین اولیا اٹھے اور چارپائی پر لیٹ گئے۔ حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں: اُسی رات میرے باطن کے پردے اٹھے، مجھے انکشاف ہوا کہ جو کچھ بھی ہے وہ مرشد کے حکم میں ہے۔ یہاں اپنی سوچ، عقل، علم، منطق کسی چیز کا گزر نہیں۔ حضرت نظام الدین اولیا کو جب یہ اشارہ سمجھ آیا پھر مرشد کے حکم سے آپ کو اسی رات جو عطا ہونا تھا ہو گیا۔ دیکھو کیسا حکم ہے کہ پہلی رات اچھی چارپائی پر اچھے بستر پر مرشد کے حکم سے لیٹے لیٹے ہی محبوب الٰہی بن گئے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض اللہ کے دوست، اللہ کے ولی اُسے اتنے پسند

ہوتے ہیں کہ صرف ایک حکم پر ہی سب کچھ پا جاتے ہیں۔ حالاں کہ بابا فرید صاحب کو خود چھتیس سال عبادت کرنی پڑی۔ اور مرشد کے حکم پر گھوڑوں کے اصطبل میں صفائی ستھرائی کا کام کرنا پڑا، آپ گھوڑوں کی لد تک اٹھاتے رہے۔ آپ کو جو کچھ حاصل ہوا بڑی مشقت سے حاصل ہوا۔ آپ نے اتنی عبادت و ریاضت کی کہ دوسرے صوفیا نے آپ کو ”زُہد الانبیا“ کا لقب دیا، یعنی آپ نے انبیا جیسا زہد و تقوی اختیار کیا۔ حضرت نظام الدین نے حکم مانا تو اُسی حکم میں سب کچھ ہو گیا۔ اِس لیے مرشد کا حکم اللہ کا فیض ہے، جو اللہ کے محبوب بندوں تک آتا ہے اور اللہ کو اپنا حکم بہت پسند ہے۔ جس نے حکم مانا وہ کامیاب ہوا اور جس نے حکم ماننے میں کمزوری یا کوتاہی دکھائی تو وہ منزل پر نہ پہنچ سکا۔

اگر مرشد کا حکم ہو جائے کہ چلے جاؤ تو چلے جایا کرو، اس میں بڑے راز ہیں، وہ جانے والا فیض لے جاتا ہے اور جو حکم کے باوجود بیٹھا رہتا ہے اور کہتا ہے: میں بڑا عاشق ہوں دیدار کرتا رہوں گا۔ تو شیطان سے بڑا عاشق تو کوئی نہیں بن سکا۔ اس لیے حکم پر غور کرو۔ حکم ہو: کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ۔ حکم ہو: بیٹھو تو بیٹھ جاؤ۔ مرشد کے حکم کے سامنے اپنی عقل، اپنی منطق، اپنی دلیل مت لاؤ۔ جس نے عقل کی بات مانی وہ ناکام ہوا۔

اگر بڑے بڑے اولیا کی تاریخ پڑھیں؛ جیسے بری امام سرکار، داتا صاحب، حضرت نظام الدین کا واقعہ تو میں نے ابھی سنایا ہے، جس ولی کی تاریخ بھی اٹھاؤ گے یہی پاؤ گے کہ وہ مرتبہ ولایت اور اللہ کے قرب میں اس وقت پہنچا جب اس نے مرشد کا حکم مانا۔ اس لیے عزیز ساتھیو یہ یاد رکھو؛ حکم میں ہی فیض ہے۔ اگر کوئی بندہ مرشد کے پاس اپنی بیماری پریشانی لے کر آتا ہے اور مرشد کہہ دے: کہ چلے جاؤ، تو اُس وقت حکم کی بجا آوری میں فوراً سے چلے جاؤ۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسے جاؤ کہ پھر کبھی واپس ہی نہ آؤ۔ جس بندے نے حکم مانا وہ کامیاب ہوا۔

اگر میں اپنی زندگی کی داستان سناؤں تو مجھے بھی مرشد نے حکم دیا تھا کہ بیٹا بیٹھ جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔ پینتیس سال گزر گئے ہیں، دیکھو مرشد کے حکم پر بیٹھے بیٹھے ہی کتنی رونقیں

لگ گئی ہیں۔ میں نے اُس وقت یہ نہیں کہا: میری عمر کم ہے، یا میں نے ابھی تعلیم حاصل کرنی ہے، یا کوئی عہدہ پانا ہے، یا میرا کیا بنے گا زندگی کیسے گزرے گی۔ مرشد نے حکم دیا تو ہمیں پتا تھا کہ اب حکم ہو گیا ہے، اب سارے کام اللہ پاک خود ہی کرے گا۔

حضرت ابراہیم کا واقعہ

اسی طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا واقعہ ہے کہ آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا: جاؤ اپنی بیوی کو مکہ میں چھوڑ آؤ۔ آپ نے اُس وقت یہ نہیں پوچھا: اے اللہ! اس بیابان وادی میں میری بیوی کیا کرے گی۔ آپ نے اپنی بیوی کو تیار کیا اور جب اس مقام پر پہنچے تو ٹھہر گئے، یہ وہ وقت ہے جب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت قریب تھی، کتنا مشکل وقت ہوتا ہے، جب ان کے پاس کوئی بندہ بشر نہ ہو، کتنی پریشانی ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی بیوی صاحبہ سے کہا: یہاں ٹھہر جاؤ، آپ کے پاس کچھ کھجوریں اور پانی تھا جو آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کے حوالے کیا، بیوی صاحبہ نے پوچھا: ہمیں اِس بیابان وادی میں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟ آپ بولے: میں آپ کو اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔ پھر ایسی ماں جنھوں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ماں بننا تھا، بولیں: اگر ہمیں اللہ کے سپرد کر کے جا رہے ہیں تو پھر ہمیں کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام! اگر اللہ کا حکم ہے تو آپ پریشان نہ ہوں ہمیں یہاں چھوڑ کر چلے جائیں۔ دیکھو یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم ہوا، آپ نے اپنی زوجہ کو ادھر چھوڑا، آج وہاں شہر ہے، اسی مقام پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے سب معجزات ظاہر ہوئے۔ یہ سب کیا تھا، حکم تھا۔ اگر جناب ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ کے سامنے کوئی دلیل پیش کرتے اور حکم نہ مانتے تو کیا یہ سب معاملات ہو سکتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم کی بجا آوری میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایسی شان عطا فرمائی کہ سارے نبی آپ کی نسل میں سے آئے۔

حکم کی مثالیں

اسی طرح یہاں ہمارے پاس کئی بندے آتے ہیں، کہتے ہیں: سرکار ہم نے باہر ملک جانا ہے، ہم انہیں بہت سمجھاتے ہیں کہ جو بندہ آپ کو باہر ملک لے جانے کا کہہ رہا ہے وہ آپ کے ساتھ فراڈ کرے گا، وہ کہتے ہیں: نہیں سرکار، وہ تو ہمارا رشتہ دار ہے۔ جب سب کچھ لٹا بیٹھتے ہیں تو پھر ہمارے پاس آ جاتے ہیں، کہتے ہیں: سرکار سب کچھ لٹ گیا۔ ہم کہتے ہیں: آپ کو پہلے نہیں سمجھایا تھا۔ مرشد کو بار بار نہیں آزمانا چاہیے، بار بار آزمانا شیطان کا کام ہے۔ اگر ایک بار آزمالیا ہے اور اس میں کوئی فائدہ مل گیا ہے تو اب بار بار ہر کام میں یہ کہنا: کہ جی یہ کام نہیں ہوا؛ مرشد کامل نہیں، اس کام میں کچھ فائدہ نہیں ہوا تو مرشد کی فقیری نہیں رہ گئی۔ ایک بار کوئی معجزہ کرامت دیکھ لی ہے، دل مطمئن ہو گیا تو کیا اب ہر ہفتے آکر وہ یہی کرامتیں دیکھے گا، جیسے مرشد کا اور کوئی کام نہیں بس اسے کرامتیں دکھاتا رہے۔ اس انسان کو خود اپنی سمجھ نہیں کہ میں کیا ہوں؟ اس لیے انسان عاجز ہے۔

فقیر کا واقعہ

ایک فقیر تھا، اُس کے پاس ایک شخص چلا گیا اور بولا: مجھے فقیری دیں۔ اُس فقیر نے کہا: پہلے اپنا اندر؛ تن من صاف کر۔ وہ بندہ گیا اور نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر آگیا۔ بولا: حضور میں اب صاف ستھرا ہو گیا ہوں۔ اُس فقیر نے کہا: اب تو تو صاف ہو گیا ہے جا اور کوئی گندی ناپاک اور پلید چیز ڈھونڈ کر لا تاکہ ہمیں پتا چلے کہ تو صاف ہے، کیا دنیا میں کوئی گندی چیز بھی ہے؟ وہ بندہ باہر گیا تو دیکھا کہ بلی مری ہوئی پڑی ہے، اسے کیڑے کھا رہے ہیں، بدبو آ رہی ہے۔ اُس کو اٹھانے لگا تو آگے دیکھا ایک چوہا مرا پڑا ہے۔ تو اُس نے سوچا چوہا بلی سے زیادہ نجس اور ناپاک ہے۔ اُس کو ہاتھ لگانے لگا تو دیکھا کہ آگے کوئی اور جانور مرا ہوا پڑا ہے، اُس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کوئی اِس سے بھی زیادہ ناپاک اور گندی چیز ہو۔ جب وہ جنگل میں گیا تو دیکھا کہ انسان کا پاخانہ پڑا ہوا ہے، ہفتہ دس دن کا سوکھا ہوا بدبو

آ رہی تھی۔ اُس نے سوچا یہی سب سے گندی چیز ہے۔ جب اُسے اٹھانے لگا تو پاخانے سے آواز آئی: مجھے ہاتھ نہ لگانا، تو مجھے ناپاک سمجھتا ہے، میں تو حلوائی کی دُکان پر سجا ہوا موتی چور کا لڈو تھا، اے انسان! تو نے مجھے کھایا تو میرا یہ حال ہو گیا، تیرے اندر سے گزرا تو میں ناپاک ہو گیا۔ پتا چلا کے ناپاک تو تُو ہے۔ دنیا کی کسی بھی مشین میں چیز ڈالو مثلاً پھل ڈالو تو ان کا رس بن کر نکلتا ہے، دودھ ڈالو تو ملک شیک بن جاتا ہے، ایک انسان کی مشینری ہے جس میں خوشبو اور عطریات والی چیزیں ڈالو تو گندی چیز پاخانہ بن کر نکلتا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ سب سے نجس چیز تو انسان کا اندر ہی ہے۔ تو اپنے ارادے درست کر، نماز روزہ ارکان شریعت درست کر، تزکیہ نفس کر، جس کی نیت اور ارادے ٹھیک ہو گئے اس کا اندر صاف ہو گیا۔

یہ فقیری اور درویشی حکم ماننے میں ہے، اگر حکم نہیں مانا تو اندر بھی ناپاک رہے گا۔ اگر انسان نے مرشد پکڑ لیا تو اُس کا امام مرشد ہو گیا اور اگر مرشد نہ پکڑا تو اسی انسان کا امام شیطان ہے۔ بندے دو ہی ہیں: ایک شیطان کی راہ پر اور دوسرا خدا کی راہ پر۔ شیطان کی راہ پر کون ہیں، وہی جنہوں نے رسول پاک ﷺ کا حکم نہیں مانا، خانہ کعبہ کی طرف منہ نہیں کیا، وہ سب شیطان کے ساتھی ہیں۔ اور جو اللہ کے راستے پر چلے وہ اللہ کے محبوب بن گئے، یہ بھی بندے ہی ہیں، وہی کچھ کھاتے پیتے ہیں، اسی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک کی ادائیں اللہ کی پسندیدہ ہیں اور دوسرے کی ادائیں اللہ کو ناپسند ہیں۔ فقیری لباس اور حلیے میں نہیں ہے، یہ تو اللہ کی عطا ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔

موسیٰ علیہ السلام گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا جو اللہ سے گفتگو کر رہا تھا، اے اللہ! اگر تو میرے پاس ہوتا میں تیرے سر میں تیل لگاتا، تیری کنگھی کرتا، تیری آنکھوں میں سرمہ ڈالتا۔ جو گفتگو انسان سے ہوتی ہے وہ رب تعالیٰ سے کر رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام غصہ ہوئے کہ تو اُس ہستی کے بارے میں ایسی باتیں کر رہا ہے جو ہر نقص سے پاک ہے۔ وہ پریشان ہو کر چپ ہو گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: اے موسیٰ! اس شخص سے کہہ دیں کہ تو جو کہتا ہے کہہ، مجھے تیری ادائیں تیری باتیں سب پسند ہیں۔ اس لیے جو بھی ادھر آئے وہ اپنے عشق سے گفتگو کرے تو ہمیں بھی وہ باتیں اچھی لگتی ہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی بناوٹی باتیں کرے جھوٹ بولے تو اس کا کیا فائدہ؟ بعض لوگ آتے ہیں، ہم کہتے ہیں: کوئی بات کریں، گفتگو کریں۔ وہ آگے سے کہتے ہیں: حضور! آپ دل کی باتیں جانتے ہیں آپ بتائیں۔ وہ ہمیں الجھن میں ڈال دیتے ہیں، ہم کہتے ہیں آپ کوئی گفتگو کریں۔ اس میں بھی حکمت ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کے پاس ایک بندہ آیا تو وہ کہنے لگے: کیسے آئے ہیں؟ کہنے لگا: اسی جہان میں بھول گئے ہیں تو اگلے جہان میں کیا یاد رکھیں گے؟ وہ بولے: بدتمیز ہم نے اس لیے پوچھا کہ کدھر سے آئے ہو، ہم تجھے یاد کروا رہے تھے کہ بڑی مدت بعد آیا ہے۔ تیرا یہ نام ہے، تیرے باپ کا یہ نام ہے، تیرے دادے کا یہ نام ہے، ہمیں سب یاد ہے، سوال کا مقصد یہ تھا تجھے شرم آئے، تو غفلت کا شکار ہے، تاکہ تو سمجھے۔

ایک مثال سے سمجھو اگر کسی شخص کا کوئی چھوٹا بچہ ہو جس نے ابھی بولنا نہ شروع کیا ہو تو کیا آپ لوگ اس سے بات چیت نہیں کرتے، اس کے ساتھ پیار سے باتیں کرتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ کوئی بات دہرائے یا کوئی نام وغیرہ لے، اور جب وہ پہلے پہل کوئی نام اپنی زبان پر لاتا ہے تو ماں باپ کتنے خوش ہوتے ہیں، اسے اٹھاتے ہیں لاڈ پیار کرتے ہیں۔ مرید بھی مرشد کی اولاد کی طرح ہوتے ہیں اور جب عشق والے مرید آتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں: کوئی بات کرو، کوئی گل کرو، اُن کی باتیں سن کر ہمارا دل خوش ہوتا ہے۔

مرشد کی حکمت اس کے حکم میں ہے، جو حکم ہو اسے ضرور مانو۔ آج کا پیغام ذہن نشین کرلو؛ کبھی مرشد کی حکم عدولی نہ ہونے پائے۔ میاں محمد بخش صاحب فرماتے ہیں:

ہتھ وچ ہتھ دے کے مرشد دے تے دل دا بھید نہ کھولیں
تے جھیڑا کلمہ مرشد پڑھاوے، اوہی تسبیح اوہی کلمہ رولیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرشد سے شکوہ شکایت نہ کریں۔(۱۷مارچ ۲۰۱۷)

وعظ- ۱۲

مرشد کی اہمیت

اس دور میں ہم نے دیکھا ہے جو کوئی دن میں دو چار نمازیں پڑھ لے تو وہ خود کو متّقی سمجھنا شروع ہو جاتا ہے۔ مرشد کے بغیر کوئی بڑا نہیں بن سکتا، مرشد کے بغیر کوئی سفر طے نہیں کر سکتا۔ سفر طے کرنا بہت مشکل ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں: ہم بہت بڑے ہیں، وہ محنت تو کر رہے ہوتے ہیں لیکن اُن کی مثال کوہلو کے بیل کی سی ہے۔ اُس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہے اور وہ کنویں کے گرد چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ بیل یہ سمجھتا ہے میں سفر طے کر رہا ہوں، یہ چلنا بے کار نہیں بلکہ یہ میرا سفر ہے۔ مگر جب آنکھوں سے پٹی ہٹتی ہے تو وہ بیل وہیں کا وہیں کھڑا ہوتا ہے۔[1] جو مرشد کے بغیر سفر کرتا ہے اُس کی مثال اس بیل کی سی ہے جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اور جن کی آنکھوں سے حجابات اٹھ گئے ان کا سفر بھی صراطِ مستقیم پر ہوتا ہے۔ مرشد کی عطا سے جن کی آنکھوں سے پٹی ہٹ گئی وہ نماز میں ہی عرشِ الٰہی تک سفر کر آتے ہیں۔

میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

راہ دے راہ دے ہر کوئی آکھے میں وی آکھاں راہ دے
بِن مُرشد دے راہ نہیں لبھناں رُل مرسیں وِچ راہ دے

بعض لوگ سڑکوں پر دیکھے جاتے ہیں، بال کُھلے داڑھی لمبی، گلے میں تسبیحاں ڈالیں، پھٹے پرانے کپڑے پہنے بازاروں میں گھوم رہے ہوتے ہیں، لیکن وہ کسی کو کوئی فیض نہیں پہنچا سکتے، وہ تو اپنا گزارا بھیک مانگ کر کرتے ہیں، ایسے لوگ بے فائدہ زندگی گزارتے ہیں۔ اگر انہیں کسی کامل مرشد کی صحبت مل جائے تو یہ بھی کسی مقام پر پہنچ جائیں۔ اس لیے

---

[1] پہلے دور میں کنویں سے پانی نکالنے کے لیے بیل کی مدد لی جاتی تھی، اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی تھی اور وہ کنویں کے گرد چکر لگا کر پانی نکالتا تھا۔ وہ بیل یہ سمجھتا تھا کہ میں بڑے سفر میں ہوں لیکن وہ اسی جگہ پر چل رہا ہوتا تھا۔

اگر نمازیں، روزے اور دیگر معاملات درست کرنے ہیں تو مرشد کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔ سلطان باہو فرماتے ہیں:

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھ دا، تے دل داپڑھدا کوئی

آج ہر کوئی دعوی کر دیتا ہے کہ مرشد کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؛ میری نماز رہ جائے گی، میر اروزہ رہ جائے گا، میری فلاں بات رہ جائے گی۔ اللہ تعالی نے جسے بھی نوازامرشد کے طفیل نوازا۔ یہاں بھی کچھ ایسے لوگ آ جاتے ہیں جو پیچھے پڑ جاتے ہیں، کہتے ہیں: سرکار فقیری دیں، فقیری دیں۔ ایک قول ہے:

پیری فقیری دور ای   اچی لمی کھجور ای
چڑھ جاویں تے حضور ای   گر جاویں تے چکنا چور ای

ایک فقیر کا واقعہ

اِسی طرح ایک فقیر کے پاس کوئی بندہ آیا، کہنے لگا: باباجی فقیری دیں۔ انہوں نے کہا: فقیری بہت مشکل کام ہے، اس کے لئے تن من صاف کرنا پڑتا ہے، حوصلہ اور صبر رکھنا پڑتا ہے، تب فقیری دی جاتی ہے تو ہمیں تنگ نہ کیا کر، اپنی منزل جاری رکھ۔ فقیر تو اپنا آپ مارتے ہیں، فقیری کے لیے تو بڑا صبر کرنا پڑتا ہے، بڑی ماریں کھانی پڑتیں ہیں۔ وہ بولا: اور کتنا صبر کروں چھ مہینے سے آپ کے پاس بیٹھا ہوں، جھاڑو لگاتا ہوں، روٹیاں پکاتا ہوں سب کام کرتا ہوں۔ باباجی نے سوچا: اچھا، چلو دیتے ہیں، انہوں نے ایک ڈِبا لیا اور اپنے مریدوں سے کہا: کوئی چوہا پکڑ لاؤ اور اِس میں ڈال دو۔ پھر اُس سے کہا: یہ ڈبا فلاں فقیر کے پاس لے جا، تیرا فیض ادھر ہی ہے، وہی تجھے نوازیں گے۔ بعض فقرا کا یہ معمول ہے کہ جب انہیں کوئی سلام کر لے تو کہتے ہیں اب آپ فلاں فقیر کے پاس بھی حاضری دیں، اس میں حکمت ہوتی ہے، اگر مرشد فرمادے تو فورا اس پر عمل کرنا چاہیے، یہ سمجھو کہ اس میں کوئی فائدہ ہے۔ اللہ والوں کی ملاقات ہی فیض ہوتا ہے۔ ہر وقت کرامتوں کا تقاضا نہ کرتے

رہا کرو۔ جب بیعت ہو گیا ہے، معتقد ہو گیا ہے تو اب اور کسی کرامت کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ ہر وقت کرامتیں ڈھونڈتے رہتے ہیں ان کے ایمان بھی کامل نہیں ہوتے۔ اُن کا ایمان کسی وقت بھی ڈول سکتا ہے۔

جب وہ بندہ ڈبہ لے کر چلا تو بڑا خوش ہوا کہ اب فقیری ملے گی، راستے میں وہ ڈبا حرکت کرے کہ اِس میں چوہا تھا۔ اُس کو حکم یہ ہوا کہ یہ ڈِبا جاکر اپنے مرشد پاک کو دینا ہے۔ لیکن جب وہ ڈِبا حرکت کرے تو اسے تجسس پیدا ہو کہ اِس میں پتا نہیں کیا ہے۔ اور شیطان نے اُس کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ ساری فقیری تو اسی ڈِبے میں ہے جو حرکت کر رہی ہے، مرشد تو تجھے ایسے ہی اتنا سفر کروا رہے ہیں، ڈبا کھول اور فقیری لے لے۔ پھر اُس نے سوچا کہ مرشد کا حکم ہے ڈبا نہیں کھولنا۔ مرشد کا حکم ماننا بھی مشکل کام ہے۔ جب وہ تھوڑا سا چلتا تو ڈبے میں چوہا ہلتا، اُس کا ایمان پھر ڈول جاتا جب بندے کا دل ڈولے تو سمجھ جاؤ کہ یہ شیطان کا حملہ ہے، اور جب بندے کا دل نہ ڈولے اور بندہ مرشد کے حکم پر پابند ہو کر چل پڑے تو سمجھ لو کہ اِس پر اللہ تعالیٰ کی بہت مہربانی ہے۔ جب اللہ کی مہربانی ہو جائے تو پھر بندے کا دل نہیں ڈولتا۔

وہ چلتا گیا، راستے میں باجرے اور مکئی کے کھیت تھے، ستانے کی نیت سے بیٹھا، شیطان نے پھر ورغلایا، بولا: یہاں پر آرام سے ڈبا کھول کر دیکھ لے، اب تجھے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ جیسے ہی اُس نے ڈبا کھولا تو اس میں سے چوہا نکل کر بھاگ گیا۔ اُسے تو نہیں پتا تھا کے ڈبے میں چوہا ہے، وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ ڈبے میں فقیری ہے۔ وہ چوہا بھاگ گیا اور یہ پریشان ہو گیا کہ اب کیا کروں؟ اُس نے ڈبا بند کیا اور چل پڑا۔ جب اُس بزرگ کے پاس پہنچا تو سلام دعا کی، انہوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ اُس نے کہا: مجھے مرشد پاک نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میرا فیض آپ کے پاس ہے، اور ساتھ یہ ڈبا تحفہ بھیجا ہے۔ انہوں نے جب ڈبہ دیکھا تو خالی، کہنے لگے: ایک فقیر سے دوسرے فقیر تک ایک بند ڈبے میں چوہا بند کر کے تو ٹھیک طریقے سے نہیں لا سکا، فقیری کس طرح سنبھالے گا، جو گہرا سمندر ہے۔

اِس سے پتا چلا کہ ساری فقیری مرشد کے حکم میں ہی ہے۔ فقیری کے لیے علم، سوچ، قربت اور مرشد کی غلامی کی ضرورت پڑتی ہے، پھر جب مرشد سمجھتا ہے کہ یہ اس قابل ہے تو اِسے نواز دیتا ہے۔ فقیری اِس طرح نہیں ملتی کہ جیسے لوگ آکر ہمیں کہتے ہیں: سرکار فقیری دیں۔ ہمارے پاس بھی کئی بندے آتے ہیں، کہتے ہیں: ہمیں فقیری دیں۔ ہم اُن سے کہتے ہیں: ہمارے پاس خود کچھ نہیں آپ کو کیا دیں؟ یہ کہہ کر ہم اپنی جان چھڑاتے ہیں۔

فقیری کا شوقین

اسی طرح میرے پاس بری امام سرکار سے ایک شخص آگیا، اسے جنات کا بڑا شوق تھا۔ وہ کافی عرصہ لوہ دندی پر کسی بزرگ کی خدمت کرتا رہا۔ اس بزرگ نے کہا: اگر تو کوئی منزل چاہتا ہے تو سیدھا چن پیر سرکار کے پاس راولپنڈی چلا جا، وہاں سے تجھے سب کچھ مل جائے گا۔ انہوں نے اپنی جان چھڑائی اور میرے گلے ڈال دیا۔ وہاں سے چلتے وقت انہوں نے اسے خوب سمجھایا کہ چن پیر سرکار جتنا کہیں میرے پاس کچھ نہیں سمجھ لینا کہ سب کچھ اُنہی کے پاس ہے۔ دوپہر کا ٹائم تھا وہ شخص میرے پاس آپہنچا۔ سلام دعا کے بعد کہنے لگا مجھے فلانے شاہ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے، میں نے پوچھا: کس طرح آنا ہوا؟ وہ بولا: مجھے وہ عمل چاہیے جس سے موکلات اور جنات میرے تابع ہو جائیں۔

اب میں نے دیکھا یہ بندہ اِس قابل تو ہے نہیں، شاہ صاحب نے اسے غلط طریقے پر لگا دیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ لوگوں کو نماز روزے پر لگایا جائے جہاں سے منزل ملتی ہے۔ میں نے اس سے کہا: بھائی سچی بات ہے میرے پاس کوئی جن، موکل نہیں، میں تو خود یہاں اپنے مرشد کے حکم پر بیٹھا ہوں۔ یہ حکم کی مصلحت ہے، آج مجھے بیٹھے پینتیس سال ہو گئے ہیں اور اسی حکم کی بدولت آپ لوگ میری گفتگو سن رہے ہیں۔ اگر میں پہلے دن ہی مرشد سے کوئی مطالبے شروع کر دیتا تو حکم ٹوٹ جاتا اور میں آپ کے سامنے یہاں موجود نہ ہوتا

بلکہ کسی ورک شاپ پر مزدوری کر رہا ہوتا۔ یہ مرشد کا حکم تھا، جن لوگوں نے مرشد کا حکم مانا وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

وہ بندہ میرے پیچھے پڑ گیا، اور اُس نے مجھے بہت تنگ کیا۔ میں نے سوچا یہ بندہ اس لائن کا نہیں ہے، یہ منزل نہیں سنبھال سکتا، اب کیا کیا جائے!۔ میں نے مرشد کی طرف دھیان کیا تو مجھے ایک خیال آیا۔ میں نے کہا: آپ کو شاہ صاحب نے بھیجا ہے، اگر آپ مجھے مجبور کرتے ہیں تو میں آپ کو کچھ نہ کچھ دے دیتا ہوں لیکن اِس کے لیے آپ کو دو چار مہینے محنت کرنا پڑے گی۔ اُس نے کہا: میں وہ بھی کر لوں گا آپ بتائیں کیا کرنا ہو گا؟ میں نے کہا: آپ نے اب تین مہینے شب بیداری کرنی ہے، یعنی ساری رات نہیں سونا، (یہ بول کر مرشد مسکرائے) آپ نے رات دربار کی مسجد میں گزارنی ہے اور ساری رات کھڑے رہنا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے آٹھ دن بعد کھانا کھانا ہے؛ آٹھ دن فاقہ کرنا ہے۔(مرشد پھر مسکرائے) اس کے بعد میں نے بہت ساری گفتگو سمجھائی کہ آپ کو فیض ہو جائے گا۔ میں نے اُس سے کہا: اب آپ اپنی منزل شروع کریں اور میں اندر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو وہ بندہ وہاں سے غائب تھا۔ (مرشد پھر مسکرائے) آج تک مجھے وہ بندہ دوبارہ دکھائی نہیں دیا۔

اصل بات یہ ہے کہ اتنی بڑی منزل جن بھوت قابو کرنا چاہتا تھا لیکن جب اسے نفس کے خلاف محنت کرنا پڑی تو یقین جانیں آج تک مجھے وہ بندہ دوبارہ نظر نہیں آیا۔ ہم نے کہا اگر تو نے کچھ حاصل کرنا ہے تو پھر محنت تو کر۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا کا مال لا کر ہمیں دے بلکہ منزل حاصل کرنے کے لیے محنت کر۔ حالانکہ میں نے اُس سے یہ تک کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ یہ ساری ریاضت کروں گا۔ تم کھڑے ہو کر منزل کر رہے ہو گے البتہ میرا تو یہ روز کا معمول ہے۔ جب ولی اللہ کسی سے خوش ہو جائیں تو بغیر محنت کے بھی نواز سکتے ہیں، یہ ان کی مرضی ہوتی ہے۔

ولی اللہ دے پہانڈا تکدے تے پاندے خیر حضوروں
جیڑا ہوئے پاک غروروں پُر کر دیندے نُوروں

حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں سے فیض ہوا؟ ایک مرتبہ آپ کی والدہ کو پیاس لگی فرمانے لگیں: بیٹا پانی لے آؤ۔ اُس دور میں پانی آسانی سے میسر نہیں تھا۔ بسطام میں سردی بہت زیادہ پڑتی تھی جیسے ہمارے مری کے علاقوں میں برف پڑتی ہے۔ آپ ایک مٹی کا پیالہ لے کر دریا پر گئے، پانی لے کر آئے تو والدہ صاحبہ سو چکی تھی۔ آپ پانی کا پیالہ اٹھائے والدہ کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ آپ پانی لیے کھڑے رہے لیکن ٹھنڈ کی وجہ سے پانی آپ کے ہاتھ پر جم گیا۔ جب والدہ صاحبہ کی آنکھ کھلی اور پانی مانگا تو پیالہ آپ کی انگلی کے ساتھ چپکا ہوا تھا، جب زور سے انگلی کے ساتھ سے اتارا تو انگلی کا ماس بھی اتر گیا اور خون بہنے لگا۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ بایزید بسطامی نے کہا: پیالہ میرے ہاتھ میں تھا جب زور سے جھٹکا تو تھوڑا سا ماس اتر گیا۔ بعض دفعہ فریج سے ٹھنڈی ٹھنڈی برف نکالیں تو وہ ہاتھ سے چمٹ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ پیالہ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ والدہ بولیں: اے اللہ! میں اِس سے راضی ہو گئی ہوں تو بھی اِس سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالی نے ماں کی وہ دعا قبول فرمائی اور حضرت بایزید کو درجات عطا فرمائے۔ (۲۴ مارچ ۲۰۱۷)

وعظ–۱۳

نماز کا بیان

محترم سامعین و حاضرین! السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

دوستان محترم! آج کا میرا موضوع یہ ہے کہ نماز میں اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کیوں باندھے جاتے ہیں، اِس میں کیا حکمت ہے؟ یہی نماز کے نکتے ہیں یہی روحانی گفتگو ہے یہ ذہن نشین کرنی چاہیے اور نماز کے وقت اِن باتوں کا خیال کرنا چاہیے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے اور نگاہ نیچی رکھنے کی حکمت

جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتا ہے، اور اپنی نگاہ نیچی کرتا ہے تو اِس میں یہ حکمت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، رب تعالیٰ اُس کے سامنے ہوتا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایک مجرم اور ملزم کی حیثیت میں حاضر ہوتا ہے؛ کیوں کہ ہر بندہ گنہگار، خطاکار اور سیاہ کار ہے۔ جب اس کی یہ غلطیاں اور خطائیں سامنے آتی ہیں تو وہ اللہ کی بارگاہ میں نظر جھکائے اور ہاتھ باندھے کھڑا ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہے: یارب العالمین! میں ایک مجرم، ایک ملزم، گنہگار اور خطاکار ہوں۔ جب وہ اللہ کے سامنے اِس حالت میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کی آس اور امید بندھ جاتی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر کرے۔

اِسی طرح دنیا میں بھی اگر کوئی شخص کسی عدالت میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے تو جج صاحب کے سامنے اس کی نظر نیچی ہو جاتی ہے کہ پتا نہیں میرے لیے کیا سزا یا حکم صادر ہو جائے۔ ہم لوگ دن رات جو غلطیاں کوتاہیاں اور گناہ کرتے ہیں اور جب اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ہماری نظریں نیچی ہو جاتی ہیں۔ نظر نیچی کرنے میں یہ نکتہ اور حکمت ہے۔ دنیا میں بھی اگر بندہ کوئی غلطی کوتاہی کرتا ہے اور اپنے استاد، والد یا کسی بڑے آدمی کے سامنے پیش ہوتا ہے، اگر وہ ایسی صورت میں اوپر دیکھ رہا ہو تو اُسے کہا جاتا ہے نظر نیچی کر۔ ایک تو تو نے غلطی کی اور دوسرا اوپر دیکھ رہا ہے۔ اوپر دیکھنا بعض اوقات مجرم کے لیے گستاخی کا باعث بن جاتا ہے۔

جب اللہ والوں کی محفل میں جاؤ تو اوپر دیکھنا پڑتا ہے، ان کی زیارت کرنی پڑتی ہے گویا کہ رب کا دیدار ہو رہا ہے۔ جب بندہ مرشد کی بارگاہ میں آئے تو مرشد کا دیدار کرے۔ مرشد کا دیدار کرنے سے اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت پیدا ہوتی ہے، ایمان تازہ ہوتا ہے۔ لیکن جس مقام پر بندہ مجرم اور ملزم کی حیثیت میں پیش ہو وہاں عاجزی کے اظہار کا یہی ذریعہ ہے کہ اپنی نظر نیچی رکھے۔

میں یہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ جب نماز کے دوران کسی بندے کا خیال بھٹک جائے یا وہ اپنی نگاہ اٹھائے اور اُس کا دھیان دوسری چیزوں میں چلا جائے تو اللہ فرماتا ہے: اے میرے بندے! کیا تجھے مجھ سے خوبصورت کوئی اور نظر آ گیا ہے کہ تو اپنا دھیان اور خیال ادھر موڑ رہا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: نظر نیچی رکھ میری طرف دیکھ، میں تیرے سامنے ہوں۔ اِسی لیے دوران نماز اِدھر اُدھر دیکھنا بے ادبی کا باعث ہے، اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ایسا عمل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ جب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لو تو سجدے والی جگہ نظر ہونی چاہیے۔ ویسے بھی رب کا دیدار اور اُس کا جمال کون برداشت کر سکتا ہے۔ اِس لئے نمازی کو چاہیے کہ اپنی نگاہ سجدے والی جگہ پر مرکوز رکھے اور یہ تصور کرتا رہے کہ میں ایک مجرم کی حیثیت میں پیش ہوا ہوں، شاید اللہ تعالی معاف فرما دے۔ سو نماز میں ہاتھ باندھنے اور نظر نیچی رکھنے کی یہ حکمت ہے۔

نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی حکمت

اِسی طرح نماز میں جو سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اُس کی کیا حکمت ہے؟

جب کوئی مجرم کسی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے تو اُس کے ساتھ اس کی ایک فائل بھی پیش ہوتی ہے کہ اس نے یہ یہ جرم کیا۔ پھر جج اس کی فائل پڑھتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ یہ کیا کیس ہے کیا معاملہ ہے؟ اِسی طرح جب کوئی گناہ گار اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو عرضی پیش کرتا ہے، درخواست دیتا ہے۔ الحمد شریف ایک عرضی ہے۔ بندہ کہتا ہے: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے، تو مالک ہے تو ہی خالق ہے۔ بالکل اسی طرح جب بندہ کسی افسر کے سامنے درخواست دیتا ہے تو سب سے اوپر لکھتا ہے: بخدمت جناب فلاں فلاں۔ وہ اس کا مرتبہ اور منصب لکھتا ہے۔ اِسی طرح بندے کو اپنی عرضی پیش کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد، اُس کی شان بیان کرنی پڑتی ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اے اللہ سب تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں۔ ﴿الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ تو رحم کرنے والا رحیم ہے۔

اِس مقام پر بندہ اللہ تعالی کی تعریف کرتا ہے اس کی صفات بیان کرتا ہے۔ پھر جب بندہ کہتا ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ تو وہ اللہ تعالی کے اختیارات بیان کرتا ہے۔ کیونکہ درخواست گزار جب درخواست دیتا ہے تو جج کے اختیارات بھی لکھتا ہے کہ آپ کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ آپ مجھے معاف کر سکتے ہیں۔ پھر اس کے بعد بندہ اللہ تعالی سے کہتا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ یہاں پر بندہ اللہ کے سامنے اپنی غلامی کا اقرار کرتا ہے، کہتا ہے: اے اللہ! میں تیرا غلام ہوں، تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ میں پریشانی میں حاضر ہوا ہوں مجھے یہ چاہیے۔ حکم ہوتا ہے: بیان کر تجھے کیا چاہیے۔ پھر بندہ عرض کرتا ہے: ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ اے اللہ! میں تجھ سے صراطِ مستقیم مانگتا ہوں، مجھے سچا راستہ دکھا؛ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرے انعام واکرام ہوئے، انبیا کا راستہ، صدیقین والا راستہ، اولیائے کرام والا راستہ، شہدا والا راستہ۔ اور مجھے اُس راستے پر نہ چلانا جن پر تیرا غضب ہوا؛ یہود و نصاریٰ والے راستے پر نہ چلانا، کفار اور منافقین کے راستے سے بچانا اور اپنے راستے پر ہی چلانا۔

جب بندہ خلوصِ نیت اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی وفاداری اور غلامی کا ایک تعلق ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دیتا ہے۔ اور یہی نماز اِس کی بخشش اور نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔ جب بندے پر کوئی مشکل وقت آجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ کہتا ہے: یارب العالمین! مجھے مشکل پیش آگئی ہے لیکن میں نے تیرے راستے میں یہ نیک عمل کیا یہ مال خرچ کیا، سو اِس کے وسیلے سے میری مشکل آسان فرما، تو اللہ آسانی فرماتا ہے۔

وسیلہ کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾

(المائدہ: ۳۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اُس کے رستے میں وسیلہ تلاش کرو۔ وسیلہ کیا چیز ہے؛ ایک ذریعہ ہے، ایک رابطہ ہے، ایک تعلق ہے، ایک حمایت ہے۔ وسیلے کا ترجمہ: سہارا، آسرا، مدد، دستگیری اور حمایت ہے۔ وسیلہ اُس وقت تلاش کیا جاتا ہے جب بندہ بے بس ہو جاتا ہے، جب اُس کی ہمت اور طاقت جواب دے جاتی ہے۔ مثلاً جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو وہ ڈاکٹر کا وسیلہ تلاش کرتا ہے۔ جب وہ کسی ایسی الجھن یا مصیبت میں پھنس جائے جو وہ خود حل نہیں کر سکتا تو وہ کسی سمجھدار شخص کے پاس جاتا ہے؛ یہ ایک سہارا ہے۔ پس اللہ کی رضا کی خاطر اگر کوئی عمل کیا جائے اور وہی عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو وہ عمل یعنی وسیلہ اُس کی بخشش اور مغفرت کا باعث بنتا ہے۔

مرشد کا وسیلہ

یہاں جتنے لوگ آئے ہیں وہ پریشانی میں آئے ہیں، جب آپ یہاں آتے ہیں تو کیا صرف اپنی پریشانیاں بیان کرتے ہیں یا سارے علاقے کی پریشانیاں بیان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کا بھی کام ہو جائے؟ آپ لوگ تو بس اپنی پریشانیاں ہی بتاتے ہیں۔ ہر بندے کو اپنی اپنی پڑی ہے، نفسانفسی کا عالم ہے۔ سو جو عمل اللہ کی رضا کی خاطر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے طفیل بھی مشکل آسان کر دیتا ہے۔ جب کسی پر کوئی مشکل آ جائے تو وہ بکرا صدقہ کرتا ہے، وہ اپنی ذات کے لیے صدقہ کرتا ہے کہ اس صدقے کے طفیل اللہ ہمیں اس پریشانی سے نجات عطا فرمائے۔

ایک مرشد کا وسیلہ بھی ہوتا ہے۔ نیکی کا وسیلہ کسی ایک بندے کو فائدہ پہنچاتا ہے لیکن جس پر مرشد کی نگاہ ہو جائے تو ایسا شخص ہزاروں کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ آپ لوگ یہاں اتنی دور سے آئے ہیں تو کس لیے آئے ہیں؟ وسیلے کے لیے ہی آئے ہیں۔ ایک بندے کو اپنی ذات کی فکر ہے، وہ چاہتا ہے اس کا کام بنے، وہ اپنے نفس کے لیے کچھ چاہتا ہے، وہ نیک اعمال کا وسیلہ اپنی ذات کے لیے دیتا ہے، اسے دوسروں سے غرض نہیں۔

لیکن جو مرشد کی اصل غلامی میں آ جائے تو وہ ساری امت کا وسیلہ ہوتا ہے۔ وہ صرف اپنے لیے تو دعا نہیں کرتا وہ تو سب کے لیے دعا کرتا ہے۔ (۳۱مارچ ۲۰۱۷)

وعظ - ۱۴

قیام، رکوع اور سجدہ

نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے کی حکمت

نماز میں پہلے سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے پھر اِس کے بعد کوئی اور صورت پڑھی جاتی ہے، اس کی کیا حکمت ہے؟ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا نزول ہوا، یعنی کچھ نیکی کے احکامات ہیں اور کچھ برائی سے بچنے کے احکامات ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری امتوں کے بارے میں نیک لوگوں کی مثالیں بھی دی گئی ہیں اور ان کی بھی جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور کیسے اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔

قرآن سارا غور و فکر کا مقام ہے، جو آیت بھی پڑھی جائے اس میں عرضی ہی ہوتی ہے، یعنی برے انجام سے پناہ مانگنا، نیک راہ پر چلنے کی دعا کرنا وغیرہ۔ لہٰذا جب بندہ کھڑا ہوکر سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو عرضی پیش کرتا ہے: اے اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا، نیک لوگوں کے راستے پر چلا، جن پر تونے اپنا انعام کیا اور ہمیں برائیوں سے بچا۔

سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیات اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کی جاتی ہیں۔ جب وہ آیات پڑھی جاتی ہیں جن میں نیکی کے احکامات ہوتے ہیں تو بندہ اللہ کے حضور یہ عرض کرتا ہے: اے اللہ! میں تیری نماز پڑھ رہا ہوں، تیرے حضور کھڑا ہوں، یہ آیات جو میں پڑھ رہا ہوں ان کے مطابق مجھے نیک راستے پر چلا اور برائی سے بچا، یا دوسری امتوں پر جو تیرا عذاب نازل ہوا اُس طرح کے عذاب سے مجھے بچا، یا جن پر تیرا انعام ہوا یا تونے جن کی مغفرت فرمائی، یا اللہ مجھے بھی اُن لوگوں کا ساتھ نصیب فرما۔

جب بندہ سورۃ فاتحہ کے بعد وہ آیات پڑھ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری کا پروانہ آتا ہے، وہ فرماتا ہے: اے بندے! میں نے تیری عرضی تیری درخواست کو قبول کیا۔ جب بندہ اپنی درخواست کی منظوری کے بارے میں سنتا ہے تو فوراً جھک جاتا ہے، یعنی رکوع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور کہتا ہے: ''سبحان ربی العظیم'' تیری ذات پاک اور عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندے! تو نے میرا شکر ادا کیا، اب کھڑا ہو جا۔ بندہ جب کھڑا ہوتا ہے تو کہتا ہے: ''سمع اللہ لمن حمدہ'' اے اللہ! تو نے میری عاجزی کو سن لیا۔

جب بندہ اس قبولیت کے بعد رکوع سے کھڑا ہوتا ہے تو خوشی اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ پھر سوچتا ہے کہ رکوع کرنے سے اگر مجھے اتنی لذت ملی ہے تو کیوں نہ میں سجدے میں گر جاؤں۔ جب بندہ رکوع کی حالت میں ہوتا ہے تو اُس کے گناہوں کی گھڑی اُس کی پشت پر آ جاتی ہے، بندہ کہتا ہے: یا اللہ! میں تیرے سامنے جھکا ہوا ہوں، تو جتنا بوجھ مجھ پر ڈالنا چاہتا ہے ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جا میں نے تجھے بخش دیا۔ جب بندے کو معافی کا پروانہ ملتا ہے تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے گناہوں کی گھڑی اُس کے سر پر رکھ دی جاتی ہے، جب رکوع میں جاتا ہے تو وہ گھٹڑی اس کی پشت پر آ جاتی ہے اور جب رکوع سے اٹھتا ہے تو اُس کو معافی مل جاتی ہے۔ سو بندہ شکریہ ادا کرتا ہے، کہتا ہے: تو نے میرے گناہ معاف کر دیئے۔

رکوع سے کھڑا ہو کر کہتا ہے: اے اللہ! تو نے میری ساری عرضی سن لی، پھر سوچتا ہے کہ رکوع میں اللہ نے اتنی مہربانی کی تو کیوں نہ میں سجدے میں گر جاؤں۔ سجدہ کرتا ہے تو کہتا ہے: اے اللہ! تو نے مجھے اِس خاک سے پیدا کیا، میں تو خاک ہوں۔ جب بندہ اپنا سر زمین پر رکھتا ہے تو کہتا ہے: ''سبحان ربی الاعلیٰ'' اے میرے رب تو پاک اور سب سے بڑا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں: جب بندہ حالتِ سجدہ میں ہوتا ہے تو اِس کا سر اللہ کے قدموں میں ہوتا ہے۔ سجدے میں جانا اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے، جب بندہ یہ کہتا

ہے: اے اللہ! میں خاک ہوں۔ تو اللہ تعالی کہتا ہے: اے بندے! اُٹھ ہم نے تیری عاجزی منظور کی۔ بندہ کہتا ہے: اللہ اکبر، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر بار بندے کو معافی دیتا ہے، کوئی بڑی ذات ہی معافی دیتی ہے۔

جب بندے کو معافی ملتی ہے تو بندہ بیٹھتا ہے پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اب تکبر نہ کرنا۔ بعض لوگوں کو جب کوئی مقام کوئی عہدہ ملتا ہے تو ان میں تکبر آ جاتا ہے۔ تکبر اللہ تعالیٰ کو کسی حال میں بھی پسند نہیں۔ بندہ جب سجدہ کر کے بیٹھتا ہے تو اُسے حکم ہوتا ہے، اب تکبر نہ کرنا، عاجزی میں رہنا، تم نے دوبارہ اِسی مٹی میں جانا ہے۔ تو بندہ پھر فوراً سجدے میں جاتا ہے اور کہتا ہے: اے اللہ! مجھے یہ خاک ہونا منظور ہے۔ پہلا سجدہ کرنا یہ ظاہر کرتا ہے: اے اللہ! تو نے مجھے مٹی سے پیدا کیا اب میں تیرے سامنے اِس مٹی کے ساتھ مٹی ہو گیا ہوں۔ [1] نماز ہو یا کوئی عبادت ہو یا نیکی کا کوئی کام، اللہ کی رضا بندے کو اللہ کے قریب کرتی ہے۔ جب رب کی رضا کی خاطر کوئی عمل کیا جائے تو اللہ تعالی اُن کی مغفرت فرماتا ہے۔ نماز اللہ کی رضا کی خاطر پڑھو، سجدے اللہ کی رضا کی خاطر کرو اور کسی بھی چیز میں دکھلاوا نہ کرو۔

نماز کا بیان بہت لمبا ہے لیکن ہم نے مختصر بیان فرمایا ہے۔ (۱۴ اپریل ۲۰۱۷)

وعظ – ۱۵

نیت کا بیان

دوستان محترم جس وقت بھی نیکی کا کام کیا جائے اس عمل میں نیت کا بہت اہم کردار ہے۔ اسلام میں ہر عمل کے لیے نیت ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ نیت کیا ہے؟ اور اس سے کیا مراد ہے؟ اس کو سمجھنا ضروری ہے۔ اگر نیت کی قدر و منزلت سمجھ آ جائے تو ہمارے تمام اعمال اللہ کی

---

[1] یہ سب گفتگو عاجزی کے لیے کی گئی ہے، تزکیہ نفس انہی باتوں کا نام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا حاصل ہو جائے۔

بارگاہ میں قبول ہو جائیں گے۔

نیت ایک ارادے اور خیال کا نام ہے۔ خیال اور ارادے پر کسی قسم کی محنت نہیں کرنا پڑتی بلکہ دل کے خیال کو ہی نیت کہا جاتا ہے۔ اس خیال اور نیت کی اہمیت اس قدر ہے کہ اگر نیت اور خیال درست ہو تو عمل قبول ہوتا ہے لیکن اگر اس نیت، خیال اور ارادے میں خامی ہو تو مکہ مدینہ حج تک کا فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے پتا لگا کہ ہر محنت مشقت کی بنیاد اور اصل نیت ہے۔ اسی لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

دوستان محترم نیت پر بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہم نیک اعمال کرتے ہیں لیکن ہماری نیت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعض لوگوں کو تو نیت کا پتا ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا نیت ہی ہر عمل کی اچھائی ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی نیتیں درست کر لو۔ ایک حدیث میں فرمایا: نية المؤمن خير من عمله. مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی کراچی سے سفر کر کے یہاں ہمارے پاس آئے لیکن اس کی نیت یہ ہو کہ میں اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضری دینے جا رہا ہوں اور ان کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ اگر وہ یہ نیت لے کر آئے گا تو ثواب بھی حاصل کر لے گا اور مراد کو بھی پائے گا۔ لیکن اگر آنے سے پہلے یہ نیت کی کہ نئے شہر راولپنڈی اسلام آباد جائیں گے وہاں کی سیر کریں گے اور دربار شریف میں رہیں گے۔ اگر نیت یہ ہو گی تو اسے کامل فائدہ نہیں ہو گا۔ اگر نیت مرشد کے پاس حاضری کی ہو گی تو شہر کا گھومنا بھی اسے فائدہ دے گا۔ لیکن اگر نیت یہ ہو کہ میں تو اس شہر میں اپنے کام سے جا رہا ہوں چلو رات پیروں کے رہ لوں گا لنگر بھی ملے گا اور قیام بھی ہو جائے گا، تو اس رات کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

ہر مرید عشق کے اس مقام پر نہیں پہنچ پاتا جس مقام پر عاشق پہنچتا ہے۔ سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ صحابہ کرام میں بھی سب ایک جیسے نہیں تھے۔ ان میں سے کچھ عشرہ مبشرہ کے درجے پر پہنچے۔ یعنی عشق اور محبت کے ایسے مقام پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی۔ ان کو ایک مہر ایک سند مل گئی۔

ہمارے پاس ایک خاص مرید آ گیا بولا: حضور یہ کام کیا نقصان ہوا، یہ نقصان ہوا، اس نے اتنے کام گنوادیئے۔ میں نے کہا: آپ نے اتنے کام گنوادیئے ہیں، کیا کسی کام کی ہم سے اجازت بھی لی ہے، ہمیں کسی کام سے آگاہ بھی کیا ہے!؟ ایک مرید وہ ہوتا ہے جو ہر قدم اٹھانے پر مرشد سے اجازت لیتا ہے۔ یہاں ہمارے ایک مرید مرزا واحد صاحب بیٹھے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ اگر انہوں نے راولپنڈی سے دو گھنٹے کے لیے بھی جانا ہو تو ہم سے اجازت لیتے ہیں۔ ایک مرید اپنے ہر عمل میں اجازت طلب کرتا ہے اور دوسرا سال بعد آتا ہے اور کہتا ہے میں آپ کا مرید ہوں اور میرا یہ یہ نقصان ہوا ہے تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

اگر کوئی پوچھے کہ رسول پاک ﷺ کے غلام کس سیڑھی پر چڑھ کر فاصلے طے کرتے اور درجات پاتے ہیں تو یہ وہ سیڑھی ہے جو نظر ہی نہیں آتی۔ یہ نیت کی سیڑھی ہے۔ یہ ایسی سیڑھی ہے کہ سیدھی اللہ تک پہنچا دیتی ہے۔ یہاں لوگ قربانی بھی دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں۔ اگر کسی نے محلے میں لاکھ روپے کا بیل لیا ہو تو دوسرا پڑوسی یہ نیت کرتا ہے کہ میں سوا لاکھ کا لوں تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے لاکھ کا لیا اور تو نے چھوٹا سا پچاس ہزار کا لیا۔ وہ شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے کہیں نہ کہیں سے سوا لاکھ کا انتظام کرے گا۔ اگر وہ اللہ کی خاطر پچاس ہزار کی قربانی بھی کرے تو وہ قربانی قیامت والے دن اسے پل صراط سے گزار دے گی مگر دکھلاوے کی قربانی کا اسے کل کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

اسی طرح اگر بندہ کچھ رقم اللہ کی راہ میں ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو قیامت تک اُسے اِس کا ثواب ملتا رہتا ہے، لیکن اگر نیت دکھلاوے کی ہو تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سو اسلام میں نیت ہی اصل بنیاد ہے جس کی نیت درست نہیں اس کا عمل رائیگاں گیا۔ اس لیے ہر عمل سے پہلے نیت ضروری ہے۔[۱]

---

۱ پروف مکمل ہوا، مورخہ ۱۴ مارچ ۲۰۱۸ (ہمیش گل ملک)

پروف ریڈنگ کی سعادت حاصل کی (سعدیہ قادری)

ہدایات شیخ سخی چن پیر بادشاہ سرکار
قادری رزاقی گیلانی

تمام مریدین پر اپنے پیر کی بات ماننا واجب ہے لہذا سب پیر بھائی مرشد سے فیض یافتہ ہونے کے لیے اِن ہدایات پر پابندی سے عمل کریں۔

- مرید کو چاہیے کہ یہ چار چیزیں اپنانے کی کوشش کرے۔
  - کم بولنا
  - کم کھانا
  - کم سونا
  - لوگوں سے کم ملنا
- مرید ہر حالت میں سچ بولے، چاہے کتنی بڑی مصیبت ہی کیوں نہ آن پڑے۔
- نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے۔
- ظاہری پیشہ ضرور اختیار کرے، چاہے نوکری ہو یا تجارت اس کے بعد اللہ پر بھروسا رکھے۔
- قرآن کریم کی تلاوت باعث خیر و برکت بھی ہے اور علم میں اضافے کا سبب بھی۔
- ریاضت عبادت سمجھ کر کرے اور کسی فائدے کا حصول اس کا مقصد نہ ہو۔
- ہر حال میں اپنے پیر کی پیروی کرے اور آپ کے حکم پر لبیک کہے۔
- عاجزی مرید کا وصف ہونی چاہیے، ہمیشہ خود کو لوگوں سے کم تر سمجھے۔

- اپنے پیرو مرشد سے رابطہ استوار رکھے، جس قدر وہ مرشد کی بات مانے گا اسی قدر مرشد کے دل میں جگہ پائے گا۔
- مرشد سے محبت یہ ہے کہ اس کی بات مانی جائے، یہ نہیں کہ اپنی بات منوائی جائے۔
- فضول بحث و مباحثے سے اجتناب کرے، اور مرشد کی باتوں پر عمل پیرا ہونا ہی اپنا اولین مقصد سمجھے۔
- موت کو کثرت سے یاد کرے کیونکہ یہ یاد اس کے دل کو زندہ رکھے گی۔
- کوشش کرے کے ہر وقت باوضو رہے، اور وضو کرنا بھی ایک مستقل عبادت ہے۔
- اگر کسی مرید سے نماز جمعہ رہ گئی تو اس نے غفلت کی انتہا کر دی۔
- جب مرشد کی زیارت کو جائے تو اس کا مقصد تقوی کا حصول اور نفس پر غلبہ پانا ہو، حتی الامکان کوشش کرے کہ مرشد کے سامنے کوئی ایسی ویسی دنیاوی بات نہ کرے۔
- اللہ سے دعا ہے کہ وہ سب مریدین کو اپنے مرشد کی سچی محبت عطافرمائے، آمین یارب العالمین۔

شجرہ شریف

سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ

بانئ ہر سلسلہ ذاتِ الٰہ — ہے ید اللہ فوق اید ھم گواہ
مرشدِ کُل ہادئ راہِ ہدیٰ — ہیں حبیب حق محمد مصطفیٰ
جن کی ذاتِ پاک از سر تا پا — رحمت للعالمین نور خدا
یا الٰہی از برائے مجتبیٰ — بہر آں شاہنشہِ ہر دو سرا
اپنے محبوبوں سے کر نسبت عطا — ہے کیا انعام جن پر بے بہا
یعنی حضرت شاہ مولی علی — واقف اسرار مخفی و جلی
شاہ حُسین ابن علی شیر خدا — سید الشہدا شہید کربلا
حضرتِ سجاد زین العابدین — پیشوائے کاملین وزاہدین
مقتدائے سالکین عالی مقام — شاہ محمد باقر ذی شان امام
صاحب تقوی ریاضتِ بے ریا — جعفر صادق امام باصفا
جانشین حضر تش ذی جاہ امام — موسیٰ کاظم رہنمائے خاص و عام
قبلۂ باطن علی موسیٰ رضا — مرشد کامل امام اولیا
حضرت معروف کرخی خوش خصال — صاحب دل سری سقطی نیک حال
شاہ ابو القاسم جنید عالی جناب — شیخ وقت و رہبر ہر شباب
حضرت بو بکر شبلی پیشوا — عبد الواحد شیخ ابو الفضل وعطا
ابو الفرج طر طوسی آن شیخ کبیر — تھے ہکاری بو الحسن جنکے مرید
عارف کامل نصیب ور سعید — ابن مخزومی جنابِ بو سعید

نائب و وارث حبیب کبریا　　شیخ کُل سلطان جملہ اولیا
بادشاہ ہر دو عالم شاہِ دیں　　سید السادات تاج العارفین
زیر پائے ناز ہے اکسیر خاک　　شیخ سید عبد القادر غوث پاک
اعلی حضرت عبد الرزاق متین　　صاحب جاہ و حشم روشن جبین
سر گروہ سالکین شیخ الرجال　　نائب محبوبِ سبحان ذی کمال
سیدی بو صالح نصر خوش نہاد　　نونہال باغ شاہ باغ داد
شاہ شہاب الدین احمد پیشوا　　شیخ شرف الدین یحییٰ رہنما
شیخ شمس الدین محمد غمگسار　　شاہ علاؤ الدین علی پرہیز گار
ماہ کامل شیخ بدر الدین حسین　　سید محی الدین یحییٰ نورِ عین
شیخ شرف الدین قاسم ذی وقار　　مہر تاباں شمس الدین والاعتبار
حضرت شیخ محمد پاک باز　　شیخ فرج اللہ جان و دل نواز
حضرت محمود شیخ باخدا　　عبد الرزاق ہست پیر باصفا
شیخ عبد القادر مقبول رب　　شیخ سلطان پارسا عالی نسب
عبد القادر شیخ ظلِ ذوالجلال　　شیخ عبد اللہ سید باکمال
شیخ عالی مرتبہ عبد العزیز　　عارف حق شاہ محمد شیخ نیز
مل گئے قسمت سے پیر مصطفی　　مرشد پاکم سید ولایت علی رہنما
سایہ یزداں ہیں پیر مصطفی　　جنکے مرید رمضان علی سید باصفا
شیخ کامل پیر سید مصطفی　　مرشد حافظ گدائے بے نوا
پیر احمد شرف الدین سجادہ نشین　　روضہ شیخ عبد القادر کے امین
پاسبان آستان پیران پیر　　پیر کامل پیر احمد شرف الدین

اپنے محبوب سے کر نسبت عطا
حضرت سید لعل حسین بادشاہ

حُبِ مرشد میں رہے ہر دم سرشار
بدر الاولیا چن پیر بادشاہ سرکار

ان کے پسر ہیں بڑے ہونہار
حضرت عازب لعل گیلانی سرکار

اور عازب لعل کے ہیں نونہال
حضرت سید سخی عشارب لعل

عرض کرتا ہے یہ شکستہ دل غلام
ہو مشائخ سلسلہ پر صدر ہزار سلام

الورد القادري

الورد القادري الذي يُتلىٰ بعد كل صلاة من صلوات الخمس.

"لا إله الا الله" مائة وستة وستون مرة. (١٦٦ مرتبه)

"أستغفر الله العظيم الذي لا إله الا هو الحي القيوم وأتوب إليه" سبعون مرة. (٧٠ مرتبه)

"اللهم صل علىٰ سيدنا محمود وعلىٰ آله وصحبه وسلم" مائة مرة. (١٠٠ مرتبه)

الفاتحة بعد كل صلاة ثمانية عشرة مرة. (١٨ مرتبه)

وبعد المغرب ثمانية وعشرون مرة. (٢٨ مرتبه)

ترجمہ: ہر نماز کے بعد ۱۶۶ مرتبہ کلمہ شریف، ستر بار استغفار، سو مرتبہ درود شریف، فجر، ظہر، عصر اور عشا کی نماز کے بعد ۱۸ مرتبہ الحمد شریف، اور بعد از نماز مغرب ۲۸ مرتبہ الحمد شریف۔

دربار غوثیہ غوث آباد شریف
ڈھوک کھبہ راولپنڈی

/ghousiadarbarshareef
www.ghousabad.com